اسلامی مہینوں کے فضائل و احکام

مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

تالیف

مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : مارچ ۲۰۰۸ء علمی گرافکس

ضخامت : 237 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست

شمار نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
☆	اِنتساب	۱۱
☆	ابتدائی باتیں	۱۲
☆	قارئین کرام !	۱۲
☆	قمری سال	۱۴
☆	قمری سال کی برتری	۱۴
☆	قمری مہینوں کے نام	۱۶
☆	شمسی سال	۱۶
☆	شمسی مہینوں کے نام	۱۸
☆	ایک دلچسپ علمی مباحثہ	۱۸
☆	کبیسہ، لوند یا لیپ کا سال	۲۳
☆	''سنین مروّجہ''	۲۶
☆	''سنہ ہجری''	۲۶
☆	''سنہ عیسوی''	۲۶
☆	''سنہ بکرمی''	۲۶
☆	اسلامی تاریخ کا شرعی حکم	۲۷
☆	**پہلا مہینہ محرم الحرام فضائل واحکام کے آئینہ میں**	۲۸
☆	اسلام میں پہلا مہینہ محرم الحرام	۲۹
☆	احادیث پاک کی رو سے فضائل محرم وعاشورا کا بیان	۳۲
☆	محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کیوں کہتے ہیں	۳۳
☆	سانحہ کربلا	۳۶
☆	حقیقت محرم	۳۶

اِنتساب

میں اپنی اس ناچیز وحقیر کوشش کومندرجہ ذیل بزرگان دین کے نام

☆......پیشوائے واقفان طریقت، شہسوار میدان طریقت،
شیخ طریقت، بدر طریقت، شیخ العرب والعجم
حضرت مولانا محمد عبدالغفور عبّاسی مدنی نقشبندی نوراللہ مرقدہٗ

☆......غواص دریائے حقیقت، دریائے علم وعرفان، رہبر سالکین،
تاج عارفین، منبع اسرار، مُرشد برحق،
حضرت مولانا عبدالحق العباسی نقشبندی نوراللہ مرقدہٗ

☆......امام العلماء والصلحاء، رئیس العلماء والاتقیاء، مہر درخشاں
نیز تاباں، مرشد الافاق، شیخ حضرت مولانا شمس الرحمٰن
العباسی نقشبندی غفوری مدظلہ

☆......شمس العارفین، مخزن محاسن الاخلاق، رہنمائے رہنمایاں،
فخر الکاملین، شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(مدرسہ مظہر العلوم مینگورہ۔سوات)

منسوب کرتا ہوں،

فقیر وحقیر

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ابتدائی باتیں

ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتٰب الله یوم خلق السمٰوٰت والارض (۳۶. التوبہ ۹)

بے شک مہینوں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں زمین وآسمان کی پیدائش ہی کے دن سے بارہ (۱۲) مقرر ہے۔

مذکورالصدر آیت میں غور کرنے سے دو باتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں:۔

(۱)...... یہ کہ ابتداء مہینوں کا شمار چاند ہی کے مہینوں سے کیا گیا۔ اس لیے کہ دنیا کی تقریباً ہر زبان میں مہینہ کے لیے لفظ بولا جاتا ہے وہ اس زبان میں چاند کے لفظ سے مشتق سے جیسے شہر، ماہ، ماس ہون اور منتھ وغیرہ۔

(۲)...... یہ کہ چاند ہی کے بارہ مہینوں کو قانون الٰہی میں ایک مکمل سال قرار دیا گیا ہے۔ ماہرین فلکیات کا خیال ہے کہ زمین کے گرد چاند کا ایک چکر ''مہینہ'' اور زمین کا سورج کے گرد ایک چکر ''سال'' کہلاتا ہے۔

اس حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ قرآن حکیم نے بھی فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وّ قدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب. (۵۔یونس۔۱۰)

اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے منزلیں مقرر فرمادیں تا کہ تم سالوں تک کا حساب وشمار معلوم کرسکو۔

قارئین کرام!

یہ سال و ماہ جو ہوتے ہی رہتے ہیں بظاہر ان میں کوئی ایسی امتیازی بات نظر نہیں آتی جس سے ان کا شمار اور حساب کیا جاسکے۔ صرف ایک بات ہر دیکھنے والے کو ضرور نظر آتی ہے کہ ہر تیس ۳۰ یا انتیس ۲۹ دِنوں کے بعد چاند بہت باریک دکھائی دیتا ہے پھر اس کے بعد روز بروز بڑھتا رہتا ہے اور پورا چاند روشن ہو جاتا ہے۔ پھر اسی طرح روز بروز گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ بالکل گُم ہو جاتا ہے۔ اور دو تین راتوں کے

بعد پھر باریک سا نمودار ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (۳۹-یٰس ۳۶)

اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ان سے گزرتا ہوا پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔

بہر کیف چاند کی اس طرح کی ایک گردش کو ایک ماہ اور بارہ (۱۲) گردشوں کو ایک سال کہا جاتا ہے۔

ان بارہ (۱۲) گردشوں کو ایک سال کہنے کی دراصل بڑی وجہ یہ ہے کہ جب چانداسی طرح بارہ (۱۲) مرتبہ عروج وزوال کرتا ہے تو یہ نظر آتا ہے کہ تقریباً وہی پچھلا موسم پھر آ گیا ہے۔ اس لیے اس بارہ (۱۲) مرتبہ کی گردش کو ایک سال قرار دیدیا گیا۔ اس حقیقت کی شناخت کے لیے نہ کسی فلکیاتی حساب کی ضرورت ہے اور نہ کسی عظیم سائنسی رصدگاہ کی۔ دُنیا اسی قاعدے پر عمل کرتی رہی اور اسی کا قانوناً ان کو مکلّف بنایا گیا تھا۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

صوموا لرویتہٖ وافطروا لرویتہٖ فان غم علیکم فاکملوا ثلٰثین یوما

چاند دیکھ کر رمضان شروع کرلو اور چاند دیکھ کر رمضان ختم کرلو اور اگر کبھی کوئی مغالطہ لگ جائے تو مہینے کے تیس ۳۰ دن پورے کرلو۔

مگر سالوں کا حساب اس سے مختلف تھا ان کے شمار کے لیے لوگ کبھی کسی بڑے واقعہ کو ابتداء قرار دے لیتے اور کبھی کوئی زلزلہ، سیلاب یا جنگ اصل قرار پا جاتا۔

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تاریخ کا آغاز اسلام کے بہت اہم اور مہتم بالشان واقعہ ''ہجرت'' سے فرمایا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ سنہ ہجری کہ ابتداء حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ آپ نے سرکاری مراسلات میں تاریخ کا اندراج لازمی قرار دیا تھا۔ ورنہ اس کی اصل تو خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ہی سے ہو چکی تھی۔ (تاریخ ابن عساکر)

قمری سال

آج کی دُنیا میں قمری اور شمسی دونوں ہی قسم کے سال کا شمار موجود ہے۔

☆......قمری سال حقیقی ہے یعنی چاند کے بارہ (۱۲) مرتبہ عُروج وزوال کو ایک سال شمار کیا جاتا ہے اس میں نہ موسم کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ کسی اور چیز کا۔

☆......قمری سال کبھی سردیوں میں شروع ہوتا ہے اور کبھی گرمیوں میں، کبھی بہار میں شروع ہوتا ہے اور کبھی خزاں میں۔

☆......چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے مگر وہ دائرہ جس پر چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے بالکل گول نہیں ہے۔ اسی لیے چاند کبھی زمین سے قریب تر ہوتا ہے اور کبھی بعید۔

☆......اسی طرح چاند کی رفتار ہر جگہ برابر نہیں ہوتی۔ کہیں تیز تر ہوتی ہے اور کہیں سُست۔ اسی لیے زمین کے گرد چاند کا چکر کبھی انتیس (۲۹) دن میں مکمل ہوتا ہے اور کبھی تیس (۳۰) دِن میں۔

☆......اسی لیے چاند کے مہینے کبھی انتیس (۲۹) دن کے ہوتے ہیں اور کبھی تیس (۳۰) دن کے۔

☆......زمین کے گرد چاند کے بارہ چکروں کی مجموعی مدّت ۳۴، ۳۴۸، ۳۵۴ دن ہوتی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر یہ مدّت ۳۴۸ دن ہوتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ یوم بمعنی دن کل ۳۴۸ مرتبہ ہی استعمال ہوا ہے۔

اسی لیے ہر قمری سال اتنی ہی مدت کا ہوتا ہے۔ اس میں کسی حسابی زحمت اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ کسی ایک مقام پر بھی تیرھویں (۱۳) بار چاند اس سے کم مدّت میں نظر نہیں آسکتا۔

یہ تو ممکن ہے کہ مطلع غبار آلود ہو یا بادل چھائے ہوں اور چاند وقت پر نظر نہ آئے مگر یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ اس سے کم مدت میں چاند نظر آجائے یہی قمری سال مسلمانوں کے ہجری کیلنڈر میں شمار ہوتا ہے۔

قمری سال کی برتری

مسلمانوں نے قمری سال ہی کیوں اختیار کیا؟ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

هو الـذی جعـل الشـمس ضیاء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب. (۵ یونس ۱۰)

اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور اُن میں سے ہر ایک کے لیے منزلیں مقرر فرمادیں تاکہ تم سالوں کا حساب وشمار معلوم کرسکو۔

دوسری جگہ فرمایا کہ:

ان عدة الشهور عند اللّٰہ اثنا عشرشهرا فی کتاب اللّٰہ. (۳۶ توبہ)

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بارہ (۱۲) ہی مقرر ہے۔

اور ایک عجیب اتفاق یہ ہے کہ قرآن مجید میں لفظ شہرِ بمعنی مہینہ بھی کے بارہ (۱۲) مرتبہ ہی استعمال ہوا ہے۔

تیسری جگہ فرمایا کہ:

یسئلونک عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج (۱۸۹۔ بقرہ ۲)

لوگ آپ سے چاند کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ وہ لوگوں کے لیے حج اور دوسرے اوقات شناخت کرنے کا آلہ ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقمطراز ہیں مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ مہینوں کی جو ترتیب اور اُن مہینوں کے جو نام اسلام میں معروف ہیں وہ انسانوں کی بنائی ہوئی اصطلاح نہیں بلکہ اللہ رب العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے۔ اُسی دن یہ ترتیب اور نام اور ان کے ساتھ خاص خاص مہینوں کے خاص خاص احکام متعیّن فرمادیئے تھے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکامِ شرعیہ میں قمری مہینوں کا اعتبار ہے۔ اسی قمری حساب پر تمام احکام شرعیہ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ دائر ہیں۔

(معارف القرآن ص ۳۷۳ ج ۴)

قمری حساب کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے۔ اگر ساری امت قمری حساب کو بھلا دے تو سب مسلمان گنہگار رہوں گے۔ (معارف القرآن)

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شمسی حساب ناجائز یا حرام ہے۔ بلکہ ہر شخص کو

اختیار ہے کہ وہ اپنے کاروبار، تجارت وغیرہ میں چاہے قمری حساب استعمال کرے اور چاہے شمسی حساب۔ مگر نماز، روزہ، حج، زکوۃ، عدت وغیرہ میں بہر صورت اس کو قمری حساب ہی شریعت کے مطابق رکھنا ہوگا۔ کیونکہ اس میں شبہ نہیں کہ سنتِ انبیاء علیہم السلام اور سنت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین میں قمری حساب ہی استعمال کیا گیا ہے ان کا اتباع بہرحال موجب برکت اور ثواب ہے۔

قمری مہینوں کے نام

(۱)	محرم الحرام	(۷)	رجب المرجب
(۲)	صفر المظفر	(۸)	شعبان المعظم
(۳)	ربیع الاوّل	(۹)	رمضان المبارک
(۴)	ربیع الآخر	(۱۰)	شوال المکرّم
(۵)	جمادی الاولیٰ	(۱۱)	ذی قعدہ
(۶)	جمادی الاخریٰ	(۱۲)	ذی الحجہ

شمسی سال

زمین کی دو قسم کی حرکتیں ہیں۔ ایک اپنے محور پر جس کی وجہ سے رات، دن پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی نصف کرۂ زمین آفتاب کے سامنے ہوتا ہے اور نصف آفتاب کی روشنی سے محروم رہتا ہے۔

دوسری حرکت آفتاب کے گرد ایک بیضوی دائرہ پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے موسم بدلتے رہتے ہیں۔ زمین اس بیضوی دائرہ پر اپنا ایک چکر ۴۶۔ ۴۸۔ ۵۔ ۳۶۵ دن کی مدت میں پورا کرتی ہے۔ اس مدت کو ایک شمسی سال کہا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ مدت بارہ مساوی مہینوں پر قابلِ تقسیم نہیں ہے۔ اس لیے موجودہ شمسی عیسوی سال میں ۳۶۵ دنوں کو اس طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ سات (۷) مہینوں کے دن ۳۱،۳۱، ہیں چار مہینوں کے ۳۰۔ ۳۰ اور ایک مہینہ کے دن صرف ۲۸ رکھے گئے ہیں۔ اس طرح ۳۶۵ دن پورے کر لیے گئے۔ باقی رہے کسور۔ تو اس کے لیے ہر چوتھے سال

کے ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کرلیا جاتا ہےاور ۲۹ دِن شمار کر لیے جاتے ہیں۔لیکن حقیقتاً یہ تقسیم بھی کسور پر حاوی نہیں ہوتی۔اس لیے چار سو (۴۰۰) سال کے بعد موسم اور مہینہ میں فرق پڑ جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شمسی حساب کے کیلنڈر میں بار بار ترمیم ہوتی رہتی ہےاور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔کبھی دن بڑھانے پڑتے ہیں اور کبھی مہینوں میں اُلٹ پھیر کر کے سال کو پھر نئے نقطہ سے شروع کرنا پڑتا ہے۔مگر اس کے لیے کافی فنی مہارت اور حسابی ملکہ درکار تھا اس لیے اللہ رب العزت نے اس اُمتِ اُمیہ کو اس کا مکلّف ہی نہیں بنایا۔گو حساب شمار کی حد تک قرآن حکیم نے سورج کو بھی آلہ اور ذریعہ تسلیم کیا ہے۔

وجعلنا الیل والنهار اٰیتین فمحونا اٰیة الیل و جعلنا اٰیة النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب . (۱۲۔بنی اسرائیل ۱۷)

اور بنایا ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں پھر مٹا دیا ہم نے رات کی نشانی کو اور ظاہر کر دیا نشان دن کا تا کہ تلاش کرو تم فضل اپنے رب کا اور تا کہ جانو برسوں کا حساب وشمار۔

اس آیت میں "اٰیة النهار" سے مراد سورج اور "ولتعلموا عدد السنین والحساب" سے مراد بالاتفاق شمسی سال ہے۔اور علاوہ ازیں آیت

ولبثوا فی کهفهم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعا (۲۵ کہف ۱۸)

اور رہے اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس اور ۹ برس اور اس میں بھی تین سو سال بحسابِ شمسی ہی فرمایا گیا ہے۔مگر وازداد واتسعاً یعنی نو برس اور، فرما کر قمری تقویم کی طرف اشارہ ہے۔اس لیے کہ تین سال کا فرق ہر صدی میں سنہ شمسی اور سنہ قمری کے درمیان ہو ہی جایا کرتا ہے تاہم اس تشریح سے اتنی بات ضرور کھل کر سامنے آگئی کہ شمسی تقویم کوئی غیر اسلامی تقویم نہیں بلکہ وہ بھی اسلامی ہی ہے۔

سورۂ رحمٰن میں ہے: الشمس والقمر بحسبان سورج اور چاند دونوں ہی ذریعہ حساب ہیں۔باقی پانچوں نمازوں کے اوقات یا رمضان المبارک میں سحری وافطاری کے اوقات یہ سب سورج کے حساب پر ہی موقوف ہیں۔

مذکورالصدر دلائل سے معلوم ہوا کہ شرعاً حساب شمسی میں کوئی قباحت نہیں۔ رکاوٹ یا دشواری تو صرف حساب کی ہے کیونکہ وہ بدوں آلات رصدیہ یا حسابات ریاضیہ کے کسی طرح ممکن نہیں بخلاف قمری حساب کے کہ اس میں اُس قسم کی کوئی پریشانی نہیں۔

شمسی مہینوں کے نام

(۱) جنوری (۲) فروری (۳) مارچ (۴) اپریل (۵) مئی (۶) جون (۷) جولائی (۸) اگست (۹) ستمبر (۱۰) اکتوبر (۱۱) نومبر (۱۲) دسمبر

نوٹ۔ مذکورالصدر مہینوں کے نام رومن سلطنت میں رائج ہوئے تھے اور ہر مہینے کا نام کسی دیوتا یا دیوی کے نام پر رکھا گیا تھا۔

ایک دلچسپ علمی مباحثہ

اب ہم ارباب ذوق اور علم دوست حضرات کی دلچسپی کے لیے ذیل میں ایک دلچسپ علمی مباحثہ ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ جو ربیع الاوّل ۱۳۶۶ھ کو دارالعلوم دیوبند کے معزز اساتذہ کرام ومشائخ عظام کے مابین انتہائی مخلصانہ انداز میں منعقد ہوا۔

پس منظر:

دارالعلوم دیوبند کے درس وتدریس ودیگر شعبہ جات کے اوقات اکثر موسمی تغیّر وتبدّل کی وجہ سے ادلتے بدلتے رہتے تھے جس کی اطلاع حسب ضابطہ جملہ اساتذہ اور ملازمین کو کر دی جایا کرتی تھی۔ مگر ایک دفعہ مولانا سیّد مبارک علی شاہ صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دائمی نقشہ نظام الاوقات بحساب تقویم شمسی ترتیب دے کر برائے تائید وتوثیق حضرات اساتذہ کرام کی خدمت میں ارسال کر دیا جس پر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ اشعار میں مدلل تنقید فرمائی۔ وہ ہدیہ ناظرین یہ ہے۔

السلام اے واقف سیر نجوم ناظم تعلیم در دارالعلوم
من ندانم جنوری وفروری ہیں بگو با ما سن پیغمبری
ایں حساب ہست از نصرانیاں اہل دین دانند ایں را مستہاں
از ہلال واز قمر میقات ما نے ز شمس ددورا تاریخ ما

حکم او فرض کفایہ در شرع — ترک کلی ہست بے شبہ منع

روز و حج و زکوٰۃ آں معتبر — کہ بباید بر حساب ایں قمر

اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ مارا لقب — در سن و تاریخ آمد ایں ادب

سن ہجری سن ارباب صفا — سنِ شمسی سنِ اصحابِ جفا

ما ہمہ خُدام دینِ مصطفٰے — وارثانِ انبیاء باصفا

ما ہمہ مُرغابیان بحرِ علم — زندہ از آبِ حیات علم و حلم

روحِ ما از خمرِ رمضان گشت مست — بے خبر از جون و جولائی اگست

از محرم نقشہ باید از ربیع — ایں ستم[1] بُر از سر ما اے رفیع

غرہ شوال سال جنت است — زیں سبب ایں مبداء تعلیم گشت

در حدیث مصطفٰے آمد چنیں — بیہقی تخریج کردہ نجم دیں

بر لب من خود بخود آمد سخن — از تطف لطف و معذوری بکن

گفتگوئے طالبان در کار رب — جوشش علم است نے ترکِ ادب

والسلام اے ناظم تعلیم ما — یصلح اللہ لنا اعمالنا

آمین یارب العالمین

مذکور الصدر نظم جب ناظم تعلیمات مولانا بشیر احمد صاحبؒ نے ملاحظہ فرمائی تو انہوں نے برجستہ ۳۵ اشعار اس کے جواب میں رقم فرمائے وہ بھی ہدیہ ناظرین ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

السلام اے شاعر عالی مقام — السلام اے شاعر ذوالاحترام

السلام اے شاعر دارالعلوم — السلام اے ناظر سِرّ نجوم

السلام اے شاعرِ خستہ جگر — السلام اے شاعر بالغ نظر

السلام اے شاعر حکمت مآب — السلام اے واقف اُم الکتاب

السلام اے عاشقِ راہِ ہُدا — السلام اے راہِ حق کے رہنما

السلام اے شیخ تفسیر قرآں — اے فقیہہ و مجتہد اے نکتہ داں

السلام اے شاعر والا نکات — من ندانم فاعلاتن فاعلات

جنوری و فروری سے بے خبر — اس غلو سے چاہئے کرنا حذر

---

[1] "ایں ستم" علیحدہ ہے اور "بُر" امر کا صیغہ ہے یعنی اے رفیع المرتبت اس ستم (ظلم) کو ہم سے دُور فرمائیے۔ نیز "ستم بر" کا اشارہ سنہ شمسی کے ماہ ستمبر کی طرف بھی ہے۔ ۱۲

ایک مدت سے ضرورت اس کی تھی — ہو مرتب ایسا نقشہ دائمی
جس میں ہوں اوقات تعلیمی چھپے — ہر مہینے اور ہر ہر کام کے
تاکہ ہر ہر ماہ یہ دقت نہ ہو — محنت بے کار کی کلفت نہ ہو
اور قمری ماہ سے عالی جناب — ہو نہیں سکتا تھا نقشہ کامیاب
آپ اس نقشہ کو رکھ کر سامنے — سن ہجری خود بخود لکھ لیجئے
کب کہی ہے آپ سے میں نے یہ بات — کیجئے اپریل میں حج وزکوٰۃ
میں نہیں ہوں مدعی اس کا حضور — مارچ ہی میں رکھئے روزے ضرور
کب میں یہ ترغیب دیتا ہوں جناب — کیجئے جولائی سے آغازِ نصاب
جنوری میں جو بھی شوال آئیگا — سال جنت کیا نہ ہوگا وہ بھلا
اور اگر رمضان ہو در ماہِ اگست — خمرِ رمضان سے نہ ہوں گے آپ مست
ہم اگر ہیں خادمانِ مصطفٰے! — ہر جگہ سے علم وحکمت لیں اُڑا
اور جو ہیں کوتاہ بینی کے شکار — اپنا دعویٰ دعویٔ بے اعتبار
خادمانِ مصطفٰے نے بے ملال! — ہر سمندر سے لیے موتی نکال
تنگ نظری اس قدر اچھی نہیں — جس سے اہلِ علم ہوں چیں بر جبیں
آپ نے کس طرح یہ لکھ دیا — سن شمسی سن اصحابِ جفا
سوچیے قبل از جنابِ مصطفٰے — سنِ شمسی کس جگہ رائج نہ تھا
انبیاء واولیاء اس وقت کے — آپ کی ناوک کی زد میں آگئے
کر رہا ہے خود ہی قائم کارساز — شمس[۱] کے سایہ سے اوقاتِ نماز
حکم جعل الشمس[۲] ہے واضح جناب — کفر کب ہے شمس سے لینا حساب
روزہ کے اوقاتِ افطار وسحور — شمس[۳] کے تابع ہیں بالکل اے حضور
سُنیے حضرت آپ یہ حُکم خدا — ہے محونا[۴] آیۃ اللیل بجا

۱؎ اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس "یعنی نماز پڑھ سورج ڈھلے
۲؎ آیت ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب " کی طرف اشارہ ہے۔
۳؎ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر الخ کی طرف اشارہ ہے۔
۴؎ آیت وجعلنا اللیل والنہار آیتین کی طرف اشارہ ہے۔

پھر جعلنا[1] کی بھی آیت دیکھئے　　کس طرح شاہد ہے دعویٰ پر میرے
اور ثلا ثہ[2] مائۃ بھی اے عقیل　　سال شمسی اور قمری کی دلیل
والسلام اے صاحبِ فہم وذکاء　　زادنا اللہ لنا افہا منا
غور فرمائیں یہ خود دل میں حضور　　کیا کہیں گے آپ سے یوم النشور
حضرت ادریس[3] دریائے علوم　　بانی علم الحساب علم النجوم
جس طرح ادریس[4] خود عجمی ہے نام　　جون و جولائی میں پھر ہو کیا کلام

بعد ازیں مذکورہ بالا دونوں نظمیں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیو بند کی خدمت میں پیش ہوئیں۔ آپ نے بطور محاکمہ اور فیصلہ کے فی البدیہہ ۵۳ ۔اشعار پر مشتمل ایک لمبی نظم تحریر فرمادی۔ ہم وہ بھی اپنے قارئین کی خدمت میں ہدیہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ایں کلام دو (۲) فقیہ امت است　　بحث ہر دو (۲) اختلاف رحمت است
ہر یکے از یک مقامے شد عیاں　　آں مقامے کو بدل دارد نہاں
اینش طالع از مقامِ عشق شد　　دانش طالع از مقامِ عقل شد
یک طلوع از جلالِ آفتاب　　یک طلوع از جمال ماہتاب
از یکے شان بشیری شد عیاں　　وز دیگر شان نذیری درمیاں
نظم اول مشتمل بر حال شد　　نظم ثانی طور استدلال شد
نظم اول مشتمل بر الفت است　　نظم ثانی مشتمل بر حجتہ است
ہیچ تنگی نظم اول را مبیں　　وسعتِ تقویٰ است نے فتویٰ است ایں
ہست مبنی بر کمال احتیاط　　علم باریک است چوسم الخیاط
منشاء ایں جوشِ عشق مفرط است　　نے وفور رائے دعقل وفکر تست
جوششِ عشق است نے ترک وادب　　ایں ہم اندر عاشقی از امر رب

---

[1] وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃً کی طرف اشارہ ہے۔
[2] آیت ولبثوا فی کھفھم ثلا ثہ مأ تہ سنین کی طرف اشارہ ہے۔
[3] صاحب جمل کے قول کی طرف اشارہ ہے کہ سمی ادریس کثیر الدرس وھو اول من کتب با لقلم الی قو لہ وھو او ل من نظر فی علم النجوم والحساب "
[4] اشارہ صاحبِ قاموس کے قول کی طرف ہے۔۱۲ (جمل ص ج ۳)

نظمِ ثانی راشخواں جور و جفا است | کایں ہمہ گیریٔ شرعِ مصطفےٰ است
منشاءاو عقل و تنقیح حدُود | از کلام پاک علام وُدُود
حفظِ دیں را رورعایت کار نیست | ایں مقام جائے ننگ و عار نیست
چونکہ مفہوم کتاب از عقل بود | غلبہء مستی و عشقے درر بوُد
عقل درترکیب وتحلیل از میاں | عشق ایں کل رافنادار دنہاں
آں کہ بوداریس درس عشق داد | واں بشیرے پائے عقل اندرنہاد
قولِ پیغمبرؐ یکے راحرز جاں | جوش لانحسب ولانکتب دراں
واں زاعدادسنین ازام الکتاب | زمزمہ سنج حساب وہم کتاب
از یکے پیداست جام افراختن | واں دیگر شیدائے سنداں باختن
از دل یک نورتقویٰ منتشر | بررخ یک ضوفتویٰ مستمر
گوئیاآداب داناں دیگراند | سوختہ جاناں ادناں دیگراند
ہر یکے از یک مقامے شُد طلوع | آب ہر یک راز جائے شد بنوع
نے کلام شاں منافات وتضاد | مشتمل ہرنظم بر یک یک مفاد
ہر یکے یک علم غامض راامام | لازم آمد اقتداءشاں برانام
آں حسابے دار دازنورُقمر | واں کتابے دار دازظل خورَ
مہر درطاعات یوے قدوہ ایست | ماہ درطاعات درشہرے زبدہ ایست
ایں مبارک نقشہ طاعات روز | لاجرم ازشش آمد جاں فروز
نیست دروے نفی حسبانِ قمر | چوں نباشدردزضدِ سال وشہر
مُثبتِ ایں نافی غیرے نشُد | نافیٔ اومُثبت ِ غیرے نہ شُد
ہر یک درحدخودخیزاں رواں | راہ خود پیماو افتاں ودواں
ایں تعدّدہست حدّے بیش نسیت | ایں تبدّ دیاتضادے پیش نسیت
حسُنِ ظن باہردوایں پیشہ بکنُ | از تنافی ہیچ اندیشہ مکنُ
چونکہ ایں من عندغیراللہ نسیت | پس ملامت برکسے واللہ نیست
ہردو۲مضموں ازکتاب وسنت است | اختلافش اختلاف رحمت است

حاش للہ نے خلافِ فرقہ است بلکہ محض اختلافِ صورت است
اختلاف شکل و صورت حکمت است اختلاف لفظ و عنوان وسعت است
اتحادِ اصل چوں باشد بجا اختلاف فرع می باشد روا
رونقِ تکوینِ صوری اختلاف زینت تشریع فرعی اختلاف
زانکہ اصلش حق و صدق آمد ہمہ اصل کثرت وحدت آمد از ہمہ
اختلاف بین ادریس و بشیر منشاءش سرّ مبارک بے نظیر
اصل آں آمد مبارک بندہ اصل و فرع آمد ہمہ فرخندہ
چوں مبارک بود اصل اختلاف علم حق زائید از وے اعتساب
نظم شمسی نظم قمری باز شد ہر یکے از ہیئتش ہمراز شد
جلوہ ریزی ایں دو شاباں فلک پس حساب شان فلک اندر فلک
از کتاب و سنت صاحب کتاب گشت واضح بے حساب و بے کتاب
چہ حسابے کاں حساب اندر کتاب چہ کتابے آمد از حق لاجواب
طاعت یومی ز سنت از طور گر دلیلت باید از شاں رومتاب
ربنا اتمم لنا انوارنا ربنا طہر لنا اسرارنا
ربنا کمّل لنا افہامنا ربنا ھذب لنا احلامنا
زکّنا یا یار آینا من سرّنا ربنا وفق لنا من برّنا

تام شد مقصد، گر طول و کلام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

کبیسہ، لوند یا لیپ کا سال

قمری اور شمسی نظام کے باقاعدہ رواج پا جانے کے بعد جب معاشی، معاشرتی، تجارتی اور مذہبی پروگراموں کا باضابطہ آغاز ہوا تو کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد یہ محسوس ہونے لگا کہ جن قمری تاریخوں میں مذکورہ پروگرام موسم وغیرہ کی پابندی کے ساتھ انجام پائے تھے وہ تین چار سال بعد ٹھیک انہی قمری تاریخوں میں انجام نہیں پاتے۔ مثلاً اگر

۱۳۹۰ھ میں رمضان المبارک سخت سردی میں تھا تو ٹھیک وہی رمضان المبارک پانچ سال بعد ۱۳۹۵ھ میں سخت گرمی میں ہوتا ہے۔

ایسے ہی حج، زکوٰۃ، عید، بقرعیدہ وغیرہ کبھی سخت گرمی میں ہیں اور کبھی سخت سردی میں۔ اس میں شبہ نہیں کہ حج، زکوٰۃ، رمضان، عیدین وغیرہ خالص مذہبی تقریبات ہیں۔ مگر عرب کے لوگ ان تقریبات سے تجارتی معاشی اور معاشرتی فائدے بھی اٹھایا کرتے تھے اور مذہبی اور ثقافتی بھی،

بایں اعتبار حج اور دوسری مذہبی تقریبات عالمی تجارت کا علامتی نشان قرار پا گئی تھیں مگر قمری مہینے موسموں کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ اب جو انہوں نے دیکھے کہ حج، زکوٰۃ، رمضان، عیدین، وغیرہ کا وقت کبھی گرمی میں آجاتا ہے اور کبھی سردی میں۔ حضوصاً اس وقت جبکہ نہ اُن کے پاس فصلیں تیار ہوتی تھیں اور نہ خرید و فروخت کے لیے کوئی جانور۔ اس لیے انہوں نے غالباً یہودیوں سے سیکھ کر ''کبیسہ'' کا طریقہ رائج کیا یعنی دو تین سال بعد ایک ماہ کا سال میں اضافہ کرنے لگے۔ اس عمل کو قرآن مجید کی زبان میں ''نسی'' اور ہندوستان میں ''لوند'' یا لیپ کا سال کہتے ہیں۔

اس کا حسابی طریقہ یہ ہے کہ ہر تین سال بعد سال کو بارہ مہینوں پر تقسیم کرنے کی بجائے تیرہ مہینوں پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ مگر یہ اضافہ مہینہ وہ ہمیشہ سال کے آخر ہی میں نہیں بڑھاتے تھے بلکہ باری باری ہر مہینہ کے ساتھ اضافہ کیا جاتا تھا۔

یہ کام پہلے پہل جس حساب دان نے انجام دیا وہ قبیلہ کنانہ کا ایک شخص قلمس نامی تھا۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ قبیلہ کنانہ کا ایک سردار حج کے اجتماع میں اعلان کر دیتا کہ آئندہ فلاں ماہ میں حج ہوگا اور اضافی تیرھواں مہینہ اس دفعہ اس نے فلاں مہینے کے ساتھ بڑھا دیا ہے۔

اب یہ ہونے لگا کہ دو سال تک حج حقیقتاً ذی الحجہ میں ہوتا تو اس کے بعد محرم میں پھر صفر میں پھر ربیع الاول میں یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آجاتا کہ حج پھر ذی الحجہ میں آجاتا۔ مگر اس مدت میں ایک سال کا حج بیچ سے گم ہو جاتا۔

ایسے ہی عرب چار مہینوں کو حرمت والے مہینے قرار دیتے تھے۔ یہ مہینے رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم تھے۔

اب جب حج کے مہینے بدل دیئے گئے تو لازماً حرمت کے ان چار مہینوں میں بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ لہٰذا ان کی تعیین کا اعلان بھی ''ال قلمس'' کے فرائض میں داخل تھا کہ وہ حج کے موقعہ پر بتادیں کہ آیندہ حج کس مہینہ میں ہوگا۔ اور اشہر حُرم کون کون سے مہینے ہوں گے۔ یہ طریقہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع تک جاری رہا۔ مگر اس سال گردش کے بعد حج حقیقتاً ذی الحجہ کی ۹/ تاریخ کو جمعۃ المبارک کے دن ہوا۔ اس مبارک اور مسعود موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے حسبِ فرمان یہ اعلان جاری فرمایا کہ:

''اب زمانہ پھر صحیح وقت پر آ گیا ہے لہٰذا آیندہ نہ کبیسہ ہوگا اور نہ نسئی ہوا کرے گی۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

انما النسی زیادۃ فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاما ویحرمونه عاما لیواطوا عدۃ ما حرم الله فیحلوا ما حرم الله. (۳۷_التوبۃ۹)

''مہینوں کا ہٹا دینا کفر میں اور ترقی کرنا ہے۔ اس سے عام کفار گمراہ کیے جاتے ہیں۔ وہ کسی سال حرام مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں۔ اور کسی سال اسے حرام سمجھتے ہیں تاکہ اُن مہینوں کی جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے گنتی پوری کرلیں پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں'' چنانچہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے بعد ایک ہی طرح کا قمری سال شمار ہونے لگا اور بارہ ہی اس کے مہینہ طے پائے۔

ان عدۃ الشهور عند اللّٰه اثنا عشر شهرا فی کتاب اللّٰه یوم خلق السموٰت والارض منها اربعة حرم. (۳۶_التوبہ۹)

اثنا عشر شهرا فی کتاب اللّٰه کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ کتاب اللہ میں شہر کا استعمال کل ۱۲ مرتبہ ہی ہوا ہے۔ دیدہ باید۔

''سنین مروّجہ''

دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سال کا شمار ہوتا ہے۔ کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے اور کہیں کسی حادثے سے۔ کبھی یہ شمار ملکی فتوحات سے اور کبھی ارضی وسماوی تغیرات سے ہوتا ہے۔

''سنہ ہجری''

مگر مسلمانوں کا ہجری سال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے شروع ہوتا ہے یعنی جس سال آپ نے ہجرت فرمائی تھی اُسی سال کی پہلی محرم الحرام ۱ھ ہجری شمار ہوتا ہے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ سنہ ہجری کی ابتداء حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے تو سرکاری مراسلات میں تاریخ کا فقط اندراج لازمی قرار دیا تھا۔ ورنہ سنہ ہجری کی ابتداء خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہو چکی تھی۔ (تاریخ ابن عساکر جلد اول ورسالہ التاریخ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

''سنہ عیسوی''

آج جس شمسی کیلنڈر کو ہم عیسوی سنہ کہتے ہیں وہ دراصل وہ پرانا رومی کیلنڈر رہے جسے لوگوں نے بار بار ترمیم کیا ہے مگر ایک عیسائی راہب ڈیس ایگز لگوس'' نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف غلط حساب کر کے منسوب کر دیا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا حقیقتاً کوئی تعلق نہیں۔

''سنہ بکرمی''

ہندوستان میں راجہ بکرماجیت کے جشنِ تخت نشینی سے سنہ بکرمی کا آغاز ہوا۔
(ملخصاً ماخوذ از تقویم تاریخی علامہ عبدالقدوس ہاشمی)

اسلامی تاریخ کا شرعی حکم

اسلامی تاریخ کا یاد رکھنا فرض کفایہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان اس کو چھوڑ دیں تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے، اور اگر اکثر اس کو یاد رکھیں گے تو پھر سب مسلمان عذاب سے بچ جائیں گے۔

مسلمانو کرو رائج جہاں میں سال ہجری کا
مسلّم ہر طرف ہوجائے قیل و قال ہجری کا
رسولِ پاک کے امرِ ہجرت سے اس کی ابتداء ہے جب
تو پھر کیونکر نہ ہو محبوب ہم کو سال ہجری کا
کرو رائج جہاں میں دوستو اب تم سن ہجری
نہ لکھنا بھول کر بھی اب کہیں تاریخ انگریزی

بندۂ ناچیز وحقیر
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پہلا مہینہ
محرم الحرام
فضائل واحکام کے آئینہ میں

اسلام میں پہلا مہینہ

محرم الحرام

''مُحَرَّم'' اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے۔ اس میں م مضموم ح مفتوح اور رمشدد مفتوح پڑھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

اس کے لُغوی معنی معزز اور محترم کے ہیں۔ قرآن مجید میں بیت اللہ شریف کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے ضمن میں آیا ہے:

" ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم" (۳۷۔ابراہیم۔۱۴)

''اے اللہ! میں نے اپنی اولاد بے آب و گیاہ بستی میں تیرے گھر کے پاس بسائی ہے''

تشریح:

محترم گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ یہ اگرچہ اُس وقت منہدم حالت میں تھا۔ تاہم اس کی جگہ خوب جانی پہچانی اور سب کی نگاہوں میں محترم اور متبرک تھی۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

ان عدۃ الشھور عنداللّٰہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعة حرم ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم.

(۳۶۔توبہ۔۹)

''بے شک مہینوں کی تعداد تو اللہ کے نزدیک بارہ/۱۲ ہی ہے اُسی دن سے جب سے اُس نے زمین و آسمان بنائے۔ ان میں سے چار مہینے خصوصاً عظمت والے ہیں۔ پس ظلم نہ کرو اپنی جانوں پر ان مہینوں میں۔''

تشریح: ان عظمت والے چار مہینوں میں بالاتفاق پہلا مہینہ ''محرم الحرام'' کا

مہینہ ہے۔ باقی تین مہینے رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں۔

عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔ اسلام میں ان مہینوں کی عظمت اور حرمت اور زیادہ ہوگئی۔ (فلا تظلموا فیھن انفسکم) ان مہینوں میں طاعت مقبول تر اور معصیت قبیح تر قرار دی گئی ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے۔

"ان المعصیة فیھا اشد عقابا والطاعة فیھا اکثر ثوابا" کبیر

"لایبعة ان یعلم اللّٰہ تعالیٰ ان وقوع الطاعة فی ھذہ الاوقات اکثر تاثیرا فی طھارة النفس ووقوع المعاصی فیھا اقوی تاثیرا فی خبث النفس وھذا غیر مستبعد عند الحکماء. (تفسیر کبیر)

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علیؒ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ متبرک اوقات میں معصیت کی برائی شدید تر ہوتی ہے اور اسی پر متبرک مقامات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ تو وائے برحال اُن لوگوں کے جو اولیاء صالحین کے مزارات پر اور وہ بھی زمانہ عرس میں فجور و بدعات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ماہ محرم الحرام کو تشریفاً شہر اللہ کہا گیا ہے جیسے دوسرے مقامات پر کعبہ شریف کو بیت اللہ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقة اللّٰہ فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ محرم الحرام کی اسی بزرگی اور برتری کی بناء پر حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"افضل الصیام بعد رمضان شھر اللّٰہ المحرم"

رمضان کے بعد سب مہینوں سے زیادہ افضل محرم الحرام کے روزے ہیں۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ

من صام یوما من المحرم فلہ بکل یوم ثلاثون یوما. (غنیۃ الطالبین)

یعنی ایامِ محرم میں سے ایک یوم کا روزہ دوسرے مہینوں کے تیس/۳۰ ایام کے برابر ہے۔

شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت سی وجوہ نقل فرمائی ہیں۔منجملہ ان کے ایک یہ کہ جملہ کائنات و مافیہا سب اسی ماہِ محرم میں شرفِ وجود سے مشرف ہوئیں نیز کائنات کے دوسرے اہم اور مہتم بالشان کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے تک سب اسی مبارک اور محترم مہینہ میں سرانجام پائے۔(غنیۃ)

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت بھی اسی مہینہ میں واقع ہوگی(غنیۃ)

بناء بریں ہم اس مہینہ کو کائنات کا مبداء اور منتہیٰ قرار دے سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یقیناً انہیں خصوصیات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کے خاص الخاص دن یعنی یومِ عاشورہ کا روزہ رکھا اور آئندہ سال دو روزے رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی فرضیت سے پہلے یہی عاشورہ کا روزہ آپ پر اور آپ کی امت پر فرض تھا مگر چونکہ اس کا اہتمام زیادہ تر یہود اور نصاریٰ کیا کرتے تھے۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ سال ایک روزہ کے اضافہ کا فیصلہ فرمایا تاکہ یہود سے تشبہ بھی لازم نہ آئے اور اکتسابِ ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو۔

چنانچہ فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ:

صوموا عاشوراء وخالفوا فيه اليهود وصوموا قبله يوما او بعده يوما. (احمد)

عاشورہ کا روزہ رکھو تو ضرور رکھو مگر یہود سے امتیاز کے لئے آگے یا پیچھے ایک دن کا اضافہ کرلو۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:

"احتسب على الله ان يكفر السنة التى قبله"

یعنی مجھے غالب توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گزشتہ ایک برس کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

احادیث پاک کی رو سے فضائل محرم و عاشورا کا بیان

(۱)...... اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ یوم عاشوراء یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اہتمام نفلی روزوں میں عاشوراء کے روزہ کا فرمایا کرتے تھے۔

(۳)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ۱۰ھ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال میں اس دن کو پاؤں گا تو نویں محرم و دسویں یا دسویں و گیارہویں محرم کا روزہ رکھوں گا تا کہ یہودیوں کے روزے اور ہمارے روزوں میں امتیاز ہو سکے۔

(۴)...... حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کا نفلی روزہ روزہ دار کے لئے دو سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جس سال میں اس نے روزہ رکھا اور اس سے پہلے سال کا کفارہ ہوتا ہے۔ لیکن عاشوراء کا روزہ صرف ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

صوم یوم عرفة ان یکفر السنة والسنة التی بعده و صیام یوم عاشوراء احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله. (مسلم شریف)

نوٹ:۔ اس حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں روزے ہیں تو نفلی ان میں کوئی بھی واجب یا فرض نہیں ہے لیکن عرفہ کے روزہ کو عاشوراء کے روزے پر فضیلت ہے کیونکہ عاشوراء کا روزہ شریعت میں مشروع نہیں ہے اس روزہ کو آپ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہودیوں کو رکھتے ہوئے دیکھا اور دریافت فرمایا تو یہودیوں نے جواباً عرض کیا اس دن ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوّت عطا فرمائی تھی۔ اور اسی دن بفضل خدا انہوں نے دریائے نیل کو عبور کیا تھا ہم اس شکریئے میں یہ روزہ رکھتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا نحن احق باخی لنا موسی. ہم اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں اس روزہ کے رکھنے

کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی متابعت میں نہیں بلکہ ان کی موافقت میں رکھا تھا۔

(۵)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جو اُمّتی عاشورے کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت سفیان کہتے ہیں ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کیا تجربہ نے یہ ثابت کیا کہ پورے سال ہمارے رزق میں فراوانی رہی۔ جذبہ اتباعِ امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی یہی برکات وثمرات ہیں مسلمانوں کو اس حدیث پاک پر عمل کر کے برکات سے مستفید ہونا چاہیئے۔

محرّم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کیوں کہتے ہیں

علماء لغت نے جو توجیہ کی ہے اسے آپ پیشِ نظر رکھیں۔ پہلی توجیہ گنتی کے لحاظ سے جب ہم عربی میں ایک سے دس تک گنتی گنیں تو اس طرح ہے۔

واحدٌ	اثنان	ثلٰث	اربع	خمس	ست	سبع	ثمانیة	تسعة	عشرہ
ایک	دو	تین	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نو	دس

''عاشوراء'' دسواں دن۔ محرم کے دسویں دن کو اسی مناسبت سے عاشوراء کہتے ہیں۔

(۲)......وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن انبیاء کرام کو اللہ ربّ العزّت نے دس انعامات سے نوازا ہے اس لئے اسے عاشوراء کہا جاتا ہے جس کی تفصیل اس طریقہ پر ہے۔

(۱)......حضرت آدم علیہ السلام نے جب بھول کر درخت ممنوعہ کا پھل کھایا پھر فوراً ہی اپنی لغزش پر نادم ہو کر بارگاہِ خداوندی میں ان الفاظ کے ساتھ توبہ کی:۔

اے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر آپ کی بارگاہِ قدس سے ہمیں معافی نہ ملی اور ہم پر آپ نے رحم نہیں فرمایا تو یقیناً ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے۔ (سورۂ اعراف)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے فتاب علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی یہ دن عاشوراء کا تھا۔

(۲)...... حضرت ادریس علیہ السلام کو رفعتِ مکانی کی نعمت اسی دن حاصل ہوئی جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے۔ ورفعناہ مکانا علیا۔

ترجمہ:۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ادریس کے بارے میں یاد رکھئے وہ سچے نبی تھے ہم نے انہیں قرب وعرفان کے بہت اونچے مقام پر پہنچایا۔

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اور حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۳)...... قوم نوح نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں جب انہیں طوفان میں غرق کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عاشوراء کے دِن انعامِ خاص سے نوازا اور فرمایا:۔

اے نوح اب تم مع اپنے متبعین کے جو تمہارے ساتھ اس کشتی میں ہیں ہمارے بخشی ہوئی سلامتی کے ساتھ زمین پر اتر جاؤ اور ہمارے عطا کردہ برکتوں سے بھی مستفید ہوتے رہو انہی برکات میں سے حضرت نوح علیہ السلام کا آدم ثانی ہونا بھی ہے کیونکہ عام غرقابی کے بعد دوبارہ نسلِ انسانی حضرت نوح علیہ السلام سے پھیلی ہے۔

(۴)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام ۱۰/محرم کو پیدا ہوئے اسی روز اُنہیں نبوت عطا فرمائی گئی اور خلیل اللہ کا لقب عطا کیا گیا۔ یہی دن تھا جب آپنے نمرود کے شاہی مندر میں جا کر تمام بتوں کو توڑا اور اس کی سزا میں آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا یہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے اللہ ربّ العزّت نے فرمایا:۔

یانار کونی بردا وسلا ما علی ابراھیم

ترجمہ:۔ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا اور ہمارے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی بن جا۔

(۵)...... مشہور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ اسی دن قبول ہوئی جس کا ذکر سورۂ ص میں ہے:۔

ترجمہ:۔اور داؤد علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ ہم نے اُن کی آزمائش کی ہے تو اُنہوں نے اپنے رب کے حضور میں مغفرت کی درخواست کی تو ہم نے انہیں بھی معاف کر دیا اور توبہ کی قبولیت سے نوازا۔

(۶)...... حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں سے ملک نکل گیا تو عاشوراء کے روز رب کے حضور میں ان الفاظ سے دُعا کی:۔

ترجمہ:۔میرے پروردگار مجھے ایسا ملک (غلبہ) عطا فرما کہ میرے بعد کسی کے لئے ایسا ملک نہ ہو۔تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انہیں حکمرانی عطا فرمائی۔

(۷)......مشہور ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم اطہر پر آبلے پڑ گئے لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور خدائے قدوس کے حضور دُعا کی:۔

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرا حمین

ترجمہ:۔میرے رب مجھے تکلیف ومرض نے گھیر لیا ہے اور آپ ہی ارحم الرّاحمین ہیں۔

چنانچہ اسی دن یعنی دس محرم کو ان کی دُعا قبول ہوئی اور فرمایا ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا قبول کی اور اُن کی تکالیف کو دُور کر دیا۔

(۸)......عاشوراء کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل کو پار کیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق کیا گیا۔

(۹)......۱۰/محرم ہی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی رحمت بے پایاں سے نواز کر انہیں مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکالا اور فرمایا:

فنبذ ناه بالعراء وهو سقيم (الصّٰفّٰت)

ترجمہ:۔ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو کنارے پر لا ڈالا اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔

(۱۰)......جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا تو جیسا وعدہ فرمایا تھا:۔

ترجمہ:۔اے عیسیٰ میں تجھے آسمان پر اُٹھا لوں گا اور کافروں کے حربے سے پاک رکھوں گا۔(سورۂ مریم)

پھر جیسا سورۂ مائدہ پارہ (۶) کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے رب نے آسمان پر اُٹھالیا اور سولی پر چڑھائے جانے والے شخص کے بارے میں وہ شک وشبہ میں ڈال دیئے گئے یہ انعام حضرت عیسی علیہ السلام پر عاشوراء کے دن ہوا۔

یہ اجمالی تذکرہ تھا ان انعاماتِ خاص کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی اپنے انبیاء ورُسل پر اِس روز فرمائے جو عاشوراء کا دن کہلاتا ہے۔

سانحہ کربلا

یوم عاشوراء یعنی دس محرم کے دِن ہی سانحہ کربلا بھی واقع ہوا۔ جس میں حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو میدانِ کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ طوالتِ کلام کے سبب ہمیں اُس کے اسباب وعلل پر گفتگو کرنا اس لئے مناسب نہیں کہ یہ ایک موضوع ہی علیٰحدہ ہے اس پر طویل گفتگو کی جائے تو ایک علیحدہ کتاب لکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

حقیقت محرم

محرم باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، عربی میں تحریم کے دوسرے معانی کے ساتھ اس کے معنی تعظیم کرنے کے بھی آتے ہیں۔ تو محرم کے معنی معظم (عظمت والا) ہوئے۔ چونکہ یہ مہینہ عظمت کے قابل ہے اس لئے اس کا نام محرم ہے، زمانۂ اسلام سے قبل بھی محرم الحرام ان چار مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں مشرکین عرب جنگ وجدال اور قتل وقتال کو بند رکھتے تھے اور ابتداء میں اسلام نے بھی اس کے اندر قتال کے ممنوع ہونے کو باقی رکھا، مگر باتفاق امت حرمت قتال کا یہ حکم آیتِ قرآنیہ (فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم) (پارہ ۱۰) سے منسوخ ہو گیا اور اب ان مہینوں میں قتال جائز ہے۔ اگرچہ اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں قتال کی ابتداء نہ کی جائے۔

(شامی ص ۳۰۲ ج ۳)

پورا مہینہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہات کا محل ہے، اس مہینے میں جتنا ہو سکے عبادات میں کوشش کرنی چاہیے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے کو اس لئے فضیلت ملی کہ:

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی اور شیعہ لوگ اسی لئے اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس ماہ میں وہ کوئی تقریب اور خوشی کا کام نہیں کرتے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے یہاں یہ مہینہ محترم و معظم اور فضیلت والا ہے۔ لہٰذا اس میں نیک کام بہت کرنے چاہئیں۔

محرم کا روزہ

اس ماہ کو یہ بھی عزت حاصل ہے کہ اس کے اندر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں فرعون مصر کے ظالم و جابر ہاتھوں سے نجات پائی اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے دریائے نیل میں غرق ہوا اس لئے بطور شکریہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مہینے کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہم اس کے تم سے زیادہ حقدار اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم فرمایا۔ (بخاری ص ۲۶۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن کا روزہ رکھنا رمضان کے بعد تمام روزوں سے افضل ہے۔ (مسلم شریف ص ۳۶۸)

اس لئے اس کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور ملا لینا چاہیے، بہتر یہ ہے نویں دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے، اگر کسی وجہ سے نویں کا روزہ نہ رکھ سکے تو پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں کا روزہ رکھنا چاہیے۔ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

دسویں محرم اہل وعیال کے ساتھ

شریعتِ مطہرہ نے اس دن کے لئے یہ تعلیم بھی فرمائی ہے کہ اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں فراخی اور وسعت کی جائے تاکہ اس پر تمام سال فراخی رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں، حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

من وسع علی عیاله فی النفقه یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته.

(رواہ رزین، مشکوٰۃ ص ۱۷۰ والبیھقی فی شعب الایمان ص ۳۶۶،۳۶۵)

اس ماہ کی برکت وعظمت اور فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہو کر تجلیات رحمانی کا بڑا حصہ حاصل کیا جائے۔ مگر ہم نے محرم الحرام کے مہینے اور خاص طور پر اس کی دسویں تاریخ میں طرح طرح کی خود تراشیدہ رسومات وبدعات کا اپنے آپ کو پابند کر کے بجائے ثواب حاصل کرنے کے الٹا معصیت اور گناہ میں مبتلا ہو کر ہلاکت کا سامان فراہم کرلیا۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ماہ محرم فضیلت کی وجہ سے جس طرح اس میں عبادات کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح اس ماہ کے اندر گناہوں اور معصیت میں ملوث ہونے کے وبال وعتاب کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے، اس ماہ میں جن امور کی ہدایات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہیں وہ دو ہیں۔ ایک نویں دسویں، یا دسویں گیارہویں کا روزہ جو کہ سنت ہے، دوسرے دسویں کو حسب استطاعت اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت وفراخی کرنا جو کہ مستحب ہے۔ ان کے علاوہ جن بدعات ورسومات کا رواج ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے وہ سب قابل ترک ہیں ان میں سے بعض مروجہ بدعات ورسومات کا تذکرہ اس جگہ بھی کیا جاتا ہے۔

یوم عاشوراء کی چھٹی

دیکھا جاتا ہے کہ لوگ عام طور پر اس دن چھٹی کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ کئی وجوہ سے غلط ہے، ایک یہ کہ شیعوں کے سات مشابہت ہے اور ان کے عزائم وارادوں کو بڑھا دینا ہے اور ان منکرات کی تائید وتقویت ہے، دوسرے یہ کہ شیعہ اس دن ماتم کرتے ہیں، سخت مصیبت ومشقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، مسلمان چھٹی کر کے ان کے تماش گیر بن جاتے ہیں جبکہ منکرات کو دیکھنا بھی غلط ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تعزیہ کی بدعت

تعزیہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا بنانا رسومات میں داخل ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔ مال اچھی اور جائز کمائی سے ہونا چاہیے اور خرچ بھی صحیح مصرف میں ہونا چاہیے اور بعض عوام جہلاء تو تعزیہ کے سامنے نذر ونیاز کرتے ہیں جس کا کھانا

وما اهل به لغير الله میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑا ہونا اور عرضیاں لٹکانا اور اس کے دیکھنے کو ثواب سمجھنا سخت معصیت ہے اور بعض ان میں سے درجہ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اتعبدون ماتنحتون (کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو) میں داخل ہو کر موجب کفر و شرک ہے۔ العیاذ باللہ۔ (بارہ مہینوں کے فضائل واحکام ص ۹۱)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی نسبت اور ان کا نام اس پر چسپاں کرنا سخت حماقت ہے جو عقلاً و شرعاً ہر طرح سے منع ہے، نسبت سے بھی کسی شے میں تعظیم آجاتی ہے، لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ وہ نسبت سچی اور واقعی ہو۔

قارئینِ کرام!

ہمارے اس مختصر سے تجزیہ سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ماہ محرم الحرام کی یہ عزت وعظمت ہنگامی یا ناگہانی نہیں بلکہ یہ شان محرم کی ازلی اور ابدی شان ہے۔ ماہ محرم الحرام اپنے اس امتیاز میں کسی مکان و زمان کا پابند نہیں بلکہ خود زمان و مکان کسبِ شان میں محرم الحرام کے پابند ہیں۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ اسی مہینہ کی دس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے۔

☆......حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

☆......حضرت ادریس علیہ السلام کو درجات عالیہ عنایت فرمائے۔

☆......حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر اُتری۔

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منصبِ خُلت سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا ملا۔

☆......حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹائی گئی۔

☆......حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات بھی اسی روز ملی۔

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی روز نجات پائی۔

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

☆......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی روز اہلِ مکہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

اور شاید اسی مناسبت سے عرب اس دن کو ''یوم الزینۃ'' بھی کہتے ہیں۔

یہ سب واقعات ماہ محرم الحرام کے اس امتیاز اور افتخار کی زندہ دلیل ہیں جس کا تذکرہ ہم شروع میں مختصر طور پر کر چکے ہیں۔

یوں تو سال کے بارہ/۱۲ مہینوں کی ہر تاریخ کو کوئی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ یا سانحہ رونما ہوا ہے مگر سطورِ ذیل میں صرف ماہِ محرم الحرام میں رونما ہونے والے چند واقعات وحادثات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

ماہ محرم الحرام واقعات وحادثات کے آئینے میں

نمبر شمار واقعات وحادثات محرم الحرام مطابق کیفیت

۱۔ابرہہ بادشاہ یمن کی ہلاکت-پچپیس دن قبل-از ولادت باسعادت مطابق مارچ ۵۷۱ء

۲۔شعب ابی طالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محصوری-یکم محرم سنہ ۶ -۳۰/ستمبر ۶۱۵ء

۳۔نکاح حضرت فاطمۃ الزہر ہمراہ حضرت علیؓ- سنہ ۲ھ- جولائی سنہ ۶۲۳ء-اور اقوال بھی ہیں۔

۴۔غزوہ غطفان - سنہ ۳ھ- جون سنہ ۶۲۴ء

۵۔نکاح حضرت ام کلثومؓ بنت رسول ﷺ ہمراہ حضرت عثمانؓ-//-جولائی سنہ ۶۲۴ء قول دوم ربیع الاول ہے۔

۶۔سریہ ابی سلمہ مخزومیؓ - سنہ ۴ھ-۱۳/جون سنہ ۶۲۵ء

۷۔سریہ حضرت عبداللہ بن انیسؓ - // - ۱۷/ // //

۸۔سریہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ -۱۰/ // سنہ ۶ھ-یکم جون سنہ ۶۲۷ء

۹۔سلاطین کو دعوت اسلام -۱/ // سنہ ۷ھ-۱۱/مئی سنہ ۶۲۷ء

۱۰۔غزوہ خیبر - سنہ ۷ھ - مئی //

۱۱۔مراجعت مہاجرین حبشہ از حبشہ - // // - // //

۱۲۔وفد اشعریین کا قبول اسلام - سنہ ۷ھ - جون //

۱۳۔نکاح حضرت صفیہؓ ہمراہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم-محرم سنہ ۷ھ - جون سنہ ۶۲۸ء

۱۴۔غزوہ وادی القریٰ و تیماء - // // - // //

۱۵۔واقعہ لیلۃ التعریس و قضاء نماز فجر - // // - جولائی //

۱۶۔عام الوفود - // سنہ ۹ھ - اپریل سنہ ۶۳۰ء

۱۷۔عاملین زکوٰۃ کا باقاعدہ تقرر - // // - // //

۱۸۔سریہ ابن عیینہؓ - // // - // //

۱۹۔وفد نخع کی آمد -۱۵/رجب سنہ ۱۱ھ- ۱۱/اپریل سنہ ۶۳۲ء

۲۰۔طاعون عمواس - // سنہ ۱۸ھ - ۱۲/جنوری سنہ ۶۳۹ء

۲۱۔وفات حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ - // // - ۱۲/ // //

۲۲۔امارت حضرت معاویہؓ - المحرم سنہ ۱۹ھ - // سنہ ۶۴۰ء

۲۳۔ مصر میں حضرت عمرو بن العاصؓ کا داخلہ - // ۲۱ھ - دسمبر ۶۴۱ء

۲۴۔ فتح نہاوند - // ۲۲ھ - نومبر ۶۴۲ء

۲۵۔ شہادت حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی - ۱/ // ۲۴ھ - // ۶۴۴ء

۲۶۔ خلافت حضرت عثمان ذی النورینؓ - // // - // //

۲۷۔ فتح سابور - // ۲۶ھ - اکتوبر ۶۴۶ء

۲۸۔ فتح قبرص - // ۲۸ھ - ستمبر ۶۴۸ء

۲۹۔ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ - // ۳۶ھ - جون ۶۵۶ء

۳۰۔ واقعہ جنگ صفین مابین حضرت علیؓ و معاویہؓ - // ۳۷ھ - جون ۶۵۷ء قول (۲) ۱۰/ صفر ہے۔

۳۱۔ وفات اخوتؓ و حضرت عقبہؓ - // ۴۰ھ - مئی ۶۶۰ء

۳۲۔ فتوحات افریقہ - // ۴۵ھ - مارچ ۶۶۵ء

۳۳۔ وفات حضرت ابوایوب انصاریؓ میزبان رسول ﷺ - محرم ۵۱ھ - جنوری ۶۷۱ء

۳۴۔ وفات عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ - ۵۳ھ - دسمبر ۶۷۲ء

۳۵۔ وفات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ - ۵۵ھ - // ۶۷۴ء

۳۶۔ وفات حضرت جویریہؓ ام المومنین بنت حارث - ۱۰/ // ۵۰ھ - نومبر ۶۷۵ء مدفن جنت البقیع مدینہ

۳۷۔ وفات حضرت سمرۃ ابن جندبؓ - ۶۰ھ - اکتوبر ۶۷۹ء

۳۸۔ حادثہ کربلا و شہادت حضرت حسینؓ - ۱۰/ محرم ۶۱ھ - // ۶۸۰ء

۳۹۔ وفات مسلم ابن عقبہؓ - ۶۴ھ - اگست ۶۸۳ء

۴۰۔ خلافت مروان ابن الحکمؓ - ۶۵ھ - // ۶۸۴ء

۴۱۔ وفات حضرت عبداللہؓ ابن عمر - ۷۴ھ - مئی ۶۹۳ء قول ۱۲۔ ۱۱/ جمادی الآخر

۴۲۔ فتح فرغانہ - ۸۸ھ - دسمبر ۷۰۶ء

۴۳۔ فتح میورقہ و منورقہ - ۸۹ھ - // ۷۰۷ء

۴۴۔ وفات کریب مولیٰ حضرت ابن عباسؓ - ۹۸ھ - اگست // ۷۱۶ء

۴۵۔ فتح غور - ۱۰۸ھ - مئی ۷۲۶ء

۴۶۔ زید ابن علی کا خروج اور قتل - ۱۲۲ھ - دسمبر ۷۳۹ء

۴۷۔ مراکش و الجیریا میں جنگ - ۱۲۳ھ - نومبر ۷۴۰ء

۴۸۔ میسرہ کی مغرب میں بغاوت۔ ۱۲۴ھ - نومبر ۷۴۱ء

۴۹۔ ضحاک خارجی کا خروج اور قتل - ۱۲۸ھ - اکتوبر ۷۴۵ء

۵۰۔ فتنہ اباضیہ - ۱۳۰ھ - ستمبر ۷۴۶ء

۵۱۔ ابومسلم کا خراسان پر قبضہ - ۱۳۱ھ - اگست ۷۴۸ء

۵۲۔ بنی امیہ کا قتل عام - ۱۳۳ھ - اگست ۷۵۰ء

۵۳۔ وفات عطاء بن السائب الکوفیؒ - محرم ۱۳۶ھ - جولائی ۷۵۳ء

۵۴۔ خلافت منصور العباسی - // ۱۳۷ھ - جون ۷۵۴ء

۵۵۔ قیصر روم کی شکست - // ۱۳۸ھ - // ۷۵۵ء

۵۶۔ فرقہ راوندیہ کی ابتداء - // ۱۴۱ھ - مئی ۷۵۸ء

۵۷۔ وفات محمد ابن اسحاق اخباری - // ۱۵۱ھ - جنوری ۷۶۸ء

۵۸۔ مسجد نبوی میں توسیع - // ۱۶۱ھ - اکتوبر ۷۷۷ء

۵۹۔ وفات خلیفہ المہدی العباسی - // ۱۶۹ھ - جولائی ۷۸۵ء

۶۰۔ جعفر برمکی کا قتل - // ۱۸۷ھ - دسمبر ۸۰۲ء

۶۱۔ آذربائیجان میں خرامیہ کا ظہور - // ۱۹۲ھ - نومبر ۸۰۷ء

۶۲۔ خلیفہ امین و مامون کے درمیان جنگ - // ۱۹۵ھ - اکتوبر ۸۱۰ء

۶۳۔ وفات ابونواس شاعر - // ۱۹۶ھ - ستمبر ۸۱۱ء

۶۴۔ خلیفہ امین الرشید کا قتل وخلافت المامون - // ۱۹۸ھ - // ۸۱۳ء

۶۵۔ دولت اغلبیہ کی ابتداء - // ۲۰۱ھ - جولائی ۸۱۶ء

۶۶۔ وفات یحیٰ ابن مبارک نحوی - // ۲۰۲ھ - // ۸۱۷ء

۶۷۔ تفضیل علی کا سرکاری حکم - // ۲۱۱ھ - اپریل ۸۲۶ء

۶۸۔ شہر طوانہ کی تعمیر - // ۲۱۸ھ - جنوری ۸۳۳ء

۶۹۔ شہادت احمد الخزاعیؒ - // ۲۳۱ھ - ستمبر ۸۴۵ء

۷۰۔ متوکل نے کربلاء کے تمام نشانات مٹادیئے۔ // ۲۳۶ھ - جولائی ۸۵۰ء

۷۱۔ دولت صفاریہ کی ابتداء - // ۲۵۴ھ - مئی ۸۵۰ء

۷۲۔ مصر پر عباسیوں کا قبضہ - // ۳۰۹ھ - مئی ۹۲۱ء

۷۳۔وفات امام ابو جعفر الطحاویؒ - محرم ۳۲۱ھ - جنوری ۹۳۳ء قول ۲۔۲ ذیقعدہ ہے۔
۷۴۔نوحہ، ماتم اور مراسم محرم کی ابتداء - // ۳۵۲ھ - جنوری ۹۶۳ء
۷۵۔سرکاری طور پر جبراً ماتم کروایا گیا - // ۳۵۶ھ - دسمبر ۹۶۶ء
۷۶۔دمشق پر فاطمیوں کا قبضہ - // ۳۶۰ھ - نومبر ۹۷۰ء
۷۷۔نوبت بجنے کی ابتداء - // ۳۶۸ھ - اگست ۹۷۸ء
۷۸۔دنیا کی سب سے بڑی رصدگاہ بغداد میں تعمیر ہوئی - // ۳۷۸ھ - اپریل ۹۸۸ء
۷۹۔ایک مصری باطنی نے حجر اسود کو ہتھوڑے سے توڑ دیا - // ۴۱۳ھ - // ۱۰۲۲ء
۸۰۔بغداد میں اذان کے ساتھ نوبت بجنے کی بدعت - // ۴۳۶ھ - جولائی ۱۰۴۴ء
۸۱۔وفات یوسف بن تاشقین بانی مراکش - // ۵۰۰ھ - ستمبر ۱۱۰۶ء
۸۲۔فصیل قاہرہ کی بنیاد - // ۵۷۲ھ - جولائی ۱۱۷۶ء
۸۳۔ہلاکو خاں نے بغداد کو تاراج کیا - // ۶۵۶ھ - جنوری ۱۲۵۸ء
۸۴۔وفات مولانا جلال الدین المحلیؒ - // ۸۶۴ھ - اکتوبر ۱۴۵۹ء
۸۵۔وفات حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج - ۵ محرم ۶۶۴ھ - // ۱۲۶۵ء
۸۶۔وفات مولانا جامؔی شارح کافیہ - // ۸۹۸ھ - اکتوبر ۱۴۹۲ء
۸۷۔حکومت شیر شاہ سورؔی - // ۹۴۷ھ - مئی ۱۵۴۰ء
۸۸۔وفات علامہ فیضی - // ۱۰۰۴ھ - ستمبر ۱۵۹۵ء
۸۹۔وفات مرزا عبدالقادر بیدؔل - // ۱۱۳۳ھ - نومبر ۱۷۲۰ء
۹۰۔وفات میر تقی خیاؔل - // ۱۱۷۰ھ - ستمبر ۱۷۵۶ء
۹۱۔وفات مرزا مظہر جان جاناںؒ - // ۱۱۹۵ھ - دسمبر ۱۷۸۰ء
۹۲۔وفات میر تقی میؔر - // ۱۲۲۵ھ - فروری ۱۸۱۰ء
۹۳۔دارالعلوم دیوبند کا قیام - ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ - مئی ۱۸۶۶ء
۹۴۔وفات حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ - // ۱۳۵۱ھ - مئی ۱۹۳۲ء

☆☆☆☆☆☆☆

دوسرا مہینہ
صفر المظفر
فضائل واحکام کے آئینہ میں

دوسرا مہینہ ماہِ صفر المظفر

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ

''صفر'' اسلامی سال کا دوسرا قمری مہینہ ہے۔ اس میں صؔ۔ فؔ مفتوح اور رؔ ساکن پڑھی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ خالی کے ہیں۔

علامہ علم الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''**المشھور فی اسماء الایام والشھور**'' میں راقمطراز ہیں کہ:

سمی الصفر بذالک لخلوبیوتھم منھم عین یخرجون اتصال والاسفار ویتال صفر المکان اذا خلا.

یعنی ماہِ صفر کا نام صفر اس لئے رکھا گیا ہے کہ عرب خصوصیت کے ساتھ اس مہینے میں اُن مختلف جنگی اور تجارتی سفروں کے لئے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر نکل جایا کرتے تھے جو اس سے پہلے مہینہ محرم الحرام کے تقدس اور بزرگی کی وجہ سے موقوف رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ''صفر المکان'' کا محاورہ اب بھی ہر اس مکان پر بولا جاتا ہے جو اپنے مکینوں سے خالی ہو۔

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنی لغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے، کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں مذہبی طور پر ان کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی شریعتوں میں ان چار مہینوں کے اندر جہاد وقتال منع تھا ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اشھر حرم'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔ اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اس جنگجو قوم کے لئے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی، لہٰذا وہ لوگ جنگ، لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (ابن کثیر تفسیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے، یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنی کامیابی و کامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا، اور آج بھی اس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس مہینے میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات) منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں۔ جبکہ اسلامی اعتبار سے اس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اسی وجہ سے احادیثِ مبارکہ میں اس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ اس لئے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تا کہ اس کو منحوس اور شر وآفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے۔ اور اس مہینے میں انجام دیئے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اس کی تردید

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

(۱) ان اصفر البیوت من الخیر البیت الصفر من کتاب اللہ. (الحدیث)

''بے شک وہ گھر یقیناً خیر و برکت سے خالی ہیں جو اللہ کی کتاب سے خالی ہوں''

تشریح: یعنی کتاب اللہ قرآن شریف کسی طرح بھی اُن گھروں میں موجود نہیں نہ خوبصورت عمل، نہ بصورتِ تلاوت اور نہ بصورتِ نسخہ قرآن شریف۔

(۲) دوسری جگہ فرمایا کہ:

صفرة فی سبیل اللہ خیر من حمر النعم (الحدیث)

''اللہ کی راہ میں خالی پیٹ رہنا سرخ اونٹ خیرات کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے''

(۳) تیسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

ان یردھما صفرا . (الحدیث)

یعنی اللہ رب العزت کوشرم آتی ہے کہ اپنے سے مانگنے والے کو خالی ہاتھ لوٹا دے''

''صفر'' کے اس لغوی معنیٰ کے علاوہ کچھ مرادی اور مجازی معانی بھی مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے سونا، پیتل، زردرنگ، خشک گھاس، صفراوی امراض، نحوست، شگونِ بد، عمدہ خوشبو، وغیرہ وغیرہ۔

مگر اب یہ معانی کثرتِ استعمال کی وجہ سے بمنزلہ لغوی معانی سے کم معلوم ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب مجازی اور مرادی معانی ہیں۔ حقیقی معنیٰ صرف ''خالی'' ہی کے ہیں۔ البتہ شریعتِ اسلامیہ میں اس مہینہ کو صفر صرف اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ یہ بھی محرم الحرام کی طرح معصیت اور گناہ سے خالی رہے۔

رہے نحوست اور مرض یا بدشگونی کے معنیٰ، تو وہ ایک لفظ کا معنیٰ مجازی یا مرادی ہونے کی حد تک تو صحیح ہیں لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ ماہِ صفر مہینہ ہی مرض اور نحوست کا مہینہ ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ مخبرِ صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مشرکانہ عقائد ونظریات کی سخت تردید بھی فرما چکے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ گرامی ہے۔

لاعدوی ولاصفر ولاھامة ولاغول ولاطیرة ولاالنواء. (الحدیث)

یعنی چھوٹ، نحوست، بدشگونی، شیطانی گرفت، بدفالی اور ستاروں کے اثرات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

تشریح: ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ذاتی طور پر ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا ہے۔ البتہ انسان کی اپنی اعتقادی کمزوری اور علمی بے بضاعتی کا بھی اس میں بڑا دخل ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک لن ینفعوک وان الامة لو اجتمعت علی ان یضروک لن یضروک جفت القلم. (الحدیث)

یعنی ساری کائنات مل کر بھی تیرا نفع اور نقصان نہیں کرسکتی،

اس لئے کہ قضاوقدر کا قلم اب خشک ہو چکا ہے۔

یعنی اب کسی بھی قسم کے حک واضافہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی لہٰذا نہ چھوت کا کوئی اثر ہے اور نہ نحوست کا، نہ بدشگونی کی کوئی حیثیت ہے اور نہ بدفالی کی۔ نہ شیاطین کوئی اختیارات رکھتے ہیں اور نہ ستارے کوئی اثرات۔ بلکہ "الزمان کله خیر" زمانہ تو سارے کا سارا ہی خیر ہے کوئی مہینہ اور کوئی دن بحیثیت مہینہ اور دن قطعاً منحوس نہیں۔ متبرک اور منحوس تو انسان کے اپنے اعمال ہوتے ہیں اور انہی پر خیر وشر کا دارومدار ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم وخس

یعنی بارش تو اپنی جملہ خوبیوں سمیت ہی برستی ہے مگر باغ میں پھول اُگتے ہیں اور شورزمین میں کانٹے۔

بہرحال وقت بحیثیت وقت سارے کا سارا ہی خیر ہے۔ کوئی گھڑی بھی منحوس نہیں۔ محرم کی ہو یا صفر کی ربیع الاول کی ہو یا ربیع الآخر کی۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس آخر تک۔

حدیثِ قدسی ہے کہ "لاتسبوا الدھر فانی انا الدھر" (الحدیث)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ زمانے کو بُرا نہ کہو کیونکہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔

قارئینِ کرام: اس مختصر سے تجزیہ کے بعد ہم بلاخوفِ تردید یہ کہ سکتے ہیں کہ ماہِ صفر کسی طرح بھی منحوس یا غیر متبرک نہیں بلکہ یہ مبارک اور محترم مہینہ ہر طرح ہی مظفر اور منصور مہینہ ہے اس میں ہونے والے واقعات ہمارے اس دعویٰ کی زندہ دلیل ہیں۔ جیسا کہ آپ آئندہ چل کر خود ملاحظہ فرمالیں گے۔

ہمارے خیال میں شاید اسی بناء پر حضراتِ علماء کرام صفؔر کے ساتھ مظفؔر کا بھی باقاعدہ اضافہ تحریر فرماتے ہیں اور عاملین وصوفیاء نے بھی اسی بناء پر "حزب البحر" جیسا اہم اور کامیاب عمل اسی مظفر ومنصور مہینہ میں کمانا طے کیا ہے جس کا اعجاز حضرت شاہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑی مشکل اور مصیبت میں فرما چکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حزب البحر کی شرح میں مفصل طور پر اس واقعہ کو

نقل فرمایا ہے۔

ایک شبہ اوراس کا ازالہ

بعض کتب تصوف میں ایک حدیث لکھی ہوئی ہے کہ من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة . یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ماہِ صفر کے گذر جانے کی مجھ کو خوشخبری دے گا تو میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا۔

اس سے بعض لوگوں نے ماہِ صفر کی نحوست پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ صفر سے بیزار تھے۔

مگر یہ دلیل کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ نہ تو یہ حدیث بحیثیت حدیث ثابت ہے اور نہ ہی اس کا منشا ہے جو بیان کیا گیا ہے اس لئے کہ آپ کی وفات تو یقیناً ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ خود بھی لقاء الٰہی کے بے حد مشتاق تھے، اس بناء پر حدیث کا صحیح اور درست مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص ماہِ صفر کے گذرنے کی مجھے خوشخبری دے گا جس کا گویا میں خود منتظر ہوں تا کہ اس کے گذر جانے کے بعد میں جلدی اپنے محبوبِ حقیقی سے جاملوں ۔تو میں اسی خوشی میں اس کو جنت کی خوشخبری دونگا۔

یہ توجیہ ہم نے علی سبیل التسلیم کی ہے ورنہ اصل جواب وہی ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں ۔لہٰذا دعویٰ نحوست بالکل بلا دلیل رہا۔

رسمِ چہار شنبہ:

بعض جگہ لوگ ماہ صفر المظفر کے آخری چہار شنبہ یعنی بدھ کو ایک تہوار مناتے ہیں اور ایک دوسرے کو عیدی دیتے ہیں اوراس کی بناء پر یہ ذکر کرتے ہیں کہ ؎

آخری چہار شنبہ آیا غسلِ صحت نبی نے فرمایا

یہ رسم بالکل لغو اور ایجاد فی الدین ہے۔ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ۔ایسی رسوم انجام دینے والے لوگوں کو علماء نے بالاتفاق بدعتی لکھا ہے۔ کسی نے کتنا اچھا کہا ہے ؎

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر ہست چوں شنبہ ہائے دیگر
نہ حدیث شدہ دراں وارد نہ درو عید کرد پیغمبر

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بانی بریلوی دین ومذہب بھی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفاتِ مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اسی دن ابتدائی ابتلاء تھی۔

(احکامِ شریعت ص ۱۸۳ ج ۲)

غلط عقیدہ

ماہِ صفر المظفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں۔ اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے اور لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے۔ اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ خصوصاً ماہِ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ منحوس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔

ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ (بدھ) کو لوگ بہت مناتے ہیں اور اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں، سیر وتفریح کو جاتے ہیں، پوریاں پکاتے ہیں۔ نہاتے دھوتے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سردارِ دوجہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے اس روز صحت کا غسل فرمایا تھا۔ اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ ان دنوں سید العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا۔ وہ باتیں خلافِ واقع ہیں۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں۔ اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان سب خرافات کو مندرجہ ذیل احادیث رد کرتی ہیں۔ حدیثیں بمعہ ترجمہ لکھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین۔

۱: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوٰی ولا ہامۃ ولا نوء ولا صفر. رواہ مسلم

(مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ نہ متعدی بیماری ہے اور نہ ہامہ اور نہ منزل قمر اور نہ صفر۔ روایت کیا اس کو امامِ مسلم نے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔ جس کا معنیٰ قمر کی منزلیں ہیں۔ وہ اٹھائیس منزلیں ہیں۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ جب چاند ان منازل کے بعض منزل میں آتا ہے تو بارش ہوتی ہے۔ تو شارع نے اس کا ابطال فرمایا کہ نزولِ باراں بتقدیر الٰہی ہے۔

۲: عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لا عدویٰ ولا هامة ولا صفر فقال اعرابی یا رسول الله فما بال الابل تكون فی الرمل لكانها انطباء فيخالطها البعير الاجرب فيجربها فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فمن اعدی الاول رواه البخاری. (مشکوٰۃ ص۳۹۱)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرض متعدی ہونا نہیں اور نہ ہامہ ہے اور نہ صفر۔ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اس کی کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح (صاف ستھرا) ہوتا ہے۔ اور خارشی اونٹ جب اس سے مل جاتا ہے تو اسے بھی خارشتی کر دیتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا پہلے کو کس نے مرض لگا دیا یعنی جس طرح پہلا اونٹ خارشتی ہو گیا تو دوسرا بھی ہو گیا۔ مرض کا متعدی ہونا غلط ہے۔

۳: عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لا عدویٰ ولا طيرة ولا هامة ولا صفر وفر من المجذوم كما تفر من الاسد. رواه البخاری. (مشکوٰۃ ص۳۹۱)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ عدوی نہیں یعنی

مرض کا متعدی ہونا نہیں اور نہ بدفالی ہے اور نہ ہامہ ہے نہ صفر۔ اور مجذوم سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

مجذوم سے بھاگنے کا حکم سدّ ذرائع کے قبیل سے ہے کہ اگر اس سے میل جول میں دوسرے کو جذام پیدا ہو جائے تو یہ خیال ہوگا کہ میل جول سے پیدا ہوا ہے اس خیال فاسد سے بچنے کے لئے یہ حکم ہوا کہ اس سے علیحدہ رہو۔

حدیثِ پاک کی تشریح

لاعدوی کا مطلب یہ ہے کہ ایک بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ جو شخص بیمار کے ساتھ بیٹھتا ہے یا اس کے ساتھ کھاتا پیتا ہے تو اس کی بیماری اس کو بھی لگ جاتی ہے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے حکیم اور ڈاکٹر بھی، کہتے ہیں کہ بعض متعدد بیماریاں ہیں۔ مثلاً جذام، خارش، چیچک، آبلہ، گندہ دہنی اور امراضِ وبائیہ۔

مگر حکیموں کے حکیم جناب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے اس جاہلانہ عقیدہ کو باطل قرار دیا ہے اور واضح فرمایا کہ بیماری کوئی بھی ہو ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی۔ بلکہ قادرِ مطلق نے جیسا کہ ایک کو بیمار کیا ہے اسی طرح دوسرے کو بیمار کر دیتا ہے۔

ولاطیرۃ. عرب کی عادت تھی کہ شگون لیتے تھے۔ بایں طریق کہ جب کسی کام کا قصد کرتے یا کسی جگہ جاتے تو پرندہ یا ہرن کو چھچکارتے۔ اگر یہ دائیں طرف بھاگتا تو اسے مبارک جانتے اور نیک فال لیتے اور اس کام کے لئے نکلتے۔ اور اگر بائیں طرف بھاگتا تو اسے نحس اور نا امید جانتے اور کام سے باز رہتے۔ تو شارع علیہ السلام نے فرمایا لاطیرۃ یعنی شگون بد لینے کو حصول منفعت اور دفع ضرر میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اور اس عقیدہ کو باطل قرار دیا۔

ولاھامۃ. ہامہ کے معنی سَر کے ہیں۔ اور یہاں مراد ایک جانور کا نام ہے۔ عرب لوگوں کا زعم باطل تھا کہ یہ جانور میت کی ہڈیوں سے پیدا ہوتا ہے جو اڑتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ مقتول کے سر سے ایک جانور باہر نکلتا ہے۔ اس کا نام ہامہ ہے اور ہمیشہ فریاد کرتا ہے کہ مجھ کو پانی دو۔ یہاں تک کہ اس کا مارنے والا مارا جاتا ہے۔

اور بعض کہتے تھے کہ مقتول کی روح جانور بن جاتی ہے اور فریاد کرتی ہے تاکہ کینہ اپنے مارنے والے سے اپنے ہاتھ سے لیوے۔ جب کینہ لے لیتا ہے تو اُڑ جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ ہامہ اُلو کو کہتے ہیں۔ جس وقت کہ کسی کے گھر میں آبیٹھتا ہے اور بولتا ہے تو گھر ویران ہوجاتا ہے۔ یا کوئی مرجاتا ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی بعض لوگوں کا بھی یہی خیال ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عقیدہ کو **لاھامۃ** فرما کر باطل بتایا۔

ولاصفر. صفر نہیں۔ اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ بعضوں کے نزدیک صفر سے مراد یہی مہینہ ہے جو محرم شریف کے بعد آتا ہے۔ عوام اس کو محل نزول بلا اور حوادثات وآفات کا جانتے ہیں۔ یہ اعتقاد بھی بے اصل اور باطل ہے۔

اور بعضوں کے نزدیک صفر ایک سانپ ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے اور عرب کا زعم ہے کہ وہ سانپ بھوک کے وقت کاٹتا ہے اور ایذاء دیتا ہے اور بھوک کے وقت جو ایذاء ہوتی ہے اسی سے ہوتی ہے اور ایک آدمی سے دوسرے میں سرایت کرجاتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم شریف میں لکھا ہے کہ صفر وہ کیڑے ہیں جو بھوک کے وقت کاٹتے ہیں۔ کبھی اس سے آدمی کا بدن زرد ہوجاتا ہے اور کبھی ہلاک پس شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ یہ سب باطل ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۲۰)

صفر کے متعلق جاہلیت کے عجیب وغریب توہمات اور خیالات

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں ''صفر'' کے متعلق اہلِ عرب کے مختلف اور عجیب وغریب خیالات اور توہمات تھے اور آج بھی زمانۂ جاہلیت سے کچھ ملتے جلتے خیالات اور توہمات پائے جاتے ہیں۔ حضراتِ محدثین کرام واکابرِ عظام رحمہم اللہ نے ان توہمات وخیالات کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اُس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

ماہِ صفر اور ''نسئ'' کی رسم

عرب میں پہلے سے یہ معمول چلا آرہا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار

مہینے یعنی ''ذوالقعدہ، ذوی الحجہ، محرم، رجب'' خاص ادب واحترام کے مہینے شمار ہوتے تھے۔ان چار مہینوں کو ''اشھر حرم'' کہا جاتا ہے۔یعنی ایسے مہینے جو کہ حرام ہیں۔اور حرام سے مراد احترام اور عظمت والے ہیں۔ان مہینوں میں خون ریزی اور جدال وقتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا۔وہ لوگ اس زمانہ میں حج وعمرہ اور تجارتی کاروبار وغیرہ کے لئے امن وامان کے ساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے۔اس زمانہ میں کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا۔اسلام کے آنے سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت وجہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض بعض قبیلوں کی درِندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو '' نسیء'' کی رسم نکالی گئی۔یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ، محرم کے مہینے میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ اس سال ہم نے محرم کو ''اشھر حرم'' سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ پُرانے دستور کے مطابق محرم کا مہینہ حرام اور صفر کا مہینہ حلال رہے گا۔اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں اپنی خواہش کے مطابق ردوبدل کرتے رہتے تھے۔گویا جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے کفر اور گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا (تفسیر عثمانی) اس نسیٔ کی رسم پر قرآن مجید نے اس طرح سخت گرفت فرمائی۔

انما النسیء زیادۃ فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاما ویحرمونه عاما لیواطئوا عدۃ ماحرم اللّٰہ فیحلوا ماحرم اللّٰہ زین لھم سوء اعمالھم واللّٰہ لا یھدی القوم الکٰفرین۔ (سورۃ توبہ آیت ۳۷)

یعنی: یہ (مہینوں یا اُن کے احترام کا اپنی جگہ سے) ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے، جس سے (عام) کفار (مزید) گمراہ کئے جاتے ہیں (اس طور پر) کہ وہ اس حرام (احترام والے) مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال

(جب کوئی غرض نہ ہو) حرام قرار دے دیتے ہیں تا کہ ان مہینوں کی (صرف) گنتی پوری کرلیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے، پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کے لئے مزین کردیئے گئے اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (کیونکہ یہ خود ہدایت کے راستہ پر آنا نہیں چاہتے) (بیان القرآن بتغیر)

فائدہ: عرب کے مشرکین نے ان مہینوں کے آگے پیچھے کو یہ سمجھا تھا کہ اس طرح ہماری نفسانی اغراض فوت نہ ہونگی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں اور زیادتی ہے، جس سے ان کفار کی گمراہی اور بڑھتی ہے کہ وہ احترام والے مہینہ کو کسی سال تو احترام والا قرار دے دیں اور کسی سال اس کی خلاف ورزی کو حلال کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ صرف گنتی پوری کر لینے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی بلکہ جو حکم جس مہینے کے لئے دیا گیا ہے اسی مہینے میں اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ (معارف القرآن بتغیر)

''صفر'' اور بدفالی

زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا صفر کے متعلق یہ گمان تھا کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں، آفتیں، نازل ہوتی ہیں۔ اور یہ مہینہ نحوست، پریشانیوں اور مصائب والا ہے، نیز اہلِ عرب صفر کا مہینہ آنے سے بدفالی بھی لیا کرتے تھے۔

''صفر'' اور پیٹ کا کیڑا

بعض اہلِ عرب کا یہ گمان تھا کہ صفر سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کے ڈستا اور کاٹتا ہے چنانچہ بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

''صفر'' اور پیٹ کی بیماری

بعض اہلِ عرب کا یہ نظریہ تھا کہ صفر سے مراد پیٹ کا وہ مرض یا درد ہے جو بھوک

کی حالت میں اُٹھتا اور بھڑ کتا یا جوش مارتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی ماردیتا ہے اور نیز اہلِ عرب اس کو خارش کے مرض والے سے بھی زیادہ متعدی سمجھتے تھے۔

''صفر'' اور یرقان

بعض کے نزدیک صفر ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہوجاتا ہے (جس کو طب کی زبان میں ''یرقان'' کہا جاتا ہے) اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ جبکہ اسلام نے ان تمام مذکورہ خیالات ونظریات کو باطل اور غلط قرار دیا ہے۔

(مرقاۃ، تکملہ فتح الملہم، ماثبت بالسنہ بتصرف)

لیکن افسوس ہے کہ قرآن وحدیث کی ان واضح ہدایات کے باوجود جاہلیت کی بہت سی رسمیں مسلم معاشرہ میں اب بھی پائی جاتی ہیں اور اس کا لحاظ اس درجہ کیا جاتا ہے کہ جاہلیت بھی شرما جائے۔ ذیل میں ان غلط رسموں میں سے مشت نمونہ از خروارے۔

ماہِ صفر سے متعلق موجودہ دور کی توہم پرستیاں

آج پھر مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی کمی کی وجہ سے بعض ایسے خیالات پیدا ہوگئے ہیں جن کا دین وشریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسی جہالت کے نتیجے میں آج بھی زمانۂ جاہلیت کے ساتھ ملتی جلتی مختلف توہم پرستیاں ماہِ صفر کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ جو مختصراً ذیل میں درج ہیں۔

ماہِ صفر اور تیرہ تیزی

بعض لوگ اور خاص کر خواتین نے تو اس مہینے کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا ہے اور اس مہینے کو اپنے گمان میں تیزی کا مہینہ سمجھ لیا ہے۔ اس کی حتمی اور قطعی وجہ تو معلوم نہیں ہوسکی کہ اس مہینے کو تیرہ تیزی کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے، ممکن ہے کہ اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا نام اس لئے دیا گیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ وفات جو اس مہینے میں شروع ہوا تھا وہ مشہور روایات کے مطابق تیرہ دن مسلسل جاری رہا تھا، جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا وصالِ مبارک ہو گیا تھا اس سے جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تیرہ دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید، بھاری یا تیز ہو گیا ہو، اگر یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

ماہِ صفر اور ابتدائی تیرہ دن

بعض جاہل لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی تیرہ روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور تیز یا بھاری ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کی پہلی تاریخ سے لے کر تیرہ تاریخ تک کے دنوں کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں۔ تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ابتدائی تیرہ دنوں سے متعلق اس غلط خیال کی وجہ سے ہی اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہو۔ یہ بھی شریعت پر زیادتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں کی نفی فرمادی۔

ماہِ صفر اور جنّات کا آسمانوں سے نزول

بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینے میں لنگڑے لولے اور اندھے جنات آسمان سے اترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں بسم اللہ کر کے قدم رکھو کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو۔

بعض لوگ اس مہینہ میں صندوقوں، پیٹیوں اور در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تاکہ جنات بھاگ جائیں۔

ماہِ صفر میں بعض غلط رسومات

اس مہینہ میں عورتیں کہتی ہیں کہ جنات کا زمین پر نزول اس مہینے میں بہت کثرت سے ہوتا ہے اور اتنے شدید خوف اور ڈر میں مبتلا ہوتی ہیں کہ زمین پر رات کے وقت چلتی ہوئی کہتی جارہی ہیں کہ ہوش، ہوش، خبردار۔ یعنی اپنی زعم میں جنات کو بیدار کرتی ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں جنات پر پاؤں رکھے اور اس کے بدلہ میں پھر ہمیں اذیت

پہنچائیں۔ نیز بچوں کے بارے میں حد سے زیادہ احتیاط کرتی ہیں۔ واضح رہے کہ جنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ان کا زمین پر چلنے اور انسانوں کی بعض دفعہ اذیت دینے سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن ماہ صفر میں خصوصی طور پر کثرت نزول اور اذیت خواہ مخواہ پہنچانا دلیل شرعی کے بغیر خالص وہم ہے نیز اسلام اس درجہ بزدلی کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

مکڑی کے جالے صاف کرنا

بعض علاقوں میں یہ رسم بھی جاری ہے کہ جب صفر کا مہینہ گزر جائے عورتیں مکڑی کے جالے صاف کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ ''اے صفر چلا جا، اے صفر چلا جا''۔ مکڑی کے جالے صاف کرنا شریعت کی رو سے جائز بلکہ بہتر ہے لیکن مذکورہ قیودات کی پابندی کی وجہ سے رسم پرستی ہے۔

گھی، چینی یا گھڑ کی روٹی پکانا

بعض مسلمان عورتیں اس مہینہ کے آخری بدھ کو روٹی پکا کر کوٹ کر اس کے ساتھ گھی اور چینی یا گڑ ملا کر خود کھاتی ہیں اور خیرات بھی دیتی ہیں اور اس کے بارے میں کہتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام آخری بدھ کو بیماری سے صحت یاب ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشی میں ایسا طریقہ اختیار کیا تھا۔ ہمارے علاقہ میں اس طعام کو پشتو میں ''چوری'' کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس میں چینی یا گڑ ملا کر تیار کی جاتی ہے لہٰذا ماہ صفر کا نام غالباً اسی مناسبت سے پشتو میں (گل شکرہ) مشہور ہوا ہے۔ لفظ ''گل'' کا اصل گڑ اور لفظ ''شکرہ'' کا اصل شکر (چینی) معلوم ہوتا ہے۔ اس طریقہ خیرات میں شریعت کی رو سے نقصانات ہیں۔

۱)...... ایسا طریقہ خیرات جو کہ خاص دن اور خاص قسم کے طعام سے متعین کر کے کیا جاتا ہے اور عورتیں اس خیرات میں ثواب سمجھتی ہیں حالانکہ ثواب عذاب کا بیان شریعت سے ثابت ہوتا ہے اور شریعت میں چونکہ اس خاص طریقہ کار کا ثبوت نہیں اس لئے بدعت میں شمار ہوگا۔

۲)...... عورتیں اس خاص طریقہ خیرات کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

طرف منسوب کرتی ہیں حالانکہ اس کا ثبوت کسی کتاب میں نہیں البتہ یہ رسم یہودیوں میں اوران کے بعد ہندوؤں میں رائج ہے جیسا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ اس دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندوؤں میں رائج ہوگئی۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۶۴)

معلوم ہوا کہ بغیر کسی سند کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس طریقہ خیرات کی نسبت کرنا افترا اور جھوٹ ہے جس کی خرابی میں شک نہیں۔

۳)......اس طریقہ خیرات میں بغیر ضرورت ہندوؤں اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

۴)......چونکہ اس طریقہ کو نہایت اہتمام سے اختیار کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شرعی کاموں جیسا معاملہ مروج ہوا ہے اور اس میں زیادہ ثواب کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا اس لحاظ سے بدعت بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خیرات کرنا کارِثواب ہے مگر اپنی طرف سے زمان ومکان کی تخصیص غلط ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان بدعات ورسومات سے پرہیز کریں۔

ماہِ صفر اور شادی بیاہ کی تقریبات

بعض لوگ صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ اور دوسری خوشی کی تقریبات منعقد کرنے اور اہم کاموں کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (یعنی ناکام ونامراد) ہوگی، چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور پھر ربیع الاول کے مہینے سے اپنی تقریبات شروع کردیتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صفر کے مہینہ کو نامبارک اور منحوس سمجھا گیا (اور اس مہینہ کو منحوس یا نامبارک سمجھنا باطل اور توہم پرستی میں داخل ہے) اور سمجھتے ہیں کہ صفر کے مہینہ میں خوشی کی تقریب انجام دینے سے وہ کام بابرکت نہیں ہوگا یا اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے اور اس میں بہت سے دین دار اور مذہبی لوگ بھی مبتلا ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اس مہینہ میں شادی کرے تو

اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں حالانکہ یہ سوچ غلط ہے۔ لہٰذا اس خیال کو دل و دماغ سے نکالنا چاہیے۔ شریعت میں کہیں صفر کے مہینے میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا۔ کیونکہ نکاح تو ایک اہم عبادت ہے اور عبادت سے کیونکر منع کیا جاسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''بندہ نکاح کر کے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیتا ہے'' (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''تم میں جو بھی حقوق زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح ضرور کرے کیونکہ اس سے نگاہ میں احتیاط آتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے'' (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا تو وہ مجھ میں سے نہیں'' (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں نکاح کو تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ بتلایا گیا ہے (ترمذی کتاب الطب)

لہٰذا اس مہینہ میں بھی نکاح کی عبادت کو انجام دینا چاہیے تا کہ ایک غلط عقیدہ کی تردید ہو جس میں اچھے کام کی عملی تبلیغ بھی ہے اور عملی تبلیغ کا ثواب بہت زیادہ ہے پھر جو لوگ ایسے وقت میں کہ جبکہ معاشرہ میں صفر کے مہینہ میں نکاح کے رواج کو تقریباً چھوڑا جا چکا ہے، اس کارِ خیر کی بنیاد ڈالیں گے اور ایسے وقت جو لوگ صفر میں نکاح کر کے صفر میں نکاح کے جائز اور عبادت ہونے کے مُردہ طریقہ کو زندہ کریں گے وہ بہت بڑا اجر پانے کے مستحق ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے ''جس نے میرے طریقہ پر عمل کیا میری امت کے فساد (یعنی جہالت اور بدعات اور فسق و فجور) کے غلبہ کے وقت اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا'' (بیہقی، مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور اچھا طریقہ جاری کیا جس کی بعد میں دوسروں نے پیروی کی) تو اس شخص کو اس عمل کا ثواب حاصل ہوگا لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی (برا طریقہ جاری کیا) تو اس پر اس برے

طریقہ کا وبال ہوگا اور جو لوگ (اس کی اتباع میں) اس پر عمل کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی"۔

(مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، احمد)

صفر کو منحوس یا بُرا کہنے کی نسبت اللہ کی طرف لوٹتی ہے

ماہِ صفر کو منحوس اور بُرا سمجھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی زمانہ بذاتِ خود بُرا یا منحوس ہے یعنی ماہِ صفر کی طرف برائی اور نحوست کو منسوب کرنا دراصل زمانہ کی طرف برائی کو منسوب کرنا ہے۔

پس جس وقت بندہ عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ زمانہ اس کے حق میں مبارک ہوتا ہے اور جس وقت بندہ گناہوں میں مصروف ہوتا ہے وہ زمانہ اس کے حق میں منحوس ہوتا ہے۔ اسلام کے اصولوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ یا دن و تاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، اور زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کی طرف نحوست یا برائی کو منسوب کرنا گناہ ہے۔

وقالوا ما هی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یهلکنا الاالدهر.

(سورۂ جاثیہ آیت ۲۴)

ترجمہ: اور (یہ کفار) کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہم جو مرتے ہیں تو زمانہ (کی وجہ سے) مرتے ہیں۔

تشریح: کفار نے یہ بات کہی تھی کہ ہماری موت وحیات کا اللہ کے حکم اور مشیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ طبعی اسباب کے تابع ہے۔ کفار ومشرکین زمانہ کی گردش ہی کو ساری کائنات اور ان کے سارے حالات کی علت قرار دیتے تھے اور اسی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ حالانکہ درحقیقت یہ سب کام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی قدرت وارادہ سے ہوتا ہے، اسی لئے صحیح احادیث میں زمانہ کو بُرا کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ زمانہ درحقیقت اللہ ہی کی ایک قدرت کا مظہر ہے۔ اس لئے زمانہ کو بُرا کہنے کا نتیجہ درحقیقت اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۷، بتغیر)

ایک حدیثِ قدسی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل یؤذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار.

(بخاری فی التفسیر واللفظ لہ، مسلم، ابوداؤد، موطاء امام مالک، مشکوۃ ص ۱۳)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی آدم مجھے ایذاء دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے اور وہ اس طرح) کہ وہ زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع اور ماتحت ہے) میرے قبضۂ قدرت میں تمام حالات اور زمانے ہیں میں ہی رات و دن کو پلٹتا (اور کم زیادہ کرتا) ہوں۔

فائدہ: ایک حدیث میں ہے کہ زمانہ کو برامت کہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں رات اور دن ہوں ان کو نیا پُرانا کرتا ہوں (بیہقی) اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بندے نے لاعلمی میں مجھے بُرا بھلا کہا، وہ کہتا ہے ''ہائے زمانہ'' جب کہ زمانہ میں ہوں (حاکم) زمانہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں وہ تو اللہ کے حکم سے وجود میں آیا ہے اور اسی کے حکم سے چلتا ہے، نحوست اگر ہے تو انسان کی بداعمالیوں یا اپنے خیالات کی بنیاد پر ہے۔

نحوست دراصل ''بداعمالیوں'' میں ہے

زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض دنوں بعض تاریخوں اور بعض جانوروں یا انسانوں اور جگہوں میں نحوست سمجھتے تھے خاص کر عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے شریعت نے ان تمام چیزوں کی تردید فرمادی۔

نحوست کا غلط تصور پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا رہا ہے۔ بلکہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کے مخالفین ومعاندین نے نحوست کا الزام عائد کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صاف نفی فرمادی اور واضح فرمادیا کہ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بداعمالیوں اور فسق وفجور میں ہے (جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہورہے ہیں) اپنے گناہوں کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف ڈالنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک

کالے حبشی شخص کوراستے میں ایک شیشہ پڑاہوا ملا، اس حبشی نے اس سے پہلے کبھی اپنا چہرہ شیشہ میں نہیں دیکھا تھا، اس حبشی نے پڑاہوا شیشہ اٹھا کر جب اس میں اپنا منہ دیکھا تو بہت بدنما اور بھدا محسوس ہوا، ناک بڑی، رنگ کالا وغیرہ، تو اس حبشی کو اپنا چہرہ بُرا معلوم ہوا اور فوراً غصہ میں آ کر اُس شیشہ کو زمین پر پھینک مارا، اور کہا کہ تو اتنا بدصورت اور بدنما ہے اسی لیے تجھے کسی نے یہاں پھینک رکھا ہے؟ تو جس طرح اُس حبشی نے اپنی بدصورتی کو شیشہ کی طرف منسوب کیا، اسی طرح دنیا میں لوگ اپنی بدعملی کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حقیقت میں عبادت مبارک چیز ہے اور گناہ منحوس چیز ہے۔ جس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

قالوا اطیرنا بک وبمن معک قال طئرکم عنداللہ بل انتم قوم تفتنون. (سورۂ نمل آیت ۴۷ پ ۱۹)

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں (حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست کا (سبب) اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلاء ہو گے۔

تشریح: یعنی وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کو کہتے تھے کہ جب سے تیرا منحوس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں۔ (تفسیر عثمانی بتغیر)

وان تصبھم سیئة یطیروا بموسیٰ ومن معه الا انما طئرھم عنداللہ ولکن اکثرھم لا یعلمون.

(سورۂ اعراف آیت ۱۳۱ پ ۹)

ترجمہ: اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

نحوست بتلاتے یاد رکھو کہ ان کی نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعونیوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط، خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلاء کیا تا کہ وہ خوابِ غفلت سے چونکیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ مگر وہ ایسے کب تھے؟ انہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ، ہٹ دھرم اور گستاخ ہو گئے چنانچہ " ثم بدلنا مکان السیئة الحسنة" کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دور ہو کر ارزانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش قسمتی اور عقل مندی کے لائق تو یہ حالات ہیں۔ پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ "یہ سب (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ اور اس کے رفقاء کی شومیِ تقدیر اور نحوست ہے" حق تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا " الا انما طائرهم عند الله ولكن اكثرهم لا يعلمون " یعنی اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو اللہ کے علم میں ہے۔ اور وہ تمہارا ظلم وستم اور بغاوت وشرارت ہے۔ اسی سبب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی تمہارے ظلم وکفر کی اصلی شومی ونحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی۔ جس کی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔ (تفسیر عثمانی بتغیر)

لفظ طائر کے لغوی معنی پرندے جانور کے ہیں۔ عرب پرندہ جانوروں کے داہنی جانب بائیں جانب اترنے سے اچھی، بُری فالیں لیا کرتے تھے، اس لئے مطلق فال کو بھی "طائر" کہنے لگے۔ اس آیت میں طائر کے یہی معنی ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کی فال اچھی یا بری جو کچھ بھی ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے عمل میں آتا ہے، نہ اس میں کسی کی نحوست کا دخل ہے نہ برکت کا، یہ سب ان کی خام خیالی اور جہالت ہے جو پرندوں کے داہنے یا بائیں اُڑ جانے سے اچھی بری فالیں لے کر اپنے مقاصد اور عمل کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۴۳، ۴۴)

قالوا انا تطیرنا بکم لئن لم تنتھوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم. قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون. (سورہ یٰس آیت ۱۸،۱۹ پ ۲۳)

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم (خود) حدِ (عقل وشرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو (پس شریعت کی مخالفت سے تم پر یہ نحوست آئی اور عقل کی مخالفت سے تم نے اس کا سبب غلط سمجھا)

تشریح: شاید رسولوں کو جھٹلانے اور کفر وعناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا۔ یا رسولوں کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کسی نے مانا، کسی نے نہ مانا، اس کو نامبارک کہا۔ یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نااتفاقی کی بَلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام، چین کی زندگی بسر کررہے تھے۔ پس تم اپنے وعظ ونصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ روِش نہ چھوڑو گے اور وعظ ونصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف وعذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کرڈالیں گے۔ ان رسولوں نے جواب میں کہا تمہارے کفر وتکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق وصداقت کو سب مل کر قبول کرلیتے نہ یہ بُرا اِختلاف ہوتا، نہ اس طرح آفتوں میں مبتلاء ہوتے، پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت وفہمائش کی اور بُرا بھلا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سرڈالنے لگے اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل وآدمیت کی حدود سے خارج ہوجاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو، نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔ (تفسیر عثمانی بتغیر)

انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر. (سورۃ قمر آیت ۱۹ پ ۲۷)

ترجمہ: ہم نے ان پر (یعنی قومِ عاد کے لوگوں پر) ایک تیز تند ہوا بھیجی ایک دوامی (مستقل) نحوست کے دن میں۔

تشریح: یہ نحوست کا دن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہی کے حق میں تھا۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ کے لئے وہ دن منحوس سمجھ لئے جائیں، جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے۔ اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے منحوس بن گیا ہے تو مبارک دن کونسا رہے گا؟ قرآنِ کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا اگر یہی بات ہے تو بتلائیے اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہے گا؟ (تفسیر عثمانی بتغیر)

فارسلنا علیهم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا ولعذاب الاخرة اخزی وهم لا ینصرون. (سورة حمٓ السجدة آیت ۱۶ پ ۲۴)

ترجمہ: تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تا کہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی۔

تشریح: اصولِ اسلام اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔ قوم عاد پر ہوا کے طوفان کو نحوست کے دنوں میں فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اس قوم کے حق میں ان کی بداعمالیوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دن سب کے لئے منحوس ہوں۔ (تفسیر مظہری و بیان القرآن، معارف القرآن ج ۷ ص ۲۴۴ بتغیر)

سخرها علیهم سبع لیال وثمٰنیة ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویة.

(سورة الحآقة آیت ۷ پ ۲۹)

ترجمہ: اس تیز، تند ہوا کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن

متواتر مسلط کر دیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اس وقت موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا (پڑا) ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں۔

تشریح: اس آیت میں صراحت ہے کہ قومِ عاد پر یہ عذاب سات رات اور آٹھ دن لگاتار رہا۔ لہٰذا جو لوگ ان دنوں کو منحوس قرار دیتے ہیں اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کوئی بھی دن مبارک نہ ہو بلکہ تمام دن منحوس ہوں، کیونکہ ہفتہ کے ہر دن میں ان پر عذاب پایا جاتا ہے۔ پس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جن دنوں میں ان پر عذاب نازل ہوا تھا وہ دن عذاب نازل ہونے کی وجہ سے خاص ان کے لئے منحوس تھے، نہ کہ سب کے لئے، اور یہ عذاب گناہوں کی وجہ سے تھا۔ اس لئے نحوست کا مدار گناہ ہی ٹھہرے۔

کیا گھر، سواری اور عورت میں نحوست ہے؟

بعض احادیث سے کچھ لوگوں کو بظاہر یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں (مثلاً گھر، سواری اور عورت) میں نحوست قرار دی ہے۔ مثلاً ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

الشؤم فی الدار والمرأة والفرس. (مسلم)

ترجمہ: گھر اور عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

لاعدوی ولا طیرة وانما الشؤم فی ثلاثة المرأة والفرس والدار. (مسلم)

ترجمہ: نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے اور نہ کوئی بدفالی اور نحوست ہے اور نحوست تو تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑے اور گھر میں۔

اس کے محققین اہلِ علم حضرات نے مندرجہ ذیل دو جواب دیئے ہیں۔

(۱)......ان حدیثوں کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر نحوست کا حقیقت میں کوئی وجود ہوتا تو ان تین چیزوں میں نحوست ضرور ہوتی۔ لیکن نحوست کا واقع میں کوئی وجود نہیں، لہٰذا

ان چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔ اوراس کی دوسری احادیث سے تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

انہ قال ان یکن من الشؤم شیئ حق ففی الفرس والمرأة والدار . (مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر واقع میں کسی چیز کے اندر نحوست ہوتی تو اس کی مستحق تین چیزیں تھیں یعنی گھوڑا، عورت اور گھر۔

(۲)......دوسرا جواب یہ ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں حقیقی نحوست مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں بعض اوقات طبیعت کی ناپسندیدگی کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور پھر مختلف فتنے اور مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بظاہر نحوست والی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اگر چہ حقیقت میں نحوست نہیں ہوتی مثلاً عورت کا بانجھ ہونا، بدزبان ہونا، خاوند کی نظر میں بدصورت اور ناپسندیدہ ہونا۔ گھر کا تنگ اور چھوٹا ہونا، اس میں تازہ ہوا اور روشنی کا نہ ہونا، اس کے پڑوسی کا خراب ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور گھوڑے (اور اس میں آج کل اپنی سواری کا ہونا بھی شامل ہے) کا شریر ہونا، اس پر سواری اور سفر کا دشوار ہونا یا مالک کی مرضی کے موافق نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: حدیث میں گھوڑے سے مراد عام سواری ہے خواہ گھوڑے کی سواری ہو یا دوسری مثلاً آج کل کے لحاظ سے گاڑی۔ حدیث میں گھر، گھوڑے اور عورت کا ذکر ایک خاص وجہ سے کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ان چیزوں سے انسان کو ہمہ وقت یا اکثر و بیشتر واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ایک لمبی مدت تک ان چیزوں سے تکلیف پہنچتی رہتی ہے، اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ تین چیزیں انسان کی خوش قسمتی میں سے ہیں۔

(۱)......نیک صالح عورت

(۲)......وسیع گھر

(۳)......اور آرام دہ سواری (کشف الاستار وسندہ غیر قوی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم کی خوش قسمتی اور بدقسمتی تین چیزوں میں ہے

خوش قسمتی ان تین چیزوں میں ہے۔

(۱)......نیک صالح عورت

(۲)......اچھا گھر

(۳)......اچھی سواری۔ اور بد قسمتی ان تین چیزوں میں ہے۔

(۱)......بُری عورت

(۲)......بُرا گھر

(۳)......اور بُری سواری۔ خلاصہ یہ ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں حقیقی معنیٰ میں نحوست نہیں۔

(مجمع الزوائد، احمد، بزاز، طبرانی فی الکبیر والاوسط، ورجال احمد رجال صحیح) وتفصیل ہذا کلہ ماخوذ عن تکملہ فتح الملہم ج۴ ص۳۸۱۔

نحوست سے متعلق ایک لطیفہ

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام سے کہہ رکھا تھا کہ تو صبح سویرے مجھے اپنی صورت نہ دکھایا کر، اس لئے کہ تو منحوس ہے۔ ورنہ تیری نحوست کا میرے اوپر شام تک اثر رہے گا۔ ایک دن اتفاق سے وہ غلام صبح سویرے کسی کام سے بادشاہ کے پاس چلا گیا تو بادشاہ نے اس کو تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اس کو شام تک کوڑے لگائے جائیں، شام ہونے پر بادشاہ نے کہا کہ منحوس آئندہ صبح سویرے مجھے اپنا منہ مت دکھانا۔ اس لئے کہ تو منحوس ہے، غلام نے کہا کہ بادشاہ سلامت! منحوس میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں۔ اس لئے کہ آج صبح میں نے آپ کا اور آپ نے میرا چہرہ دیکھا تھا آپ کا چہرہ دیکھنے سے مجھے یہ انعام ملا کہ شام تک کوڑے لگتے رہے اور میرا بابرکت چہرہ دیکھنے کے بعد آپ صبح سے شام تک صحیح سلامت رہے۔ بادشاہ یہ سن کر متاثر ہوا اور اس کو آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ یہ نحوست کوئی چیز نہیں۔ لوگوں کی اپنی بناوٹی ہے۔

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق بدعات

☆......بہت سے لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

☆......اس کو "سیر بدھ" کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔

☆......کہا جاتا ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی۔

☆......اسی لئے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر وتفریح کے لئے جاتے ہیں۔

☆......شیرینی اور چُوری وغیرہ کی تقسیم کرتے ہیں۔

☆......بعض علاقوں میں گھونگھنیاں (پکے ہوئے چھولے) تقسیم کرتے ہیں۔

☆......عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

☆......اس دن خوشی وتہوار مناتے ہیں۔

☆......کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے۔

☆......اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

☆......بعض مکتبوں میں بھی اس دن چھٹی کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کے آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نواب زادے نے اپنے استاد سے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے شعر کے انداز اس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رد کر دیا۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر هست چوں چہار شنبہ ہائے دگر
نہ حدیثی شد در آں وارد نہ در و عید کرد پیغمبر

ترجمہ: صفر کے مہینے کا آخری بدھ دوسرے مہینوں کے آخری بدھ کی طرح ہے اس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عید منائی ہے۔ (زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

☆......بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں۔

☆......اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویزات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں۔ یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں۔

اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اس دن تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کے آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

مشہور مؤرخ ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چہار شنبہ ۲۸ صفر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا آغاز ہوا۔ (طبقات ابنِ سعد ص ۲۰۶ مطبوعہ بیروت)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعا مغفرت کی۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ (ملاحظہ ہو"سیرتِ خاتم الانبیاء" ص ۱۴۱)

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ (بدھ کا دن) تھا۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۰۵)

مشہور مؤرخ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کُل تیرہ دن بیمار رہے، اسی بناء پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو

وفات پائی تو تاریخِ آغازِ مرض بھی متعین کی جاسکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر براویتِ صحیح آٹھ روز (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی۔ اس لئے ایامِ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے، عام روایات کی رُو سے پانچ دن اور چاہییں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے تیرہ دن مدتِ علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے۔

(حاشیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج۲ص۱۰۴)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدتِ مرض واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی۔ وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا. (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔

(احکامِ شریعت ج۳ص۱۸۳)

بریلوی مکتبہ فکر کے ایک دوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں۔ سیر وتفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ ان دنوں میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی جاتی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں۔ (بہارِ شریعت ج ۶ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔ اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اس طرح سے کہ بدھ سے دوسرے بدھ تک آٹھ دن اور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دن ہوا مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا۔ اور آپ کے مرض وفات پر خوشی کیسی؟

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اسے پروان چڑھایا۔ (ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہو سکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا اسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے ادبی ہے۔ مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے اس سے بچنا لازم ہے۔ بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ (ایضاً بتغیر)

مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بہرحال اب ہم صرف ماہِ صفر المظفر میں رونما ہونے والے چند واقعات وحادثات کا ذکر کرتے ہیں ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

ماہ صفر المظفر واقعات وحادثات کے آئینہ میں''

نمبر شمار	واقعات وحادثات	صفر المظفر	مطابق
۱	مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا آغاز	۲۷/ صفر ۱ھ	۱۵/ اگست ۶۲۲ء
۲	جہاد بالسیف کا باقاعدہ حکم	۱۲/ صفر ۲ھ	۴/ اگست ۶۲۳ء
۳	غزوہ ابواء یا ودان	۱۲/ صفر ۲ھ	۴/ اگست ۶۲۳ء
۴	سریہ رجیع	۴ھ	اگست ۶۲۵ء
۵	سریہ بئیر معونہ اور قنوت نازلہ کا آغاز	۴ھ	اگست ۶۲۵ء
۶	سریہ کدید	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۷	سریہ فدک	۷ھ	جون ۶۲۸ء
۸	حضرت خالد ابن ولید کا قبول اسلام	۸ھ	= ۶۲۹ء
۹	حضرت عمرو بن العاص کا قبول اسلام	۸ھ	= ۶۲۹ء
۱۰	سریہ قطیبہ ابن عامرؓ	۹ھ	۶۳۰ء
۱۱	وفاعذرہ کا قبول اسلام	۹ھ	۶۳۰ء
۱۲	یمنی قبائل کا مشرف بہ اسلام ہونا	۱۰ھ	مئی ۶۳۱ء
۱۳	سریہ حضرت اسامہ ابن زیدؓ	۱۱ھ	۶۳۲ء
۱۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا آغاز	۲۹ھ	۲۵ مئی ۶۳۲ء
۱۵	فتح آذربائیجان	۲۲ھ	۶۴۲ء
۱۶	فتح اسطخر	۲۲ھ	۶۴۲ء
۱۷	وفات حضرت حاطب ابن بلتعہؓ	۳۰ھ	اکتوبر ۶۵۰ء
۱۸	وفات حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ	۳۲ھ	ستمبر ۶۵۲ء
۱۹	وفات حضرت ابوطلحہ انصاریؓ	صفر ۳۵ھ	اگست ۶۵۵
۲۰	وفات حضرت ابوسہلؓ	۴۰ھ	جون ۶۶۰ء

نمبر شمار	واقعات وحادثات	صفر المظفر	مطابق
۲۱	وفات حضرت محمد ابن مسلمہؓ	۴۳ء	مئی ۶۶۳ء
۲۲	سنان ابن سلمہ سندھ میں آئے	۴۸ھ	مارچ ۶۶۸ء
۲۳	وفات ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیؓ	۵۰ھ	فروری ۶۷۰ء
۲۴	وفات حضرت عمران ابن حصینؓ	۵۲ھ	فروری ۶۷۲ء
۲۵	وفات حضرت بریدہ الاسلمیؓ	۶۲ھ	اکتوبر ۶۸۱ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مفضلؓ	۶۰ھ	نومبر ۶۷۹ء
۲۷	وفات حضرت جابر ابن سمرةؓ	۶۶ھ	ستمبر ۶۸۵ء
۲۸	وفات حضرت عمرو بن سعدؓ	۶۷ھ	اگست ۶۸۶ء
۲۹	وفات حضرت ابوامامہ باہلیؓ	۸۶ھ	فروری ۷۰۵ء
۳۰	وفات حضرت عروہ ابن زبیرؓ	۹۴ھ	نومبر ۷۱۲ء
۳۱	وفات فرزدق شاعر	۱۰۵ھ	جولائی ۷۲۳ء
۳۲	فتح قلعہ القطاسین	۱۰۹ھ	مئی ۷۲۷ء
۳۳	وفات حضرت سعد ابن یسارؓ	۱۱۷ھ	مارچ ۷۳۵ء
۳۴	جنگ اتراک	۱۱۹ھ	فروری ۷۳۷ء
۳۵	خلیفہ ابراہیم کی دستبرداری وخلافت مروان ثانی	۱۲۷ھ	نومبر ۷۴۴ء
۳۶	رصافہ کی تعمیر	۱۵۱ھ	فروری ۷۶۸ء
۳۷	وفات حضرت امام اوزاعیؒ	۱۵۷ھ	دسمبر ۷۷۳ء
۳۸	حکیم مقنع نے خدائی کا دعویٰ کیا	۱۵۹ھ	نومبر ۷۷۵ء
۳۹	خلافت الہادی العباسی	صفر ۱۶۹ھ	اگست ۷ء
۴۰	وفات حضرت ابوبکر ابن عیاشؒ	۱۹۳ھ	نومبر ۸۰۸ء
۴۱	وفات یحییٰ ابن سعد القطانؒ	۱۹۸ھ	اکتوبر ۸۱۳ء
۴۲	وفات علی ابن موسیٰ الرضی	۲۰۳ھ	اگست ۸۱۸ء
۴۳	وفات ہشام ابکلی مورخ	۲۰۴ھ	جولائی ۸۱۹ء
۴۴	فتنہ خلق قرآن	۲۱۲ھ	مئی ۸۲۷ء

نمبر شمار	واقعات وحادثات	صفر المظفر	مطابق
۴۵	امام احمد ابن حنبلؒ کو کوڑے لگائے گئے	۲۲۰ھ	فروری ۸۳۵ء
۴۶	وفات اسحاق ابن راہویہؒ	۲۳۸ھ	جولائی ۸۵۲ء
۴۷	وفات محمد ابن داؤد الظاہری	۲۹۷ھ	اکتوبر ۹۰۹ء
۴۸	وفات محمد ابن نصر المروزیؒ	۲۹۴ھ	نومبر ۹۰۶ء
۴۹	وفات امام نسائیؒ صاحبِ السنن	۳۰۳ھ	اگست ۹۱۵ء
۵۰	وفات ابوالحسن الاشعریؒ	۳۲۴ھ	دسمبر ۹۳۵ء
۵۱	سیف الدولہ اور رومیوں میں جنگ	۳۳۹ھ	جولائی ۹۵۰
۵۲	وفات صلاح الدین ایوبیؒ	۵۸۹ھ	فروری ۱۰۹۳
۵۳	وفات علامہ نووی شارح مسلم شریف	۲۹/۶۷۶ھ	جولائی ۱۲۷۷
۵۴	وفات علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری شریف	۲۷/۸۵۵ھ	اپریل ۱۴۱۵
۵۵	وفات حضرت مجدد الف ثانیؒ	۲۸/۱۰۳۴ھ	نومبر ۱۶۲۴ء
۵۶	وفات شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	۱۳۳۹ھ	اکتوبر ۱۹۲۰ء
۵۷	وفات شاعر مشرق علامہ اقبالؒ	۱۳۵۷	اپریل ۱۹۳۸
۵۸	قرارداد پاکستان	۱۲/۱۳۵۹ھ	۲۳/مارچ ۱۹۴۰ء
۵۹	وفات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	۱۳۶۹ھ	نومبر ۱۹۴۹ء

☆..............☆..............☆..............☆..........☆..........☆..........☆
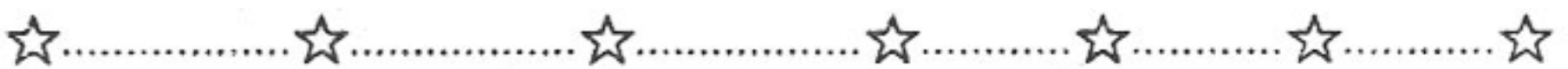
تیسرا مہینہ
ربیع الاوّل
فضائل واحکام کے آئینہ میں

تیسرا مہینہ ماہِ ربیع الاوّل

ماہ ربیع الاوّل کی فضیلت اور معنیٰ

’’ربیع الاوّل‘‘ اسلامی سال کا تیسرا قمری مہینہ ہے۔ اس میں رؔ مفتوح بؔ معروف عؔ مضموم الف خاموش اور لؔ ساکن ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی مذکر استعمال ہوتا ہے۔

اس کے لغوی معنیٰ ’’پہلی بہار‘‘ کے ہیں۔

ایک مشہور روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یوں دُعا فرمایا کرتے تھے کہ **اللھم اجعل القرآن ربیع قلبی** ’’اے اللہ قرآن کو میرے دل کی بہار بنادے‘‘

تشریح:

یعنی جس طرح ربیع کا موسم خوشگوار اور سکون بخش ہوتا ہے اسی طرح قرآن کو میرے دل کا خوشگوار اور سکون بخش موسم بنادے...... یا یہ کہ موسم بہار اگر ظاہری پھل پھول پیدا کرتا ہے تو قرآن مجید کو بھی ایمان وایقان کے سدابہار پھلوں اور پھولوں کے پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے۔

دوسری جگہ نماز استسقاء یعنی طلب باراں کی مشہور دُعا میں ہے کہ:

اللّٰھم اسقنا غیثا مغیثا مریعا ۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا فریاد رسی کرنے والی اور بہار کی خوشگوار موسم پیدا کرنے والی۔ یعنی ایسی بارش کی درخواست ہے جو نفع بخش سکون افزا اور راحت رساں ہو۔ نیز جس کی برکت سے گلشن میں ہر طرف بہار کا سماں دکھائی دے۔ آمین۔

قارئین کرام!

یہ مبارک دعا سیّد الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے۔ دیکھئے اس میں (مریعاً) بہار افزا کا اضافہ کتنا دل کش اور قابل قدر اضافہ ہے......

بلاشبہ یہ اللہ ربّ العزّت کے برگزیدہ اور نیک بندوں ہی کا حصّہ ہے اور بس۔

علاوہ ازیں قدیم عرب فصلِ ربیع کی اقامت گاہ کو بھی ربیع ہی سے تعبیر کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ’’فلان داربلع‘‘ یعنی اس نے فلاں جگہ موسم بہار گذارا۔

حتیٰ کہ پھر ہر منزل کو عربی میں ''ربُع'' کہا جانے لگا...... گو اس میں شبہ نہیں کہ ربیع کے اصل معنیٰ تو وہی موسم بہار کی اقامت گاہ ہی کے ہوتے ہیں۔

علامہ علم الدین سخاوی اپنی شہرہ آفاق کتاب '' **المشھور فی اسماء الایام والشھور** '' میں فرماتے ہیں کہ: '' **سمی الربیع لارتباعھم فیه ای لاقامتھم فیه** ''

یعنی مختلف مقاصد کے لیے سفر کرنے والے عرب، موسم بہار گذارنے کی غرض سے خصوصیّت کے ساتھ اس مہینہ میں تو ضرور ہی اپنے گھروں میں اقامت اختیار کر لیا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو ماہِ ربیع سے موسوم کر دیا گیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ماہ ابتداء فصل ربیع کے آغاز میں واقع ہونے کی وجہ سے ربیع الاوّل یعنی پہلا موسم بہار یا آغاز بہار کے نام سے مشہور ہو گیا۔

مگر ہمارے نزدیک ان ظاہری اور عارضی بہاروں سے قطع نظر ایک دوسری اور حقیقی بہار مراد ہے اور وہ وہ بہار ہے جس کی آمد سے گلزارِ ہستی میں رونق آ گئی۔ عدالت اور شجاعت نے جس کا مسکرا کر استقبال کیا۔ صدق اور امانت کی کرنیں جس کو دیکھ کر جگمگانے لگیں۔ یہی نہیں بلکہ آتشکدۂ فارس بھی بجھ گیا۔ ایوان کسریٰ ہی نہیں بلکہ عظمتِ روم، شان فلسطین، شوکتِ مصر اور آنِ عجم میں بھی تزلزل آ گیا۔ بت کدوں میں ماتم شروع ہو گیا لات وعزیٰ کی عزّت خاک میں مل گئی۔ اتحادِ نصرانیت، اجتماعِ یہودیت بھی منتشر ہو گیا۔ طاغوتیت سرنگوں، قارونیت مغلوب اور مظلومیت معدوم ہونے لگی۔

یہ بہار دو جہاں کے تاجدار، کون ومکان کے سردار۔ لامکان کے سیاح بیمثال مصدرِ حُسن وجمال، مخزن کمالات، منبع تجلیّات، مطلع انوار۔ یتیموں کے ماویٰ محتاجوں کے ملجاء گردوں رکاب کے شہنشاہ، آمنہ کے لال حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بہار ہے کسی نے کتنا اچھا کہا ہے۔

لهذاالشهر فی الاسلام فضل ۔۔۔ ومنقبة تفوق علی الشهورِ

ربیع فی ربیع فی ربیع ۔۔۔ ونورٌ فوق نور فوق نُورِ

یعنی اسلام میں اس مہینہ کا ایک خاص مقام ہے جو بعض حیثیتوں سے اس کو دوسرے تمام مہینوں سے ممتاز رکھے ہوئے ہے۔

اور وہ امتیاز صرف اور صرف جان جاناں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کا امتیاز ہے جو بذاتِ خود بہار ہے اور پیدا بھی بہار ہی میں ہوا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

مگر یہ بہار کوئی وقتی اور عارضی بہار نہیں کہ جس کا ہنگامی اور جز وقتی تذکرہ ہمیں ہمارے فرض سے بری الذمہ کر دے بلکہ اس لازوال بہار کا معاملہ تو اب اس طرح ہے کہ ۔

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

اب تو پوری زندگی اسی ذکر میں بسر کرنی ہوگی ۔ جزوی غفلت بھی نا قابلِ معافی گناہ متصور ہوگا ۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اس ذکر کے لئے جزوی اوقات بصورتِ محافلِ میلاد مخصوص کر لئے ہیں اور ہمہ وقتی ذِکر بصورتِ اتباعِ سُنّت ان کی نازک طبائعِ پر گراں گذرتا ہے یا ان کے دوسرے پروگراموں مثلاً عرس ۔ قوالی ، گیارہویں تیجا ۔ نواں ، چہلم یا ایسی ہی دوسری بدعات وغیرہ میں مُخل ہوتا ہے ۔ ان کو علماء اہل السنّت نے اہلِ ہویٰ ادر بدعتی قرار دیا ہے ۔

مؤمن کی شان یہ ہے کہ ہر وقت ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہے ۔ کھاتے وقت ، پیتے وقت سوتے وقت اور جاگتے وقت غرضیکہ کوئی گھڑی بھی اس ذکر سے خالی نہ ہو ۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

صحابۂ کرام ، تابعین اور ائمہ امت سب کا یہی مابہ الامتیاز ہے

رہے مروجہ جلسے اور جلوس ، ان کا تو شریعت اسلامیہ کی رُو سے کہیں کوئی ثبوت ہی نہیں ۔

ولادتِ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی آمد سے قبل اہل مکہ سخت قحط سالی میں مبتلا تھے اور بڑی تنگی میں گرفتار تھے۔ جب سیّد العالمین صلی اللہ علیہ تعالی وبارک وسلم اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اقدس میں تشریف لائے تو اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز وشاداب ہوگئی۔ درختوں پر پتّے اور پھل وپھول لگ گئے اور ہر جگہ فراخی وکشادگی کی فضا قائم ہوگئی۔تو اہل عرب نے اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج رکھا۔

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو ایک جماعت میرے پاس فرشتوں کی آئی اور کہا اے آمنہ! تو اس امت کے سردار سے حاملہ ہوچکی ہے۔

فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے حاملہ ہونے کی خبر تک نہ ہوئی۔ نہ ہی کسی قسم کی گرانی محسوس ہوئی جیسا کہ عام عورتوں کو بوجھ محسوس ہوتا ہے صرف اتنی بات تھی کہ مجھ سے حیض منقطع ہو چکا تھا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم اپنی والدہ کے شکمِ اقدس میں پورے نو ماہ رہے۔اس دوران آپ کی والدہ ماجدہ کو کسی قسم کا درداور تکلیف وشکایت محسوس نہ ہوئی۔ جیسا کہ عام عورتوں کو حالتِ حمل میں ایسی شکایتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی ولادت کا وقت قریب آگیا تو میں نے سبز رنگ کے پرندے دیکھے جن کی چونچیں زمرد کی۔ اور پر یاقوت کے تھے اور دیکھا کہ فضا میں کچھ آدمی کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجاب دور فرمادیا۔ میں نے تمام روئے زمین کو مشرق سے مغرب تک دیکھا۔اور تین جھنڈے دیکھے کہ ایک کو مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک کو کعبہ معظّمہ کی چھت پر نصب کیا گیا اتنے میں سید العالمین صلی اللہ تعالے

علیہ وبارک وسلم پیٹ سے باہر تشریف لائے۔میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ میں جھکے ہوئے ہیں اور اپنی انگلی ایک متضرع انسان کی طرح اوپر اٹھائی ہوئی ہے۔

ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایک سفید بادل نے آپ کو ڈھانپ لیا اور غائب کر دیا۔صرف یہ آواز سننے میں آئی کہ انہیں زمین کے مشرق ومغرب کا دورہ کراؤ۔ اور سمندروں میں لے جاؤ۔تاکہ وہ آپ کے نام اور آپ کی سیرت وصورت سے آشنا ہوسکیں۔ساتھ ہی حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نورانی شعاع نکلی جس سے مشرق تک روشنی پھیل گئی۔سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وانت لما ولدت اشرقت الارض

واضاءت بنورک الافق

فنحن فی ذالک الضیاء والنور

و سبیل الرشاد نخترق

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔اور شیطانوں اور جنوں کو آسمان تک جانے سے روک دیا گیا۔آپ ناف بریدہ اور ختنے کئے ہوئے اور آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگائے ہوئے پیدا ہوئے۔

وصالِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک

انک میت وانهم میتون ثُم انکم یوم القیامة عندربکم تختصمون

(ترجمہ) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی وفات پائیں گے اور یہ سب بھی مر جائیں گے پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر اللہ کی حضور میں جھگڑتے ہوں گے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے جاہ وجلال کے ساتھ حج کرنے تشریف لے گئے تو ایام حج میں حضور علیہ السلام اکثر یہ جملے فرماتے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے جو مسئلہ پوچھنا ہے شاید اس سال کے بعد مجھے دنیا میں زندہ نہ پاؤ گے حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے مکّرر فرمانے سے اس حج کا نام حجۃ الوداع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج مشہور ہوا نویں تاریخ عرفات کے میدان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔مسلمانو! آج تمہارا دین ہم نے پورا کیا اور ہر طرح کی نعمتیں تم کو عطا کیں اور تمہارے دین اسلام سے راضی ہوئے۔تشریح:۔اس آیت کا نازل ہونا مخفی اشارہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کیونکہ جس کام کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عالم لاہوت سے دنیا میں تشریف لائے تھے جب وہ پورا ہو چکا تب رجوع کرنا اصلی مقام کی طرف اور مرکز کی جانب پھر جانا ضروری ہوا جب حضور علیہ السلام حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے تب سورۂ **اذا جاء نصر اللّٰہ** الآیۃ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ جب کافروں کی فوجیں مسلمان ہونے لگیں اور مکہ معظمہ فتح ہو کر ہمیشہ کے لئے دارالسلام ہوا تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا جو کام تھا وہ پورا ہوا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ملاقات کے لئے تیار رہیں اللہ کے سوا سب کو فراموش کریں۔

نکتہ:۔ سورج کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تھوڑی سی نسبت ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین وآسمان سارے جہاں کے عالم روحانی کے آفتاب ہیں اسی طرح یہ دنیا کا سورج صرف اس زمین کے لئے روشنی دینے والا ہے اس مجازی سورج کی صفت یہ ہے کہ جب اس کا قیام کسی مقام میں معمولی وقت سے زیادہ ہوگا تو عالم میں آگ برسنے جہاں جلنے جل کر مرنے لگے گا، کمال کے بعد اس سورج کا زوال دوپہر کے بعد دن کا ڈھلنا پھر غروب ہو کر ایک عرصہ تک غائب رہنا یہی عالم کے آباد رکھنے کے لئے مصلحت ہے جہاں سورج مہینوں تک برابر نکلا رہے گا وہاں آبادی نہ ہوگی ہر ایک شخص وہاں زندہ نہ رہے گا کیونکہ تیز نور میں تیز حرارت، ہلکے نور میں ہلکی حرارت ہوتی ہے کافوری شمع کے نیچے ساری رات بیٹھنا آسان ہے مگر جون کے مہینہ کی دھوپ میں ایک لمحہ کے لئے بیٹھنا بھی موت کا سامان ہے جب مجازی سورج کی یہ حالت ہے تب حقیقی روحانی سورج کا کیا حال ہوگا۔پس دین اسلام کا کامل ہونا کفار کی فوجوں جوق آن کر

مسلمان ہونا قدیمی مسلمانوں کا عشق الٰہی کی آگ میں سوختہ ہو جانے کے قریب پہنچ جانا یہ چاہتا تھا کہ آفتاب نبوت کو قرب الٰہی کی مغرب میں چھپایا جائے ورنہ عشق الٰہی کی ناقابل برداشت آگ عاشقوں کے سینہ میں مشتمل ہو کر سارے مسلمانوں کو فنافی اللہ کر دیتی، ارشاد عالی ہے۔ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم ۔مسلمانو! میرا زندہ رہنا بھی تمہارے لئے اچھا تھا اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں آنا دنیا کی اندھیری کو روشنی سے بدلنا، کافروں کو مسلمان کرنا سیاہ دلوں کو نور معرفت الٰہی سے روشن کرنا عاشقوں کے سینہ میں محبت کی آگ مشتعل کرنا بت پرستی مٹانا خدا پرستی سکھانا بے دینوں کو دیندار بنانا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات فرمانا اس عالم سے اس عالم میں تشریف لیجانا بھی بڑی بڑی حکمتوں پر مبنی ہے۔

سورۂ اذا جاء نازل ہونے کے بعد ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ خدا نے اپنے ایک پیارے بندے کو اختیار دیا چاہے وہ دنیا میں رہے اور چاہے اللہ کے پاس چلا جائے لوگو اس بندے نے اللہ کے پاس جانا پسند کر لیا ہے۔ سینکڑوں آدمی اس خطبہ میں حاضر تھے کوئی نہ سمجھا مگر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سن کر رونے لگے، لوگوں نے کہا تو دیکھو بوڑھے کی عقل پر افسوس کرو آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندہ کا حال بیان فرمایا کہ جب اسے خدا نے اختیار دیا تب اس نے اللہ کے گھر جانا پسند کیا، اس میں رونے کی کیا بات ہے لیکن چند روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تب ان لوگوں پر وہ راز کھلا جو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فوراً ہی کھل گیا تھا۔ آج سب نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تم سچے تھے تمہارا رونا ٹھیک تھا ہمیں خبر نہ تھی کہ وہ بندہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ ہماری آنکھوں کا نور دل کا سرور خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر تو جو کچھ غم ہوتا تھا ہوا اس مہینہ میں اہل یمن کی عرضداشت آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے ایک امام اور قاضی بھیج دیں جناب نے صبح کی نماز پڑھ کر فرمایا کہ میں ایک شخص کو یمن کو بھیجنا چاہتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس کام کے لئے مناسب ہو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اسی دن جانے کے لئے تیار ہو کر خدمتِ

پاس صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بلال میرا عمامہ لاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمامہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے ہاتھ سے باندھا سواری پر سوار کیا خود بنفس نفیس معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری کے ساتھ پیدل چلے عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں آپ پیدل چلتے ہوں میں سواری پر سوار ہوں یہ کس طرح ہو سکے گا فرمایا میں یہ چند قدم خدا کی مرضی کے لئے چلتا ہوں اللہ اکبر کیا اخلاق تھا باوجود شہنشاہی مرتبہ کے ایک ادنیٰ خادم کی سواری کے ساتھ پیدل چلتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ رضی اللہ عنہ ہماری یہ آخری ملاقات ہے اب جب تم واپس آؤ گے تو میری مسجد میں قبر دیکھو گے مجھے نہ پاؤ گے یہ حسرتناک کلام سن کر معاذ رضی اللہ عنہ اس قدر روئے قریب تھا کہ سواری سے گر جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی وصیت فرما کر رخصت کیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں روتے ہوئے رخصت ہوئے یہ آخری دیدار تھا جو معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا اس کے بعد واپس آئے، بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے جناب کے مزار کے زیارت ہوئی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات سے ایک دن پہلے جنت البقیع کے مردوں کے لئے دعا فرمانے تشریف لے گئے، ساتھ والوں سے فرمایا کہ مجھے خدا نے دنیا کی سلطنتوں کے خزانے عام کئے مگر میں نے وہ سب خزانے اپنی امت کو دیئے اور خود خدا کی ملاقات کو اختیار کیا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیا، دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں درد پیدا ہو کر بخار کے آثار نمودار ہوئے، رفتہ رفتہ بخار اتنا شدید ہوا کہ جو شخص آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ رکھتا تو یہ معلوم ہوتا کہ آگ پر رکھا ہوا ہے۔ عرض کیا کہ یا حضرت جناب کو نہایت تیز بخار ہے فرمایا کہ ہاں جتنا بڑا مرتبہ ہوگا اتنی ہی آزمائش مصیبت اور بلا سخت ہونگی کسی نے عرض کیا کہ آپ کو دو شخصوں کے برابر بخار ہے فرمایا کہ مجھے ثواب بھی دوہرا ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تپ محرقہ کا مرض لاحق ہوا جس کا اثر بہت جلد دماغ مبارک تک پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک بے ہوش رہے ایک دن فرمایا کہ میرے سر پر سات مشکیں ٹھنڈے پانی کی ڈالو شاید گرمی دماغ سے کم ہو جائے اور

مجھے ہوش آئے میں لوگوں کو وصیت کرنا چاہتا ہوں گھر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بڑے برتن میں بٹھا کر سات مشکیں سر مبارک پر ڈالیں، جس کی وجہ سے کچھ افاقہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو آج پانچویں دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ شوق دیدار میں بیخود ہوئے، دوڑ کر آپ کو سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد کھڑے ہوئے۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی وصیت کے طور پر کچھ ارشاد کئے، فرمایا لوگو مجھے خدا کی طرف سے اختیار ملا تھا کہ چاہوں دنیا میں رہوں، چاہوں آخرت کو پسند کروں، میں نے آخرت کو پسند کیا خدا کی ملاقات دیدار الٰہی کو اختیار کیا اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں، میں تمہارا میر سامان بن کر آگے جاتا ہوں، لوگو میں تمہارے ایمان کا گواہ ہوں اب ہماری تمہاری ملاقات قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگی، لوگو میری وفات کا وقت قریب ہے میں کسی کا حق اپنے ذمہ لے کر جانا نہیں چاہتا، اگر میں نے تم میں سے کسی کو مارا ہو وہ اس کے بدلے آج مجھے مارے میری کمر اس کے سامنے حاضر ہے لوگو میں نے کوئی سخت کلمہ کہا ہو وہ آج مجھے کہہ لے اگر میں نے کسی کا کوئی درہم روپیہ پیسہ مال اسباب لیا ہو وہ مجھ سے اس کا بدلہ لیلے آج اس وقت میرا بڑا دوست وہ شخص ہے جو اپنا حق مجھ سے مانگ لے کیونکہ میں دنیا سے گذر کر اللہ کے حضور میں جانے والا ہوں، ہزار ہا صحابیوں کا مجمع تھا مگر کوئی شخص ایک جو بھر چیز کا دعویدار نہ ہوا۔

☆......اس خطبہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے شب کو پھر شدید بخار چڑھا اور بے ہوشی لاحق ہوئی اس بے ہوشی میں حکم تھا کہ بیبیوں کی حق تلفی نہ ہو جس بی بی کی نوبت آئے میری چارپائی اٹھا کر اس بی بی کے حجرے میں پہنچائی جائے، کئی دن تک اسی طرح ہوا جب ازواج مطہرات نے یہ تکلیف دیکھی سب نے متفق ہو کر اپنا حق معاف کیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں پہنچ کر حکم دیا کہ انصار اور مہاجرین کو بلاؤ میں انہیں کچھ وصیت کروں صبر کی تلقین دوں، انصار اور مہاجرین مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر پر لیٹے لیٹے فرمایا حیاکم اللہ بعدی بالسلام اے میری امت خدا تم کو میرے بعد زندہ

سلامت رکھے تم میری نشانی ہو اگر کوئی پردیسی میری محبت میں مبتلا میرے بعد مجھے پوچھتا ہوا مدینہ آئے تم اسے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے چلے گئے جب وہ غریب مسافر بے چین ہو جائے بغیر میرے دیکھے زندگی مشکل ہو تب اسے میرے مزار پر لانا میرا مزار اسے دکھانا مزار دیکھ کر اسے صبر آ جائیگا۔ یا جان دے کر مجھ سے آن ملیگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلام سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کی وفات کا وقت آ گیا فرمایا کہ ہاں اب میں اپنے اللہ سے ملاقات کروں گا یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم بے ساختہ روئے اور عرض کیا کہ اس بے کس امت کو کس پر چھوڑا فرمایا تم کو اللہ کے سپرد کیا میرے بعد اللہ تمہارا نگہبان ہے پھر فرمایا مجھے نہایت حفاظت سے غسل دینا اگر کوئی مجھے برہنہ دیکھے گا تو فوراً اندھا ہو جائیگا تم مجھے غسل دینا ملائک تمہاری مدد کریں گے پھر مجھے تین سفید کپڑوں میں کفن دیکر کفن سے فارغ ہو کر تم سب میرے جنازہ کو تنہا چھوڑ کر چلے جانا اس وقت میرا رب ہوگا اور میرا جنازہ اور میرے حجرے کے چاروں طرف میری امت کھڑی روتی ہوگی اس تنہائی میں مجھے جو کچھ امت کے لئے کہنا ہوگا کہہ لوں گا اس کے بعد جبرئیل ملائک کی جماعت کے ساتھ میری نماز پڑھیں گے جب ملائک میرے جنازہ کی نماز سے فارغ ہوں تب میرے اہل بیت کے مرد میرے جنازے کی نماز پڑھیں ان کے بعد میرے صحابی انصار و مہاجرین میری نماز پڑھیں۔ پھر مجھے میرے اہل بیت قبر میں اتاریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری حالت وفات کی بطور وصیت فرمادی مگر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ یقین نہ ہوا کہ آپ آخری وصیت کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ابھی آپ کی کس طرح وفات ہوگی کہ ابھی شاہ فارس کا ملک فتح نہیں ہوا۔ اور روم، شام کے بادشاہ کا ملک فتح نہیں ہوا پہلے یہ سب کچھ فتح ہو جائیگا تب کہیں آپ کی وفات ہوگی، بیچ میں کسی روز ہلکا بخار بھی ہوا مگر بالکل صحت نہیں ہوئی ذرا ذرا باتیں کرنے کے قابل کبھی ہوش آیا کبھی پھر بیہوش ہو گئے۔

☆...... ایک رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گھر میں بیٹھی ہوں یک بیک چاند میرے گھر میں اترا اور حجرہ کی زمین میں چھپ گیا۔ اس خواب

کی ابتدا چالیس سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھی تھی کہ ایک چاند میری گود میں آیا پھر اس نے چاروں طرف سے عالم کو روشن کیا اس کی انتہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھی کہ چاند میرے حجرے کی زمین میں چھپ گیا۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک سانس ٹھنڈا لیا اور آہ سرد بھر کر کہا خدا امت کا مددگار رہے کہیں ایسا نہ ہو کہ امت کے مسافر چاند کے غروب ہونے کے بعد اندھیرے میں بھٹکتے پھریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں مدفون ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا تیرے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ آج وہ چاند تیرے حجرے میں چھپ گیا۔ ساری بیماری میں آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رہے۔

☆......ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں زرہ پہنے ہوئے ہوں یک بیک وہ زرہ میرے جسم سے اتر گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ وہ تیری زرہ میں ہوں میری حیات تیرے لئے امن کا باعث ہے۔ اب عنقریب میں تجھ سے جدا ہو جاؤں گا اے علی رضی اللہ عنہ تم بے زرہ رہ جاؤ گے میرے بعد تم بہت سی تکلیفیں، اٹھاؤ گے جب لوگ دنیا کو اختیار کریں تم دین کو اختیار کرنا عنقریب تم میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے۔

☆......دوسرے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور یہ عرض کیا کہ حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک سفید ورق قرآن مجید کا ہے میں اس میں قرآن مجید پڑھتی ہوں اور اوراق کو ڈھونڈھتی ہوں مگر کہیں نہیں ملتا فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ورق قرآن مجید کا میں ہوں اب عنقریب میں تمہارے سامنے سے غائب ہو جاؤں گا تم ہر چند تلاش کرو گی مگر کہیں نہ پاؤ گی۔

☆......دوسرے دن حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آئے عرض کیا حضرت ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک تخت ہوا میں معلق اڑا جاتا ہے اور ہم دونوں اس تخت کے نیچے ننگے

سر روتے چلے جاتے ہیں اس خواب کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو نکلے اور فرمایا کہ اے نورعین وہ تخت جو ہوا میں معلق ہے وہ میرا جنازہ ہے تم جنازے کے ساتھ ساتھ روتے ہوئے جاتے ہوگے اس خواب کی تعبیر سن کر گھر والے رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو تم سب کے سب عنقریب مجھ سے حوض کوثر پر ملوگے اس عرصہ میں جناب کے مرض میں زیادتی ہوئی غفلت بے ہوشی بخار کی تیزی نہایت درجہ بڑھ گئی۔ غفلت کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلتا تھا۔ یارب امتی اللّٰھم اغفر لامتی،

☆...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے نبی آئے مگر ان کی وفات ہمارے کچھ بھی کام نہ آئی جب حضرت آدم علیہ السلام کی موت آئی اور وفات ہونے لگی تب آدم غم میں روتے تھے حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اے آدم! آپ کو کیا غم ہے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھے یہ غم ہے کہ جس جنت سے مجھے نکالا ہے پھر بھی اس میں داخل ہو جاؤں گا یا نہیں حکم الٰہی نازل ہوا کہ اے آدم آسمان کی طرف دیکھ لے یہ جنت تیرے لئے تیار ہے آدم علیہ السلام نے جنت کو دیکھا اور خوش ہو کر جان دیدی لیکن جس وقت ہمارے شفیع بیمار ہوئے ایام مرض میں ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام کوئی خوشخبری لائے ہو تو سنا دو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ دوزخ آپ کے روح کے استقبال کے لئے ٹھنڈی کی گئی اور جنت کے آٹھوں دروازے کھولے گئے حورانِ جنت اور ملائک آپ کے استقبال کے لئے جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا ''مالی وللنار ومالی وللجنة'' اے جبرئیل علیہ السلام نہ مجھکو جہنم سے کچھ مطلب ہے نہ جنت سے کچھ تعلق ہے یہ بتاؤ کہ میری امت کے قاری قرآن کے لئے کیا رتبہ ہے، حاجی کے لئے کیا رتبہ ہے، روزہ دار کے لئے کیا تیار کیا گیا ہے، نمازی کے واسطے کیا اجر ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت حرام ہے تمام امتوں پر جب تک آپ کی امت نہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر خاموش ہوئے۔

☆...... حضرت نوح علیہ السلام کی عمر وفات کے وقت ساڑھے تیرہ سو برس کی تھی جب

ملک الموت ان کے پاس آئے تو نوح علیہ السلام ملک الموت کی صورت دیکھ کر گھبرائے اور یہ کہا کہ اے ملک الموت تم نے بہت جلدی کی ملک الموت نے کہا کہ اے نوح تیرہ سو برس میں بھی آپ کا دنیا کی زندگی سے پیٹ نہیں بھرا؟ اے ملک الموت میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں کسی ایسے مکان میں داخل ہوا کہ جس کے دو دروازے ہیں ایک سے اندر آیا دوسرے دروازے سے تم مجھے لینے آئے میں اس مکان میں ذرا بھی نہ ٹھہرا۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ملک الموت آئے تب ملک الموت سے بات بھی نہ کی فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں، اے ملک الموت جب تک جبرئیل علیہ السلام کی زبانی امت کی مغفرت کی بشارت نہ سنوں گا اس وقت تک جان نکالنے کی اجازت نہ دوں گا سبحان اللہ۔

☆...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب موت کا پیغام آیا۔ گھبرا گئے ملک الموت کے طمانچہ مارا جب وفات پانے پر راضی ہوئے تب یہ کہا کہ مجھے بیت المقدس کی سرزمین میں پہنچاؤ وہاں پہنچ کر میری جان نکلے اللہ نے آپ کو بیت المقدس پہنچایا تب ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کی جان نکال کر لے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ کی خوشی ہو تب آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم کو جنت میں پہنچاؤں فرمایا کہ نہیں مجھے میری امت کے اندر رہنے دو یہیں مجھے دفن کردیں اپنی قبر میں اپنی امت کے لئے استغفار کروں گا آپ پر ہر پیر کو جمعرات کے دن امت کے اعمال اجمالی طور پر قبر میں پیش کئے جاتے ہیں اگر نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر کرتے ہیں اور اگر گناہ زیادہ ہوتے ہیں تو آپ جناب الٰہی میں استغفار کرتے امت کے لئے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں پھر کس طرح آپ کی امت آپ پر جان قربان نہ کرے۔

☆...... تین روز وفات سے پہلے جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے فرمایا کہ "یا محمد ان ربک یقرئک السلام وھو یسئل کیف تجدک" اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اجدنی مغموماً مھموماً، اے جبرئیل علیہ السلام میں بہت غمگین ہوں اول روز مزاج پوچھ کر

چلے گئے پھر دوسرے روز آئے اسی طرح مزاج پرسی فرمائی پھر آپ نے وہی جواب دیا، تیسرے دن حکم ہوا کہ آپ کو کیا غم ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن آپ اپنی زبان سے فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے گنہگار امت کا اس وقت بہت خیال ہے گنہگاروں کی مغفرت کس طرح ہوگی حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ الٰہی تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں حکم ہوا کہ کہہ دو:

ان ربک یقرئک السلام من تاب قبل موته بسنة قبلت توبة فقال یارب السنة کثیرة ثم جاء وقال من تاب قبل موته بشهر قبلت توبة قال علیه السلام یارب الشهر کثیر ثم جاء جبرئیل وقال ان ربک یقرئک السلام من تاب قبل موته الجمعة قبلت توبة فقال یارب الجمعة کثیرة فذهب ثم رجع فقال من تاب قبل موته بیومٍ قبلت قال یارب الیوم کثیر ثم حاء وقال من تاب قبل موته بساعة قبلت نوبة فقال الساعة کثیرة ثم جاء وقال ان ربک یقرئک السلام وهو یقول ان کان الساعة کثیر ةفلوبلغ روحه الحلقوم ولم یمکنه الاعتذاو کان الساعة کثیر ة فلو بلغ روحه الحلقوم ولم یمکنه الاعتذاد بلسانه والا استغیاء وندم بقلبه غفرت له ولا ابالی رب العالمین :

کو سلام فرماتا اور ارشاد کرتا ہے کہ اگر آپ کی امت کا کوئی مسلمان گنہگار مرنے سے ایک سال پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا ہم اس کی توبہ قبول فرما کر اسے بخش دینگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الٰہی ایک سال کی مدت بہت ہوتی ہے الٰہی میری امت کی مشکل آسان کر یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور یہ کہا کہ یا حضرت رب العالمین فرماتا ہے کہ اگر آپ کی امت کا گنہگار مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گا ہم اس کی توبہ قبول کریں گے عرض کیا یا الٰہی ایک مہینہ بہت ہے اے میرے اللہ امت کی مشکل آسان کر حضرت جبرئیل واپس گئے

کچھ عرصہ کے بعد پھر آئے اور یہ فرمایا کہ یا حضرت رب العالمین آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ایک مہینہ کی مدت بہت ہے تب ایک ہفتہ تو بہت نہیں ہے جو گنہگار آپ کی امت کا ہفتہ بھر پہلے مرنے سے توبہ کرلے گا وہ بخشا جائیگا عرض کیا الٰہی ایک ہفتہ بہت ہے الٰہی معاف کر میری امت کی خطاؤں سے درگزر فرما پھر حکم ہوا کہ جو شخص مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کرے گا ہم اسے بخش دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ مولیٰ ایک دن بھی بہت ہے پھر حکم دیا کہ جو شخص مرنے سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے گا وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ میرے لئے ایک گھڑی بھی بہت زیادہ ہے یہ سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان پر گئے اور پھر واپس آئے اور فرمایا حضور رب العالمین جناب کو سلام فرماتا ہے۔ اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر مرنے والے گنہگار شخص کی روح حلقوم میں پہنچ جائے اور زبان بند ہو جائے اگر اپنے دل میں اپنے گناہوں سے نادم ہو جائیگا تو میں اسے بخشدوں گا۔ اور کچھ بھی اس کے گناہوں کی پروانہ کروں گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بہت خوش ہوا اور امت کی طرف سے غم رفع ہوا سبحان اللہ کیا مہربان رؤف رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں مرض وفات میں اکثر آپ کو غفلت ہو جاتی تھی، اسی غفلت میں فرمایا **مایفعلون الناس** ''لوگ کیا کرتے ہیں عرض کیا'' **هم ينتظرونک يارسول الله** '' وہ نماز کے لئے آپ کا انتظار کرتے ہیں فرمایا کہ اچھا سات مشکیں ٹھنڈے پانی کی میرے اوپر ڈالدو شاید بخار کی گرمی کم ہو جائے اور میں نماز کو جاؤں سات مشکیں ڈالی گئیں مگر آپ کو ہوش نہ آیا پھر سردار انبیاء بے ہوش ہوئے پھر ہوش آیا پھر بے ہوش ہوئے تین دفعہ ایسا ہی ہوا جب چوتھی دفعہ یہ کیفیت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے کہو کہ نماز پڑھ لیں اب میرا انتظار نہ کریں میں اب نہ آسکوں گا کہہ دو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ نماز پڑھائیں یہ فرما کر پھر بے ہوش ہوئے تین

دفعہ ایسا ہی ہوا جب چوتھی دفعہ یہ کیفیت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے
کہو کہ نماز پڑھ لیں اب میرا انتظار نہ کریں میں اب نہ آسکوں گا کہہ دو ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ نماز پڑھائیں یہ فرما کر پھر بیہوش ہوئے

☆...... بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی اور اذان کے بعد حسب دستور دروازہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوئے اور چوکھٹ پر کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہے الصلوٰۃ الصلوٰۃ علیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کو تشریف لایئے الناس ینتظر ونک لوگ آپ کے منتظر ہیں جب کچھ جواب نہ آیا تب بلال نے تھوڑی دیر کے بعد عرض کیا السلام علیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الصلوٰۃ الصلوٰۃ پھر جواب نہ آیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غشی لاحق تھی تیسری دفعہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں آئی نرم آواز سے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ عنہ تم ابوبکر سے نماز پڑھواؤ انی لا استطیع الخروج میں اب نہیں آسکتا مجھ میں اتنی طاقت نہیں رہی۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ کلمہ سنا کہ میں اب نہیں آسکتا تم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز پڑھواؤ تو چیخ مار کر بے ساختہ روئے اور کہا واغوثاہ واہ انقطاع رجاہ واہ انکسار ظہراہ ہائے فریاد اب تو امید ٹوٹ گئی اب کسطرح میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اچھے ہونگے ہائے اب بلال کی کمر ٹوٹ گئی۔ یا نبی لم تلدنی امی میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا تو یہ دن میں نے نہ دیکھا ہوتا۔ جاتے تھے مسجد کی طرف دیوانوں کی طرح بازار کی طرف نکل گئے بازار میں روتے جاتے تھے اور ایک ایک سے یہ سوال کرتے ہیں کیوں جی کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نہ ہونگے کیا اب آپ کی جگہ دوسرا نماز پڑھائیگا کیا اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نہ آئیں گے پھر روتے ہوئے مسجد میں آئے، اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں کہ میں اب نہ آؤں گا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں بڑی مشکل سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلے کے پاس گئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر پڑھی جس وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشہد ان محمد رسول اللہ کہا اور ابوبکر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے اور تمام صحابیوں نے مصلے پر جناب کو نہ دیکھا مصلےٰ خالی پا کر ابو بکر چیخ مار کر رونے لگے ادھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمین پر سر دھننے لگے جب ان کے رونے کا مسجد میں غل مچا اس غل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آیا۔

☆......فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) یہ کیسا رونا ہے اور کون روتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ انصار و مہاجرین آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم روتے ہیں فرمایا کیوں روتے ہیں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز کو تشریف نہیں لے گئے مصلے خالی دیکھ کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے آپ کی مفارقت میں روتے ہیں انصار نے آپ کے فراق میں گھر چھوڑ دیئے رات دن مسجد کے اور آپ کے حجرے شریف کے تصدق ہوتے پھرتے ہیں کہ شاید کہیں سے آپ کی آواز سن لیں تو جی جائیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آج انصار آپ کو نہ دیکھیں گے تو مر جائیں گے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون بلاؤ علی کو بلاؤ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دونوں صحابی حاضر ہوئے آپ نے بڑی دقت سے بڑی مشکل سے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر پیر زمین پر کھینچتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے منبر پر نہ چڑھ سکے نیچے کی سیڑھی پر بیٹھ کر فرمایا کہ اے میرے صحابیو! تم کیوں روتے ہو عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عرصہ سے آپ کی آواز نہ سنی تھی جمال مبارک نہ دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا بلالؓ نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے پاس جاتا ہوں اب میں نہیں آسکتا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ادھر آپ کا مصلے خالی دیکھ کر ہمارے کلیجے پھٹ گئے ہم سے صبر نہ ہو سکا فرمایا ابھی تو میں زندہ حیات تھا تمہارا رونا مجھ سے نہ سنا گیا بیقرار ہو کر آ گیا مگر اب قریب ہے کہ تم مجھے کہیں نہ پاؤ گے اے میری امت اب میں اپنے اللہ کی جناب میں جاتا ہوں میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں ایک عاشق بولے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اب ملاقات کب نصیب ہوگی فرمایا کہ اب ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اے میرے صحابیو! اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اگر کوئی مجھے پوچھتا ہوا آئے اسے میرا سلام کہنا میرے بعد معاذ یمن سے میرے فراق میں روتا ہوا آئیگا اسے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جناب فرما گئے ہیں کہ اے معاذ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ تو قیامت کے دن علماء کا سردار اٹھایا جائیگا۔

☆ ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آخری خطبہ فرما کر حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے وہ دن اور آج کا دن پھر کبھی وہ آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہ آیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج کیسا ہے، حضرت علیؓ نے کہا اصبح بحمد اللہ بارا، آج تو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اچھا ہے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو روز کے بعد اگر تو چراغ لے کر بھی آپ کو ڈھونڈے گا کہیں نہ پائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو روز کے بعد وفات فرما گئے ہیں عبد المطلب کے اولاد کی موت کی نشانی خوب پہچانتا ہوں آپ کے چہرہ سے موت کے علامات ظاہر ہو چکے ہیں اب آپ کو اس مرض سے شفا نہ ہوگی اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست نہ ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش تھے ذرا جو آپ کو ہوش آیا فرمایا کہ عائشہؓ سات اشرفیاں زکوٰۃ کے مال کی میرے پاس امانت رکھی ہیں وہ اشرفیاں جلدی خیرات کردیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ اشرفیاں خیرات کردیں۔

☆ ...... پھر جب آپ کو بے ہوشی ہوئی تو دروازہ پر ایک شخص نے آکر پکارا السلام علیکم اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ھل ادخل ''کسی نے اس کی آواز سن کر یہ جواب دیا کہ اس وقت حضرت کو غفلت ہے اسوقت تمہیں آنے کی اجازت نہیں ہوسکتی اس شخص نے پھر پکار کر کہا السلام علیکم ھل ادخل ''اس عرصہ میں ان کی آواز حضرت کے کان میں گئی فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کون ہے عرض کیا کہ ایک شخص گھر میں آنے کا اذن مانگتا ہے اور آپ بے ہوش ہیں ہم نے اسے اذن نہیں دیا فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ یہ کون کھڑا اذن مانگ رہا ہے یہ گھروں کو ویران کرنے والا قبروں کو آباد کرنے والا بچوں کو یتیم کرنے والا عورتوں کو بیوہ بنانے والا، دوست کو دوست سے چھڑانے والا ملک الموت ہے جلدی آنے کی اجازت دیدو جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا ملک الموت آئے ہیں بے ساختہ

روئیں وابتاہ خربت المدینة' ہائے مدینہ آج ویران ہو جائے گا یا اللہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آج مدینہ سے جاتے ہیں یہ ملک الموت ان کے لینے آئے ہیں۔ ادھر ملک الموت مکان میں آئے ادھر جناب صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اتباہ یا حضرت آج آپ کو کیا ہوا جب بہت روئیں تب آپ کو ہوش آیا فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اتنا نہ رو کیونکہ تیرے رونے کے ساتھ آسمان کے فرشتے اور حاملان عرش روتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو پونچھے اور فرمایا عنقریب سب سے اوّل اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تو مجھ سے آن ملے گی پھر ملک الموت سے فرمایا اے ملک الموت اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کہاں ہیں عرض کیا کہ یا حضرت اس وقت ساتویں آسمان پر ہیں آسمان کے ملائک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو تعزیت دے رہے ہیں کہ اے جبرئیل علیہ السلام آج تمہاری رسالت ختم ہوئی آج تمہارا قرآن پہنچانا بھی تمام ہوا اگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو جبرئیل علیہ السلام بھی دنیا سے گئے اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام فرمایا ہے اور آپ کا مزاج پوچھا ہے فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام اس عالم میں میرے لئے کیا تیار کیا گیا ہے عرض کیا کہ حضرت دوزخ ٹھنڈی ہوئی جنت آراستہ کی گئی حور و ملک آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں رضوان جنت دروازہ کھولے آپ کا انتظار کرتا ہے۔ فرمایا اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ بتاؤ میری امت کے لئے کیا حکم ہے فرمایا کہ جس کے ہونٹوں میں جان رہ جائیگی وہ بھی اگر دل میں توبہ کرلے یا توبہ کے لئے ہونٹ ہلائیگا تو بھی ہزار برس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس نے توبہ کی اس کو آپ اپنی شفاعت سے بخشوائیں گے آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے وہ بخشا جائیگا آپ غم نہ کھائیں۔

☆......اتنے میں ایک اور فرشتہ نے حاضر خدمت ہونے کے لئے اذن طلب کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ کون ہے عرض کیا کہ حضرت یہ اسماعیل علیہ السلام فرشتہ ہے آسمان دنیا کا داروغہ ہے جس دن سے اس نے آپ کو معراج کی

شب میں دیکھا ہے آپ کے جمال کا عاشق ہوا ہے آج اسے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے وفات پائیں گے اس نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی مجھے ایک دفعہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ان کی زندگانی میں اور نصیب کردے یہ فرشتہ حضور رب العزت سے اذن لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے حاضر ہوا ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ملک الموت حاضر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ملک الموت تم میری زیارت کرنے آئے ہو یا میری جان قبض کرنے۔ ملک الموت نے عرض کیا مجھے خدائے پاک نے حکم دیا ہے کہ جو کچھ مرضی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو تو وہی کرنا اگر جناب کی مرضی پاؤں روح قبض کروں ورنہ زیارت کر کے چلا جاؤں گا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے آپ کو بلایا ہے اور وہ اب آپ کا دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتا یا حضرت حور و غلمان آپ کی زیارت کے مشتاق اور ملائک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر ہیں۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت ہوا کہ اب اللہ کو یہی منظور ہے کہ دار فنا کو چھوڑوں اور دار بقا کو اختیار کروں فرمایا کہ اچھا میری ازواج کو سامنے بلاؤ سب بیویاں حاضر ہوئیں فرمایا کہ دیکھو تم صبر کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا اپنے گھروں سے باہر نہ نکلنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا حال ہے فرمایا کہ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ تم میری آواز نہ سنو گی اور نہ مجھ کو دیکھو گی پھر فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آدمی بھیجا اور یہ کہا کہ بہت جلد حسنین کو بلا لاؤ کیونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت بہت ہی قریب ہے وہ شخص حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے گیا اور یہ کہا کہ جلدی چلو تمہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اتنی جلدی کیوں ہے کیا ہمارے نانا جان کا آخری وقت ہے کیا آپ وفات فرمائیں گے، گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس بٹھا کر

ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ میری امت کے ظالم تم پر ظلم کریں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت اگر ان پر ظلم ہوگا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس سے کہیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کافی ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی وفات کی باتیں سن کر روئے ان کی آواز سے جو مجمع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حجرہ شریف کے چاروں طرف جمع تھا رونے لگا وامحمداہ من سیکون لامتک بعدک اے جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کا کون رکھوالی ہوگا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر حال میں اچھی جگہ تشریف لے جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں روتے ہیں۔ فرمایا الفراق امتی میں اپنی امت کی جدائی کے صدمہ میں روتا ہوں جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تب فرمایا کہ اے علی! میرے حجرہ کا پردہ اٹھاؤ میں ایک آخری نظر اپنی امت کو اور دیکھ لوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پردہ اٹھایا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پاس بلایا جب وہ دیوانوں کی طرح رونے لگے تب فرمایا کہ اے مصیبت زدہ لوگو صبر کرو میں جاتا ہوں تمہارے لئے حوض کوثر اور جنت آراستہ کراتا ہوں تم سب سے پہلے جنت میں جاؤ گے تم سے پہلے کوئی امت نہ جائے گی اے میری امت دین اسلام پر قائم رہنا اور قرآن کو اپنا امام بنانا اے اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا یہ فرماتے فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بند ہوئیں اور ماتھے پر پسینہ آیا بے ہوشی طاری ہوئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اشارہ سے رخصت کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باہر چلے گئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حشر کے دن میں آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا کہ لوائے حمد کے نیچے عرض کیا کہ یا حضرت اگر وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی فرمایا کہ حوض کوثر پر اگر وہاں بھی نہ ہوئی تب میزان عدالت کے پاس جہاں امت کے اعمال تولے جائیں گے اگر وہاں بھی نہ ملوں تو پل صراط پر کہ جہاں میری امت گزرتی ہوگی میں وہاں جہنم کے کنارے کھڑا امت کے سلامت گزر جانے کی دعا کرتا ہوں گا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سب کی وصیت سے فارغ ہوئے فرمایا کہ اے ملک الموت مجھے اپنے رب کی ملاقات کا شوق ہے اب تم جس کام کے لئے آئے ہو وہ کام کرو ملک الموت نے عرض کیا کہ مجھے حکم ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہو تب روح مبارک قبض کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روح قبض کرنے کی اجازت فرمائی۔

☆...... ملک الموت نے روح مبارک قبض کرنی شروع کی موت کی تکلیف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسینہ آیا سکرات کی تکلیف شروع ہوئی فرمایا اللّٰھم ان الموت سکرات اے اللہ موت کی بڑی سخت تکلیف ہے ''اللّٰھم اعنی فی سکرات الموت'' الٰہی تو ہی موت کی تکلیف آسان کرے گا مٹی کے پیالے میں پانی بھروا کر رکھوایا موت کی گھبراہٹ میں گھڑی گھڑی پانی میں ہاتھ ڈالتے وہ ہاتھ منہ پر پھیرتے اور اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ'' فرماتے اے اللہ مجھے اپنے پاس بلالے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا واہ کرب ابی'' یا حضرت آپ کو آج بہت تکلیف ہے فرمایا'' لا کرب علی ابیک بعد الیوم'' اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آج کے سوا پھر کبھی تیرے باپ پر کچھ کرب اور کوئی تکلیف نہ ہوگی اے فاطمہ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اے ملک الموت اپنا کام پورا کر پھر آپ کو نزع کی تکلیف زیادہ ہوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل کیا اس وقت میرا منہ تمہیں اچھا معلوم نہیں ہوتا جو تم نے پھیر لیا حضرت جبرئیل علیہ السلام روئے اور عرض کیا کہ یا حضرت کس دل سے آپ کی نزع کی حالت دیکھ سکتا ہوں پھر جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ الصلوٰۃ اے لوگو دیکھو نماز کی حفاظت کرنا یہ فرما کر پھر'' یارب امتی یارب امتی کہتے کہتے جان سینہ مبارک تک سمٹ آئی تھی نیچے کے جسم کی جان نکل چکی تھی مگر امت گنہگار کا کلمہ منہ پر جاری تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب العالمین فرماتا ہے کہ امت کی اس قدر محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس نے ڈالی فرمایا اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آپ کی امت پر ایک ہزار درجہ آپ سے زیادہ مہربان ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو میرے سپرد کر کے موت کی تکلیف کو آسان کیجئے یہ سن

کر فرمایا کہ اب میرا دل ٹھنڈا ہوا ''اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ'' اے اللہ اب مجھے بلا لے معاً بے ہوشی طاری ہوئی اور ماتھے پر مشک کی خوشبو کا پسینہ جاری ہوا یہ رات کا وقت ہے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں اور حجرہ مبارک میں دنیا کی قلت کے سبب چراغ میں تیل بھی نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اٹھ کر ہمسایہ کی عورت کے پاس چراغ بھیج کر کہا کہ اللہ کے واسطے دو بوندیں تیل کی ہمارے چراغ میں ڈال دو کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں وفات فرما رہے ہیں ہائے نبی کے گھر میں اندھیرا ہو اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہوں واہ ری دنیا انبیاء کے ساتھ تجھے کیسی عداوت ہے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان کی طرف تھا اللّٰھم بالرفیق الاعلی کا کلمہ زبان پر تھا یک بیک گردن مبارک کا مہرہ ایک طرف کو مائل ہوا روح مبارک آسمان کی طرف پرواز کر گئی، معاً ایک خوشبو حجرہ میں پیدا ہوئی اہلِ بیت نے جان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے واپس نہ آئیں گے۔

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ملک الموت کی آواز سنی کہ روح مبارک قبض کر کے چلے تھے روتے جاتے تھے اور واہ محمداہ واہ محمداہ کہتے جاتے تھے۔

☆...... بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب دیکھا کہ روح مبارک پرواز کر گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر چہرہ مبارک کھولا دیکھا کہ گویا آپ آرام فرماتے ہیں ماتھے پر پسینہ ہے پکارا یا ابتاہ اجاب ربا ہ اے نبی رب کا بلاوا منظور کر لیا یا ابتاہ من ربہ ما اوننعاہ اے نبی ہم کو چھوڑ کر اپنے رب کے پاس چلے گئے ابتاہ الیٰ جبرئیل علیہ السلام اے نبی اب اگر جبرئیل علیہ السلام آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئیں گے تو ہم کہیں گے تم کسے تلاش کرتے ہو جنہیں تم دیکھتے ہو وہ اس جہاں سے تشریف لے گئے یا ابتاہ الی جنت الفردوس ماواہ اے نبی جنت الفردوس میں ٹھکانا کر لیا جب گھر میں سے رونے کی آواز باہر آئی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنی گھبرا کر بیتاب ہو کر دہلیز مبارک پر سر مارنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عقلیں جاتی رہیں عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدمہ سے انتقال کر گئے۔

☆......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوانہ ہو گئے دیوانوں کیطرح حجرہ مبارک پر آئے اور عرض کیا ذرا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دو ایک نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھے ملا دو اہل بیت نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حجرہ میں بلایا حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں آپ کے منہ سے چادر سر کا کر کہا واغشیاہ آج ایسی غشی اور بے ہوشی ہوئی کہ آپ ہوشیار نہیں ہونے کیا وحی اتری ہے آنکھ سے بھی دیکھ لیا مگر دل کو یقین نہ ہوا کہ آپ وفات پا گئے جب حجرہ سے باہر آئے تو تلوار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہا کہ لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں فرمائی آپ کا انتقال نہیں ہوا بلکہ آپ اللہ کے پاس قرآن لینے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے تشریف لے گئے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی گئے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی حجرہ مبارک کے پاس حاضر ہوئے حجرہ میں داخل ہوتے ہوئے آپ کا یہ حال تھا کہ آنکھیں پانی بن کر بہی جاتی ہیں اور جناب کی ہچکی بندھی ہوئی تھی سانس گھٹ گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں وفات فرما کر زمین پر آرام فرما رہے تھے نمدہ کا کہ تہ بدن پر تھا پرانی بردیمانی آپ کے اوپر تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چہرہ مبارک کھولا صورت دیکھتے ہی ایک چیخ نکلی وانبیاہ ہائے اے نبی کہاں گئے واصفیاہ اے بزرگ آپ کو کیا ہو گیا پھر ایک چیخ نکلی۔ واخلیلاہ اے حبیب رخصت ہوئے ہمیں چھوڑ گئے **قد انقطع لموتک مالم ینقطع لموت احدمن الانبیاء قبلک** آج بند ہوئی وہ بات جو بند نہ ہوئی تھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی موت سے اور نبیوں کی وفات سے وحی کا آنا بند نہ ہوا تھا جو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بند ہوا ہزاروں پیغمبرؑ یہی خوشی سناتے آئے کہ ہمارے بعد وہ نبی آئیں گے آپ وفات فرما گئے اور یہ فرما گئے کہ ہمارے بعد وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے۔ یا حضرت اگر آپ کی موت ہمارے ہاتھ ہوتی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے مرجاتے اپنی جانیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کرتے یا حضرت اگر سارا جہاں بھی مل کر آپ کے لئے روئے گا تو بھی وفات کا جو غم ہماری جانوں پر ہوا ہے وہ کم نہ ہوگا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضور رب العالمین کے سامنے ہم کو اس طرح نہ چھوڑ دینا جس طرح یہاں چھوڑ دیا جب

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرہ سے باہر آئے تو جو صحابہ کرام نیم بسمل کی طرح زمین پر تڑپ رہے تھے اور ابھی تک یہی امید تھی کہ آپ سوتے ہیں شاید آپ بیماری کے سبب تھکے ہوئے ہیں مگر جب ابوبکر حجرہ سے باہر آئے سب کے سب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر کر کھڑے ہوئے اور یہ کہا کہ یا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبض رسول اللہ اے صحابی رسول اللہ کے کیا جناب رسول اللہ کی وفات ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کس پر چھوڑ گئے یا صاحب رسول اللہ! یغسل رسول اللہ اے صحابی رسول اللہ کے کیا آپ کو غسل دیا جائے گا اے صحابی رسول اللہ کے کیا آپ کی نماز بھی پڑھی جائے گی آپ سب کے امام تھے آپ کا امام کون ہوگا اے صحابی رسول اللہ کے کیا آپ کو زمین میں دفن کیا جائے گا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام '' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا زندہ موجود ہے تم صبر کرو اور یاد الٰہی میں عمر بسر کرو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے لگے تو سوائے اہل بیت کے سب کو حجرہ شریف سے باہر کر دیا آپ کی وصیت کے موافق اہل بیت نے غسل دیا انصار نے مکان کے باہر غل مچایا کہ اے اہل بیت کیا ابھی سے اس چاند کو ہم سے چھپا لیا ایک نظر آخری تو ہم کو بھی دکھا دو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی نہ تھی جو اور نبیوں میں ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے مشک کی خوشبو کے اور کچھ نہ تھا غسل کے وقت اہل بیت میں اختلاف ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اتار کر غسل دیا جائے یا مع لباس کے غسل دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے فارغ ہو کر آپ کو کفن دیا اور جنازہ کو نماز کے واسطے حجرہ سے باہر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لا کر رکھا کسی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ سے نماز کے لئے باہر آئے ہیں تم بھی نماز پڑھ لو حضرت عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ حیات جانتے تھے یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھانے مسجد میں آئے ہیں یہ خیال کر کے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور جنازہ مبارک پر نظر پڑی بیساختہ بے اختیار روئے

اورعرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ منبر تیار ہونے سے پہلے ایک کھجور کی لکڑی سے کمر لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بنکر آیا تو آپ نے اس لکڑی کو چھوڑا وہ لکڑی آپ کے فراق میں تڑپ رہی ہے آپ تشریف لاکر اپنی امت کو چپکا کریں انہیں بھی کچھ تسلی دے جائیں وہ لکڑی ہی اچھی تھی جسے حضور کا ہاتھ میسر ہوا یہ ساری امت آپ کے فراق میں بے چین ہے مگر کہیں آپ کا ہاتھ نہیں پاتی یا نبی اللہ نوح نے ہزار برس میں چالیس مسلمان کیئے جناب نے تھوڑے دنوں میں لاکھوں مسلمان کیئے یا نبی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے نزدیک وہ مرتبہ ہے کہ جب تک آپ پر کوئی ایمان نہ لائیگا خدا پر ایمان لانا اس کا قبول نہ ہوگا حیات مبارک میں فرماگئے تھے کہ میرے جنازے کو الگ رکھ کر ہٹ جانا اول میرے جنازہ کی نماز حضرت جبرئیل علیہ السلام ملائک کی جماعت کے ساتھ پڑھیں گے پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت جماعتیں فرشتوں کو ساتھ لے کر نماز پڑھیں گے پھر میرے اہل بیت کے مرد پھر عورتیں ثم المہاجرین پھر مہاجرین اور انصار، جب آپ کے جنازہ کی نماز اہل بیت پڑھ چکے اور انصار و مہاجرین نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو حیران ہوکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم نہیں جانتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز کیسے پڑھیں تم اللہ کے واسطے ہمیں بتلاؤ کہ ہم کیا پڑھیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کہو یا اللہ اپنی ساری رحمتیں اپنے نبی پر نازل کردے یا اللہ تیرے نبی نے تیرے احکام سب پہنچادیئے الٰہی تیرے نبی نے سب طرح ہماری دینی خدمت کی ہم سے نبی کی کچھ خدمت نہ ہوئی انصار نے اس قسم کی دعا پڑھ کر نماز کو ختم کیا جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شقران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضور کو قبر میں اتارنے کے لئے قبر میں اترے انصار نے روکر عرض کیا کہ اہل بیت کیا اس آخری خدمت میں ہمارا حصہ نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اوس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قبر میں اتارلیا ہاتھوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارا سات کچی اینٹوں سے قبر کا پٹاؤ کیا جو چادر آپ زندگی میں اوڑھا کرتے تھے اور بعد وفات کے دفن سے پہلے وہی اوڑھے ہوئے تھے شقران غلام نے وہ

چادر قبر میں آپ کو اوڑھا کر یہ کہا کہ اب آپ سے بہتر کون آئیگا جو آپ کے کپڑے اپنے استعمال میں لائے پھر اپنے ہاتھ سے مٹی قبر میں بھری بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کی مشک لئے کھڑے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مشک سے پانی چھڑکتے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں تلّلی جاری تھی دونوں مل کر قبر پر گرتی تھیں خدا کی قدرت ہے جن کی دعا سے ایک ایک ہفتہ آسمان سے برابر پانی برسا آج ان کی قبر پر ایک چھوٹی مشک پانی ڈالا جاتا اور قبر کی سوکھی مٹی کو تر کیا جاتا ہے جو اپنے قدموں سے ساتوں آسمان طے کر گئے آج ان کے جنازہ مبارک کو قبر کی سات کچی اینٹوں نے چھپالیا، جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شریک ہونے والوں سے فارغ ہو کہ چلے سامنے سے بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتی ہوئی نظر آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شریک ہونے والوں سے پوچھا کہ لوگو تم کہاں سے آتے ہو شاید کسی کو دفن کر کے واپس آتے ہو اے لوگو کیا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر آئے کس کلیجہ سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالی تم کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے آئے یہ کلمہ سن کر لوگوں کی حالت بہت غیر ہوئی پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئیں اور رو رو کر کہا ''یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ'' یا حضرت اب اگر جبرئیل علیہ السلام آئیں تو ہم ان سے کہیں گے تم کسے ڈھونڈ ھتے ہو تم کسے تلاش کرتے ہو۔ جبرئیل علیہ السلام تم کس کے پاس آئے ہو تم جس کے پاس آئے ہو وہ وفات فرما گئے وہ یہاں سے تشریف لے گئے پھر قبر کی مٹی اٹھا کر سونگھی اور فرمایا جس نے یہ مٹی سونگھ لی اسے مشک وعنبر کے سونگھنے کی ضرورت نہ رہے گی ''صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا میرے اوپر وہ غم کا پہاڑ گرا ہے کہ اگر یہ غم روشن پر گر جائے تو مارے غم کے دن، رات ہو جائے یا اللہ میری روح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے ملا دے کل چھ مہینے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے بعد زندہ رہیں مگر اس عرصہ میں کبھی آپ کے چہرے پر ہنسی نہ آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر کے پار ہوا تھا کچھ مہینے زندہ رہ کر آپ کی وفات ہوئی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر

طاقت نہ رکھتے تھے رات ہی کو سوار ہو کر مدینہ کی جانب منزل بمنزل چل کر مدینہ کے قریب پہنچے جب مدینہ تین میل رہ گیا آدھی رات کے بعد جنگل سے آواز آئی وامحمداہ قد فارق الدنیا اے محمد تم نے دنیا کو چھوڑا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارا اے اندھیری رات میں غل مچانے والے تو کون ہے کہا میں عمار بن یاسر صحابی ہوں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہاں جاتے ہو، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر لے کر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یمن جاتا ہوں جب معاذ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنی روئے اور یہ کہا کہ اے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آپ چلے گئے تو یہ بتاؤ بیوہ شریعت اور یتیم صحابہ کو کس پر چھوڑ گئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ کا آپ کے بعد کیا حال ہے، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایسی حالت ہے کہ جیسے اجنبی جنگل میں بکریوں کو چھوڑ کر بکری والا جائے اور بکریاں حیران پھر رہی ہوں جس طرح صحابہ پھرتے ہیں جب معاذ مدینہ میں داخل ہوئے صبح کی اذان ہوئی جب اذان میں اشہدان محمدارسول اللہ مؤذن نے کہا جماعت کی جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر گرے جب ہوش آیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت معاذؓ سے کہا کہ اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے سلام فرما گئے ہیں حضرت معاذؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام سن کر ''فداک روحی وعلیک السلام کہتے ہوئے بے ہوش ہوئے قریب تھا کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان نکل جائے بہت دیر کے بعد جب ہوش آیا تب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر گئے۔ روتے روتے مزار کو آنسوؤں سے تر کیا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موذن کی یہ حالت تھی کہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو تم نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ کا پتہ بتا دو مدینہ میں اندھیرا ہوا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ چھوڑ کر ملک شام شہر حلب میں چلے گئے ایک سال بعد خواب دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑا کیا تیرا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا خواب سے لبیک سیدی آئے آقا غلام حاضر ہے کہتے ہوئے اٹھے اور اسی

وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہوئے رات دن برابر چل کر مدینہ میں داخل ہوئے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانا بلال کا یہ سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر زندہ ہوئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی تصور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے تھے پہلے جناب کو مسجد نبوی میں دیکھا جب وہاں نہ ملے تب حجروں میں ڈھونڈا جب وہاں بھی نظر نہ آئے تب مزار پر چلے رو کر عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حلب سے غلام کو یہ کہہ کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زیارت کے لئے حاضر ہوا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں چھپگئے جگہ جگہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ کو تلاش کرتا ڈھونڈھتا پھرتا ہے مگر کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پاتا یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر قبر مبارک کے پاس گرے بہت دیر میں جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا لوگ قبر مبارک کے پاس سے اٹھا کر باہر لائے، اس عرصہ میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن آئے ہیں۔ سب نے مل کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اللہ کے لئے ایک دفعہ اذان سنا دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ واللہ یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اذان کہا کرتا تھا تو جس وقت اشھدان محمدا رسول اللّٰہ کہتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے آنکھوں کے دیکھ لیتا تھا اب بتاؤ کہ کسے دیکھوں گا مجھے اس خدمت سے معاف رکھو ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا۔ بعض صحابیوں کی یہ رائے ہوئی کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا کہنا نہ مانیں گے تم کسی کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر انہیں بلالو اگر وہ آن کر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کریں گے تو ضرور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشق ہے ان کا کہنا ہرگز ہرگز رد نہ کریں گے یہ سن کر ایک شخص حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر لایا ان سے اذان کہلوانے کی فرمائش کی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج ہمیں بھی وہی اذان سنادو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا کر کہا کہ تم میرے نبی کے کلیجے کے ٹکڑے ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے پھول ہو جو تم کہو گے میں منظور کروں گا تمہارے دل کو رنجیدہ نہ کروں گا تمہارا رنج دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مزار میں رنج پہنچانا ہے عرض کیا کہ اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے لے چلو جہاں تم کہو گے وہاں اذان کہہ دوں گا حضرت حسین نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کی چھت پر کھڑا کیا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان شروع کی اللہ اکبر مدینہ میں یہ وقت عجیب غم اور صدمہ کا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات فرمائے قریب زمانہ ہوا ادھر بلال موذن آپ کو خواب میں زندہ دیکھ کر ملنے کے لئے مدینہ منورہ آئے جب آپ کو نہ پایا تو روتے روتے جان دینے کے لئے تیار ہوئے آج مہینوں کے بعد اذان شروع کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کا سماں بندھا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن کر مدینہ کے بازار گلی کوچوں سے لوگ آن کر مسجد میں جمع ہوئے ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا پردہ والی عورتیں پردہ سے باہر آئیں اپنے بچوں کو ساتھ لائیں جس وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشہد ان محمداً رسول اللہ منہ سے نکالا ہزار ہا چیخیں ایک دم نکلیں اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا عورتیں روتی ہیں ننھے ننھے بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے ہیں کہ تم ہمیں یہ بتاؤ کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آ گئے مگر اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں کب آئیں گے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اشہد ان محمداً رسول اللہ نکالا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں سے نہ دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بے ہوش ہو کر گرے بہت دیر کے بعد اٹھ کر روتے ہوئے ملک شام واپس آ گئے جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے سب سے پیچھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور قبر میں کفن ہٹا کر دیکھا تھا فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں میں حرکت پائی کان لگا کر سنا تو یارب امتی امتی کا کلمہ جاری تھا سبحان اللہ امت سے کیا عشق تھا کہ قبر میں تشریف لے جانے کے بعد بھی امت کی یادگاری جاری ہے

بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ وفات کے وقت میں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ سانس باقی ہے یا نہیں سالہا سال تک میرے ہاتھوں میں خوشبو بسی رہی ہر وقت ہاتھ سے مشک کی خوشبو آتی تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذہن حافظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت زیادہ ہوا تھا کسی نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غسل دینے کے بعد جناب کی پلکوں میں ایک قطرہ پانی کا رہ گیا تھا وہ قطرہ میں نے اپنی زبان سے اٹھا کر پی لیا اس دن سے خدا نے مجھے حافظہ عطا کیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے مٹی ڈال کر ہٹے معاً ہی اپنے دلوں کی حالت بدلی ہوئی دیکھی۔ راز: یہ ضروری بات ہے کہ جب آفتاب غروب ہوگا دنیا میں اندھیرا پیدا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے آفتاب تھے مدفون ہونے کے بعد روحانی عالم میں کسی قدر اندھیرا ضرور معلوم ہوا اور ہونا چاہئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں یہ حال تھا کہ کوئی غم ان کے نزدیک اس غم سے زیادہ نہ تھا۔ ان میں سے اگر کسی کا بیٹا مر جاتا تو لوگ یہ کہہ کر اس کی تعریف دیتے کہ کیا یہ صدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بھی زیادہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا لفظ سنتے ہی حقیقی فرزند کا غم لا شے ہوجاتا تھا

(اناللہ وانا الیہ راجعون)

ربیع الاول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال کا مہینہ

اس مہینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اور اسی مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ لیکن آپ کی تاریخِ ولادت اور وفات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اور اس میں کئی قول ہیں، اگرچہ مشہور روایت ۱۲/ تاریخ ہی کی ہے لیکن بعض حضرات نے دلائل کے ساتھ دوسری تاریخوں کو ترجیح دی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہِ ربیع الاول میں دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی،

لیکن تاریخ کی تعیین میں چار اقوال مشہور ہیں، دوسری، آٹھویں، دسویں، بارہویں۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کر مرجوح قرار دیا ہے، مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا ہے جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے (حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء ص ۲۰) اور تاریخ وفات کے متعلق فرماتے ہیں: تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹/ ذی الحجہ بروز جمعہ کو ہوا، ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲/ ربیع الاول بروز دوشنبہ نہیں پڑتی۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے۔ کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲۔ اور عربی عبارت میں "ثانی شھر ربیع الاول" کا "ثانی عشر ربیع الاول" بن گیا حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴) مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک ولادت اور وفات کا مہینہ ربیع الاول اور پیر کا دن ہے۔

تاریخ ولادت اور تاریخ وفات میں اختلاف کی وجہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک کی تاریخوں میں یہ اختلاف کیوں پیدا ہوا، جبکہ صحابۂ کرام، محدثین عظام اور فقہاء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو حافظے بھی عجیب وغریب طرح کے عطا فرمائے تھے، للہذا یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان حضرات کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات سے متعین طور پر

امت کے لئے کوئی خاص (اجتماعی غمی یا خوشی کا) حکم وابستہ نہیں تھا، اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں وابستہ تھیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کے حوالہ سے کوئی اجتماعی حکم یا عمل وابستہ ہوتا (جیسا کہ آج کل عید میلا النبی کے نام سے جشن کا اہتمام ہوتا ہے) تو یہ اختلاف موجود نہ ہوتا، جیسا کہ آج کے ہر کونے میں ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بھی یہ بات معلوم ہے عید الفطر شوال کی پہلی تاریخ میں اور عید الاضحیٰ ذی الحجہ کی دس تاریخ میں ہوتی ہے، اور اس میں امتِ مسلمہ کے درمیان دو رائے نہیں پائی جاتیں۔ کیونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا متعینہ تاریخوں میں انجام دیا جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے متواتر طریقہ پر چلا آرہا ہے، اگر ۱۲/ ربیع الاول کو ایک اجتماعی تیسری عید کا بھی وجود ہوتا تو یقیناً اس کا ثبوت بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح ہوتا۔ پس اس سے واضح ہوا کہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت وفات کے ساتھ کوئی اجتماعی عمل وابستہ نہیں۔

ولادت اور وصال کے ایک ہی مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت

یہی وجہ ہے کہ ولادت اور وصال کے ایک مہینہ کے اندر جمع ہونے میں بزرگانِ دین نے ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس مہینے میں آپ کی ولادت کہ وجہ سے نہ تو ''یوم العید'' (خوشی کا دن) منائے اور نہ ''یوم الحزن'' (غم کا دن) کیونکہ اگر کوئی اس کو یوم العید بنانا چاہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا خیال اس خوشی میں رکاوٹ ہوگا۔ اور اگر کوئی یوم الحزن منانا چاہے تو ولادت شریفہ کا خیال اور رنج وغم میں رکاوٹ ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات سے زیادہ کوئی واقعہ سرور (خوشی) اور حزن (رنج وغم) کا نہیں۔

(ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ'' مواعظِ میلا دالنبی وعظ ''النور'')

عیدِ میلا دُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی اجتماعی طور پر منانا عید میلا دالنبی کہلاتا ہے عید یہاں خوشی کے معنی میں ہے جیسے کوئی دوست دیر سے ملے تو مبالغۃً کہتے ہیں کہ لو آج عید ہوگئی۔ عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عید اسی معنی میں ہے عید کی حقیقت شرعی اس میں مراد نہیں ہوتی۔ جس طرح عیدین کے دن اجتماعی خوشی ہوتی ہے کسی خوشی کو عید بنانا اسے اجتماعی شکل میں منانا ہے۔ ولادت النبی کی اجتماعی خوشی کرنے کو عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی کو اجتماعی طور پر منانا ایک ایسا عمل ہے جس کا سبب باعث اور محرکات سب عہدِ صحابہ میں بھی موجود تھے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو آج سامنے آیا ہو۔ وہ تمام محرکات و دواعی جن پر آج عمل کی بناء رکھی جاتی ہے۔ لیکن ہمیں کوئی اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کبھی اس موقع پر اجتماعی خوشی کی ہو آخر کیوں؟ اور نہ سہی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت امامہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہی کبھی اپنے والد اور نانا کا یوم ولادت منایا ہو اس کا آپ کو کبھی ثبوت نہ ملے گا آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ کیا آپ نے اس پر کبھی غور کیا۔

ولادت اور وفات کا تعلق ذاتیات سے ہے۔ نکاح اور اولاد کا موضوع بھی انسان کی ذات ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئینہ ذات میں نہیں آئینہ رسالت میں دیکھتے تھے۔ آپ کی ولادت کی خوشی بھی اسی لیے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ محض ولادت کی خوشی تو ابولہب کو بھی تھی جس نے آپ کی ولادت کی خبر سُنتے ہی خبر دینے والی باندی آزاد کر دی تھی۔

ولادت کو ذات کے اعتبار سے دیکھیں تو خوشی کا انداز جذباتی ہوگا۔ رسالت کے اعتبار سے دیکھیں تو ہمہ تن اطاعت غالب ہوگی۔ مجال ہے اس کی خوشی کسی ایسے طور پر ہو جس کی تعلیم اللہ رب العزّت اور اس کے رسول برحق نے خود نہ دی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ بڑے خلوص اور بڑی ذمہ داری سے پڑھا تھا۔ وہ اس ماحول کو قائم رکھنا جسے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا اور سنورا اپنے ہر جذباتی عمل اور جذباتی نعرے سے فائق اور مقدم سمجھتے تھے۔ چھینک بھی آئے تو وہ یہ دیکھتے تھے کہ ایسے موقع پر خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا ہے۔

مطلق محبت جذبات اور ان کا اظہار چاہتی ہے اور جس محبت کے پیچھے کوئی روشن سبب کارفرما ہو اس محبت کے داعی محبوب کی عقیدت اور اطاعت میں گھلے چلے جاتے ہیں۔ وہ پھڑ کنے بھی نہیں پاتے مگر یہ کہ قربان ہو جاتے ہیں۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بآموز
کاں سوختہ راجاں شد وآواز نیامد

آج بھی جس دل و دماغ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جلوہ پیرا ہو گی وہ آپ کی ولادت کی خوشی کو ذاتیات کے پہلو سے نہ دیکھے گا۔ آئینہ رسالت میں دیکھتے دیکھتے اپنی زندگی کے ہر قدم کو آپ کی سنّت اور سیرت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے اسی جذبہ محبت سے سرشار تھے۔ اس لیے انہوں نے کبھی آپ سے مطلق محبت کے جذبات کا اظہار نہ کیا تھا۔

آپ کی ولادت کی اجتماعی خوشی کرنا کب سے شروع ہوا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد دو قرن یہ وہ زمانے ہیں جن کے خیر ہونے کی خبر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ ان قرونِ ثلثہ مشہو دلہا بالخیر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اجتماعی طور پر نہ کی گئی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود دنیا میں تشریف فرما تھے اس وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی آپ کو آپ کے یوم پیدائش پر مبارک باد نہ کہی تھی نہ ہی آپ کے سامنے آپ کے یوم پیدائش کا کبھی تذکرہ کیا تھا۔

آپ کی تاریخ پیدائش میں تو کچھ اختلاف ہے

لیکن یوم ولادت (سوموار) میں کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غالباً اسی حکمت سے کہ آپ کے یوم پیدائش کو کہیں کوئی شرعی تقدس نہ دے سوموار کو ہی پہلی وحی فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے جب پہلی وحی آئی اور وہ سوموار کا دن تھا۔اب اس دن کوایک یادنے نہیں دو یادوں نے گھیر لیا بایں اس دن کو کوئی شرعی حیثیت نہیں دی گئی شرعی حیثیت دنوں میں سے صرف جمعہ کو حاصل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا مگر کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم نہ دی نہ کبھی اجتماعی طور پر اسے منانے کا حکم دیا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے سُن کر اسے اپنے ہاں رائج نہ کیا نہ کسی امام اور مجتہد نے اس دن کے روزے کو اجتماعی صورت دی ہے۔

حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سوموار کے دن روزہ رکھنے کا پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ذاک یو م و لدت فیه ویو م بعثت او انزل علی فیه .

ترجمہ:۔اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا فرمایا سوموار کے دن ہی مجھ پر (پہلی) وحی اُتری۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۳۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی پوچھنے پر ارشاد فرمائی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس یوم ولادت پر نہ کسی عمل کا حکم دیا نہ روزے کا۔اللہ رب العزت نے اسی دن آپ پر وحی کا آغاز فرمایا۔اب کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس ولادت کی خوشی میں سوموار کا روزہ رکھ سکے۔جب وہ ایسا کرے گا آپ کی بعثت کا تصور خواہ مخواہ اس پر محیط ہوگا اور دونوں کے ملنے سے بات یہاں پر آئے گی کہ مسلمانوں کے لیے آپ کی ولادت کی خوشی بھی رسالت کے باعث ہے۔نہ وہ خوشی جو آپ کی پیدائش پر ابولہب نے کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی بعثت کو احسان فرمایا ہے اس بعثت سے چالیس سال پہلے آپ کی ولادت ہو چکی تھی مگر اس ولادت پر بہار اس وقت آئی جب اللہ تعالیٰ نے بطور رسول آپ کی بعثت فرمائی اور آپ اللہ تعالیٰ کے نمائندے ٹھہرے

لقد من اللّٰه علی المؤ منین اذبعث فیهم رسو لا .

آپ کی اس حیثیت کو سامنے رکھے بغیر جب آپ کی ولادت کی خوشی منائی جائے گی تو اس میں مطلق محبت کا اظہار تو ہو سکے گا ولادت آئینہ رسالت میں نہ دیکھی جائے گی۔

یہ وہ محبت ہے جو ہر کسی کی برات نہیں اہلِ تقوئے کو ہی ہوتی ہے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی اجتماعی خوشی منانا عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور اگلے دونوں قرنوں میں نہ تھا لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس کا آغاز کب ہوا۔

سب سے پہلے ملک اربل مظفر ابوسعید (۶۳۰ھ) نے محفل میلاد قائم کی اور اس کے بدعت ہونے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے بریلوی بھی اسے بدعت تسلیم کرتے ہیں۔ گو اس سے آگے وہ اسے حسنہ کہہ کر اپنے لیے معافی کی گنجائش پیدا کر لیتے ہیں۔

محفل میلاد کا مرکزی عمل قیام تعظیمی ہوتا ہے اس کے بارے میں مولانا محمود احمد رضوی بریلوی مدیر ماہنامہ رضوان صراحت سے لکھتے ہیں:۔

لوگوں کی یہ بات جاری ہوگئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کا ذکر سُنا، فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ۔ (ماہنامہ رضوان لاہور نومبر ۱۹۸۶ء ص ۱۷۔۱۸)

بھلا وہ بدعت بھی جس کی سرے سے کوئی اصل نہ ہو بدعت حسنہ ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ خود غور فرمائیں تاہم مولانا محمود احمد رضوی کی یہ بات لائق تحسین ہے کہ انہوں نے سیرت حلبیہ کی پیروی میں تسلیم کرلیا کہ یہ قیام تعظیمی بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں، رہی یہ بات کہ ان کے نزدیک یہ بدعتِ حسنہ ہے تو اس کے جواب میں ہم اس پر اکتفا کریں گے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کسی بدعتِ حسنہ کو بھی اپنانے کی اجازت نہیں دی۔ آپ فرماتے ہیں۔

بدعت کیا اور حسن کیا فقیر کسی بدعت میں حسن نہیں دیکھتا۔ یہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے اس سے پوری طرح بچنا چاہئے۔

قیام تعظیمی تو ایک طرف رہا آپ تو خود محفل میلاد کو بھی پسند نہیں کرتے اپنے مخدوم زادوں کو لکھتے ہیں:۔

بہ نظر انصاف بہ بینند کہ فرضاً حضرت ایشاں دریں اوان در دنیا ے بودند و ایں مجلس و اجتماع منعقد مے شد آیا بہ ایں راضی مے شدند و ایں اجتماع را مے پسندیدند یا نہ؟ یقین

فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نہ فرمودند بلکہ انکار مے نمودند۔

(دفتر اول مکتوب ص ۲۷۳)

ترجمہ: انصاف سے دیکھئے اور فرض کیجئے کہ اگر حضرت والا اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے تو کیا آپ اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے مجھے یقین ہے آپ اسے ہرگز جائز نہ فرماتے بلکہ اسے منکرات میں شمار کرتے۔

یہاں یہ بحث نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اس دنیا میں موجود ہیں یا نہ؟ ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ اگر یہاں ہوتے تو ان محافل ومجالس کو قطعاً پسند نہ کرتے ...... رہا یہ امر کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ آپ نے دنیا میں رہتے ہوئے کبھی اس کی اجازت نہ دی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی آپ کے لیے دائرہ باندھ کر یا صف بنا کر کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک۔

ترجمہ: کوئی شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارا نہ تھا لیکن جب وہ آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام تعظیمی کو ناپسند کرتے ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰، مسند امام احمد ج ۳ ص ۵۱، مشکوٰۃ ص ۴۰۳)

یہ کون سا قیام ہے جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم رُکے رہتے تھے اور نظر رسالت سے اسے مکروہ جانتے تھے۔

(۱) ...... یہ وہ قیام ہے جو اتفاقی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں ادھر سے آنکلے اور یہ ادب سے اٹھ کھڑے ہوں۔

(۲) ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہوں اور یہ قیام آپ کے سامنے ہو...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام تعظیمی کو بھی مکروہ جانتے تھے جو آپ اگر کہیں وہ

قیام دیکھ لیتے جو آج بریلویوں میں رائج ہے تو اس سے آپ کس قدر پریشان ہوتے یہ آپ سوچیں۔

سامنے حاضری کی صورت میں قیام تو کسی خدمت کے لیے بھی ہوسکتا ہے جیسے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب آئے تو چونکہ وہ زخمی تھے آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کہا قوموا الی سیّد کم ...... یہ قیام الخدمت تھا۔............ (رواہ احمد) اس قیام کی تو کچھ سمجھ آتی ہے لیکن جب سامنے بھی کوئی نظر نہ آئے اور یہ قیام تعظیمی صرف غائبانہ تصور باندھ کر ہو اور اسی تصور میں پھر نماز کی طرح ہاتھ بھی باندھ لیے جائیں تو یہ قیام اس قیام سے اور بھی وحشت ناک ہو جائے گا۔ جسے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نظرِ رسالت میں مکروہ سمجھتے تھے۔ یہ قیام تعظیمی تو اب قیام تعبدی کے قریب قریب آ لگا ہے۔

بریلویوں کی شرمناک جسارت

ابنِ خلکان نے لکھا ہے کہ مروّجہ میلاد کا بانی ایک عیاش اور فاسق بادشاہ ''اربل'' ہے جس نے ۶۰۰ھ کے بعد اس کو فروغ دیا۔ یا پھر چودھویں صدی کے ناعاقبت اندیش ملاں جنہوں نے ذاتی مفاد اور منفعت کے لیے اس ناجائز رسم کے بے پناہ پشت پناہی کی۔ بلکہ مولانا محمد عمر اچھروی بریلوی نے تو اپنے ہفت روزہ ''المقیاس'' اشاعت ۱۲/ اگست ۱۹۶۳ء مطابق ۱۱/ ربیع الاوّل ۱۳۸۳ھ جلد (۱) شمارہ (۱۰) میں اپنے بیٹے عبدالوہاب صدیقی سے یہاں تک لکھوادیا کہ:

کیا عید میلاد کی خوشی عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے کم ہے؟ نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا خوشی کا موقع بارہ ربیع الاوّل ہے کیونکہ اسی دن کی صبح صادق کے وقت ماہتاب ربی صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوع ہوا تھا لہذا ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم جس طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعہ پر سب بڑے چھوٹے غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر کھلے میدان یا جامع مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہم بارہ ربیع الاوّل کو مِل جل کر بعد از طلوعِ آفتاب دو رکعت نماز عید میلاد النبی پڑھیں اور اس کے بعد خطبہ سُنیں۔ پھر ہدیہ درود وسلام پیش کریں......

علماءِ کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے یا شہر میں نمازِ عید میلاد کا انتظام کریں۔

مگر الحمدللہ کہ بریلوی مکتبِ فکر کے محتاط علماء کرام نے فوراً اس کا نوٹس لیا اور نمازِ عید میلاد النبی کو اسلام میں اضافہ اور شریعتِ اسلامیہ کی توہین کے مترادف قرار دیا اور مختلف مکاتیب فکر کے تمام علماء سے درخواست کی کہ وہ اس بیان کا نوٹس لیں تاکہ اسلام میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہونے پائے۔ ملاحظہ ہو روزنامہ کوہستان لاہور اشاعت ۳۰/ اگست ۱۹۶۳ء مطابق ۱۰/ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ بروز جمعۃ المبارک جلد (۸) شمار ۱۳۲

قارئین کرام!

بالفرض اگر اس اختراع اور ایجاد پر بروقت گرفت نہ کی جاتی تو آج نمازِ عید میلاد النبی اسی طرح شروع ہو چکی ہوتی جس طرح متحدہ ہندوستان میں ۱۹۲۹ء میں جلوس شروع ہوا تھا مگر پاک و ہند کے علاوہ اب بھی یہ رسم کہیں نہیں پائی جاتی۔ دیدہ باید۔

بہر حال اب ہم ذیل میں ماہِ ربیع الاوّل میں ہونے والے اہم واقعات اور حادثات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

ع شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں کوئی بات

☆............☆............☆............☆............☆............☆
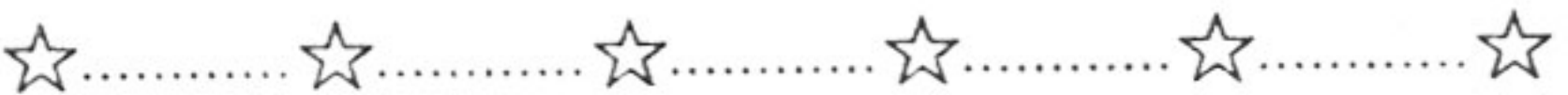
ماہ ربیع الاوّل واقعات وحادثات کے آئینہ میں

نمبر شمار واقعات وحادثات	ربیع الاوّل	مطابق
۱۔ ولادت باسعادت حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۹/ ۱ عام الفیل	۲/ اپریل ۵۷۱ء
۲۔ حضانت ورضاعت بذمہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ	۱۶/ ۱ عام الفیل	۲۷/ اپریل ۵۷۱ء
۳۔ آفتاب رسالت کا طلوع وبشارت وحی	۹/ ۱ عام الفیل	۹/ فروری ۶۱۰ء
۴۔ غار ثور سے مدینہ منوّرہ کی طرف روانگی	یکم ۱ھ	۱۳ ستمبر ۶۲۲ء
۵۔ قباء میں آنحضرت کی تشریف آوری	۸/ ۱ھ	۲۰ ستمبر ۶۲۲ء
۶۔ تاسیس مسجد قباء	۸/ ۱ھ	۲۰ ستمبر ۶۲۲ء
۷۔ پہلی نماز جمعہ وپہلا خطبہ جمعۃ المبارک	۱۲/ ۱ھ	۲۴ ستمبر ۶۲۲ء
۸۔ مدینہ منورہ میں حضور کا ورود مسعود	۱۲/ ۱ھ	۲۴ ستمبر ۶۲۲ء
۹۔ مسجد نبوی کی تاسیس	۱۹/ ۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء
۱۰۔ اذان کی باقاعدہ ابتداء	۱ھ	اکتوبر ۶۲۲ء
۱۱۔ غزوہ بنی نضیر	۴ھ	ستمبر ۶۲۵ء
۱۲۔ حرمت شراب کا قطعی حکم	۴ھ	ستمبر ۶۲۵ء
۱۳۔ تبلیغی مکاتیب نبوی کا آغاز	ربیع الاوّل ۷ھ	جولائی ۶۲۸ء
۱۴۔ حیات اقدس کے آخری لمحات	۱۲ ۱۱ھ	۷/ جون ۶۳۲ء
۱۵۔ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۲ ۱۱ھ	۷/ جون ۶۳۲ء
۱۶۔ فتح دمشق	۱۴ھ	اپریل ۶۳۵ء
۱۷۔ وفات معاذ بن جبلؓ	۱۸ھ	مارچ ۶۳۹ء
۱۸۔ وفات حضرت زینب بنت جحشؓ ام المؤمنین	۲۰ھ	فروری ۶۴۰ء
۱۹۔ وفات حضرت ابوسفیانؓ	۳۱ھ	اکتوبر ۶۵۱ء
۲۰۔ وفات حضرت سلمان فارسیؓ	۳۶ھ	اگست ۶۵۶ء
۲۱۔ صلح حضرت حسنؓ وحضرت معاویہؓ	۴۱ھ	جولائی ۶۶۱ء
۲۲ وفات حضرت حسنؓ ابن علی کرم اللہ وجہہ	/۴۹ھ	اپریل ۶۶۹ء

۲۳۔ وفات حضرت سعید بن زیدؓ — ربیع الاول ۵۱ھ — مارچ ۶۷۱ء

۲۴۔ وفات یزید بن معاویہ — ۶۴ھ — اکتوبر ۶۸۳ء

۲۵۔ وفات حضرت ابو سعید خدریؓ — ۷۴ھ — جولائی ۶۹۳ء

۲۶۔ وفات قاضی شریحؒ — ۷۸ھ — مئی ۶۹۷ء

۲۷۔ شہر واسط کی تعمیر — ۸۲ھ — اپریل ۷۰۱ء

۲۸۔ وفات قاضی مدینہ حضرت طلحہ زہریؒ — ۹۷ھ — نومبر ۷۱۵ء

۲۹۔ وفات حضرت عطاء بن یسار — ۱۰۳ھ — اگست ۷۲۱ء

۳۰۔ جنگ موقان — ۱۰۸ھ — جولائی ۷۲۶ء

۳۱۔ وفات حضرت عمرو بن شعیب السہمی — ۱۱۸ھ — مارچ ۷۳۶ء

۳۲۔ جنگ نصیبین — ۱۳۷ھ — اگست ۷۵۴ء

۳۳۔ وفات حضرت سلمہ بن دینارؒ — ۱۴۰ھ — جولائی ۷۵۷ء

۳۴۔ تعمیر مسجد الحرام، مکہ معظمہ — ۱۶۶ھ — اکتوبر ۷۸۲ء

۳۵۔ وفات حضرت امام ابو داؤد طیالسیؒ — ۱۵/۲۰۴ھ — اگست ۸۱۹ء

۳۶۔ وفات حضرت امام احمد بن حنبلؒ — ۱۲/۲۴۱ھ — جولائی ۸۵۵ء

۳۷۔ وفات امام حسن عسکریؒ — ۲۶۰ھ — دسمبر ۸۷۳ء

۳۸۔ وفات امام قرطبیؒ — ۴۲۹ھ — دسمبر ۱۰۳۷ء

۳۹۔ وفات خطیب بغدادی صاحب التاریخ — ۴۶۳ھ — دسمبر ۱۰۷۰ء

۴۰۔ وفات حضرت شیخ علی ہجویریؒ — ۱۲/۴۶۴ھ — نومبر ۱۰۷۱ء

۴۱۔ امام غزالیؒ نے مدرسہ نظامیہ سے استعفیٰ دے دیا — ربیع الاول ۴۸۸ھ — مارچ ۱۰۹۵ء

۴۲۔ وفات قطب بختیار کاکیؒ — ۶۳۲ھ — اکتوبر ۱۲۳۴ء

۴۳۔ وفات حضرت علاؤ الدین صابر کلیریؒ — ۱۳/۶۹۰ھ — مارچ ۱۲۹۱ء

۴۴۔ وفات حضرت نظام الدین اولیاؒ دہلی — ۱۸/۷۲۵ھ — فروری ۱۳۲۵ء

۴۵۔ وفات شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ — ۱۰۵۲ھ — مئی ۱۶۴۲ء

۴۶۔ وفات زیب النساء دختر عالمگیرؒ — ۱۱۱۲ھ — اگست ۱۷۰۰ء

۴۷۔وفات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	۱۱۷۲ھ	ستمبر ۱۷۶۲ء
۴۸۔وفات مؤمن دہلوی	۱۲۷۹ھ	دسمبر ۱۸۵۲ء
۴۹۔وفات علامہ عبدالحی فرنگی محلیؒ	۱۳۰۴ھ	نومبر ۱۸۸۶ء
۵۰۔وفات قاضی سلیمان منصور پوریؒ	۱۳۴۹ھ	جولائی ۱۹۳۰ء
۵۱۔آزادئ لبنان	۱۳۶۵ھ	فروری ۱۹۴۵ء
۵۲۔وفات علامہ سیّد سلیمان ندویؒ مؤرخ اسلام	۱۴/۱۳۷۳ھ	۲۲/نومبر ۱۹۵۳ء
۵۳۔آزادی نائجیریا	۱۳۸۰ھ	اگست ۱۹۶۰ء
۵۴۔وفات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ	۱۳۸۰ھ	اگست ۱۹۶۰ء
۵۵۔وفات مولانا عبدالقادر رائپوریؒ	۱۴/۱۳۸۲ھ	۱۶/اگست ۱۹۶۲ء

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆

چوتھا مہینہ
ربیع الثانی
فضائل واحکام کے آئینہ میں

چوتھا مہینہ ماہِ ربیع الثانی

ربیع الآخر یا ربیع الثانی اسلامی سال کا چوتھا قمری مہینہ ہے۔ عرب اس کو اکثر ربیع الآخر ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ مذکر ہے اور اس کے الآخر کے خ پر خصوصیت سے فتح ہے۔ اس کے لغوی معنی موسمِ بہار کی نشاۃ ثانیہ کے ہیں۔

علامہ علم الدین سخاویؒ لکھتے ہیں کہ ”ھذہ الربیع کالاوّل لاقامتھم فیہ“ یعنی اس مہینہ کو ربیع الآخر کہنے کے اسباب بالکل وہی ہیں جو اس سے پہلے مہینہ کو ربیع الاوّل کہنے کے تھے۔

مگر ہمارے نزدیک اس نشأۃ ثانیہ سے مراد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ثانوی حالت یا کیفیت ہے۔ جس کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اہتمام اور زبردست آمادگی کے ساتھ تبلیغِ دین، کے عنوان سے فرمایا تھا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۹/ ربیع الاوّل ۴۱ھ عام الفیل مطابق ۹/فروری ۶۱۰ء کو مبعوث ہوئے اور اسی تاریخ کو باقاعدہ قرآنی وحی سے آپ کو مشرف فرمایا گیا مگر یہ نزول وحی کا پہلا اور ابتدائی موقعہ تھا جو اچانک پیش آیا اس میں آپ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ آپ کس عظیم کام پر مامور ہوئے ہیں۔ اور آگے چل کر آپ کو کیا کچھ کرنا ہے بلکہ صرف ابتدائی تعارف کرا کر آپ کو ایک مختصر عرصہ تک کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ تاکہ پہلی نوبت سے جو بے پناہ بوجھ آپ کی طبیعت پر پڑا تھا اس کا کسی قدر اثر کم ہو جائے اور آپ مکمل طور پر فرائضِ نبوّت انجام دینے کے لیے دوبارہ تیار ہو جائیں۔

چنانچہ اس مختصر وقفہ کے گزر جانے کے بعد جونہی آپ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو نزولِ وحی کا دوسرا بہار فوائد شروع ہو گیا۔ سورۂ قلم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تبلیغِ دین کا غلغلہ ہوا۔ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلاموں میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے اس دعوت کو قبول کیا۔ مگر یہ سارا بہار پرور اور حسن افزا انقلاب اسی مبارک ماہ ”ماہ ربیع الآخر“ ہی میں آیا۔

اِسی وجہ سے اس کو بہار کا دوسرا دور ”ربیع الآخر“ قرار دیا گیا ہے۔ گو اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات و شواہد ایسے ہیں جن کا ظہور خصوصیت کے ساتھ اسی مہینہ میں ہوا ہے۔ بطور نمونہ مُشتے از خروار چند ایک واقعات آپ آگے ملاحظہ فرمائیے انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماہِ ربیع الثانی میں

گیارہویں شریف اور اس کا تاریخی پس منظر

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۱ھ) چھٹی صدی میں ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے (اسلام کی پہلی پانچ صدیوں میں) حضرت سرکار بغداد کے نام ایصال ثواب کی یہ رسم یا تقریب کہیں نہ تھی۔ اب آپ کے بعد یہ کب جاری ہوئی۔ اس کی تاریخی تحقیق نہایت ضروری ہے۔ دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ)

گیارہویں صدی کے مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۰۳۵ھ) پھر آپ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) ان بزرگوں میں سے کوئی بزرگ اس کا ذکر نہیں کرتا...... اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی کے نصف اوّل تک اہل السنۃ والجماعۃ میں گیارہویں کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مذہبی رسم قائم نہ ہوئی تھی۔

ہندوستان سے باہر عراق (جہاں حضرت سرکار بغداد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار ہے) اور مصر و شام بلکہ ملائشیا اور انڈونیشیا تک کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی قبرستان میں کوئی تقریب اس نام سے کی گئی ہو اگر کوئی دوست اس پر کوئی مستند حوالہ پیش کر دے تو ہم اس کے بہت ممنوں ہوں گے۔

بریلوی علماء کے عوامی مغالطے

قرآن وحدیث میں جہاں کہیں گیارہ کا لفظ آجائے بریلوی علماء پکار اُٹھتے ہیں لیجئے گیارہویں ثابت ہوگئی۔ مولانا محمد عمر اچھروی قرآن کی اس آیت سے گیارہویں ثابت کرتے تھے جس میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستاروں کو خواب میں سجدہ کرتے دیکھا۔ مولانا عبدالغفور ہزاری والفجر ولیالٍ عشرٍ (قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی) سے گیارہ کا مجموعہ بناتے تھے۔

بریلوی عوام اپنے ان اکابر کے ان دلائل پر اب تک ناز کرتے ہیں کہ دیکھا گیارہویں قرآن کریم سے ثابت ہوئی یا نہ؟ حالانکہ وہ خود جانتے ہوتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے وقت حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا نہ ہوئے تھے۔ نہ کسی نے ان دنوں ان آیات پر گیارہویں شریف کا عمل کیا تھا...... پھر جب یہ حدیث سے اپنا مسئلہ ثابت کرنے پر آتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عشرہ مبشرہ کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملا کر گیارہویں ثابت کرتے ہیں۔

گیارہویں تو گیارہ کا نام نہیں نہ یہ گیارہ کے مجموعے کا نام ہے۔ گیارہویں ایک تاریخ کا نام ہے۔ یہ گیارہویں دنوں راتوں یا گیارہ افراد کا نام نہیں۔ جس طرح دوسرا تیسرا چوتھا اور پانچواں ایک ایک فرد کا نام ہے۔ گیارہویں یا گیارہ ایک عدد ہے اور وہ عدد ترتیبی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں گیارہ ستاروں نے سجدہ کیا تھا۔ (ایک) گیارہ ستارے نے نہیں والفجر ولیالٍ عشر میں بھی دس راتوں کا ذکر ہے دسویں ایک رات کا نہیں عشرہ مبشرہ بھی دس اصحاب تھے ایک نہیں کہ اس کی وجہ سے چاند کی گیارہ تاریخ کو متبرک بنا دیا جائے۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ گیارہویں چلی کہاں سے ہے اور ہندوستان میں انگریز کی آمد سے پہلے کیا کبھی گیارہویں کا عمل کسی جگہ ہوا تھا...... ہم تو اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ مگر افسوس کہ ہمارے بریلوی دوستوں نے بھی اس سلسلہ میں ہماری کوئی مدد نہیں کی اور اس باب میں کوئی مستند حوالہ ہمیں نہیں دکھا سکے۔

ہندوستان میں محدثین دہلی (حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ) کے خلاف اُٹھنے والے پہلے بزرگ مولانا فضل رسول بدایونی ہیں۔ آپ اپنے ہم ذوق احباب وتلامذہ کو جمع کر کے ایک مجلس کیا کرتے تھے جس میں وہ ان محدثین دہلی کے خلاف دل کی بھڑاس نکالا کرتے تھے اس کے لیے آپ کو روزانہ گیارہ روپے ملتے تھے مؤرخ اسلام جناب محمد یعقوب قادری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولہ نے خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو آخر اس جستجو پر بار بار ارادہ

ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا: (اکمال التاریخ ج ۲ ص ۳۸)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:۔

حکامِ وقت نے قدردانی اور مرتبہ شناسی کے دست طلب بڑھانا شروع کر دیئے اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لیے مانگنا چاہا۔(ایضاً۔ج۔۲ص ۵۱)

اس وقت اس سے ہمیں بحث نہیں کہ وہ سرکاری کام کیا تھا؟ اس وقت ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہاں کے نواب محی الدولہ نے ان کی راہ معاش قائم کرادی جناب یعقوب قادری صاحب آپ کی سرکاری خدمات کی یہ تنخواہ بیان کرتے تھے۔

اس وقت سے یہ روپیہ اب تک گیارہ روپے روزانہ کے حساب سے ریاست فرخ نہاد سے برابر جاری ہے جس کی تعداد سرکاری سکہ سے دوسو ساٹھ روپے ماہوار کے قریب ہوئی۔ایضاً

یہ گیارہ روپے روانہ صرف مولانا فضل رسول بدایونی (۱۳۳۱ھ) کے ہاں ہی متبرک نہ تھے مولانا احمد رضا خاں بھی گیارہ روپے کے اس تبرک کے قائل تھے۔آپ نے جب مولانا کچھوچھوی کو اپنے ہاں افتاء کے لئے بُلایا تو آپ نے اسی رقم سے نیک فال لی مولانا کچھوچھوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

مجھے کارِ افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھے بٹھا کر۔(رسالہ ضیائے حرم ۸۳ ماہ اوّل ص ۱۵)

اپنے پلنگ پر کیوں بٹھایا؟ یہ اس لیے کہ مولانا احمد رضا خاں کو بھی تو نواب رامپور نے اپنے خاص پلنگ پر بٹھایا تھا۔رامپور کے نواب کلب علی خاں شیعہ حلقوں میں اس پہلو سے بہت معروف تھے۔

انہیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی ہو۔جن حضرت (مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس پہنچتے تو انہوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف وکرم سے باتیں کرتے رہے۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۲)

ہم یہاں صرف گیارہ روپے کے متبرک روزینہ کی بات کررہے ہیں کہ مولانا فضل رسول بدایونی کو سرکار سے یہ جو تنخواہ ملتی تھی مولانا احمد رضا خاں نے بھی اس عدد متبرک کو یاد رکھا۔ اب ان گیارہ روپوں سے جو مجلس ہوتی تھی اس کا نام گیارہویں کی مجلس ہوگیا ہندوستان میں یہ گیارہویں شریف کی تاریخ ہے۔

گیارہویں کے بارے میں ایک اچھا فیصلہ

کیا ہم اس مقام پر پوچھ سکتے ہیں کہ گیارہویں کے موضوع پر مسجدوں میں جو آئے دن سر پھٹول ہوتی رہتی ہے کیا وہ اتنے کمزور موضوع کی بات ہے جو مستحب یا مباح سے کچھ آگے نہیں بڑھتا اور اگر اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے یہ چھوٹے درجے کے اعمال یکسر چھوڑ دیئے جائیں تو اس میں کون سا آسمان ٹوٹ پڑے گا۔ بریلویوں کو چاہئے کہ وہ ایسے چھوٹے درجے کے اختلافات کو جو مستحب یا مباح کے آگے کسی درجے میں ہوں یکسر چھوڑ دیں۔

بریلویوں کے مولانا محمود احمد رضوی نے جس طرح کھل کر بات کہی ہے کہ مسلمانوں کے لیے گیارہویں شریف کوئی ضروری عمل نہیں صرف مباح کے درجے کا ہے۔ اس طرح جمعیت علمائے پاکستان کے مقتدر رہنما شاہ فرید الحق نے بھی مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لیے ایک بہت اچھی بات کہی ہے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی نے اپنی ۲۰/ اکتوبر ۱۹۹۱ کی اشاعت میں آپ کے اس بیان کو نمایاں طور پر شائع کیا ہے:۔

جو چیزیں فرائض اور واجبات میں شامل نہیں انہیں ختم کر دینا چاہئے۔

بریلوی اپنے ان کاموں کو جو آئے دن امت میں اختلاف کا موجب بنتے رہتے ہیں ختم کرتے ہیں یا نہیں ہمیں اس سے بحث نہیں، تاہم ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر آپ نے اس طرح کے ایصالِ ثواب کو نہیں چھوڑنا تو کم از کم اتنا تو کیجئے کہ گیارہویں شریف کا کھانا خود نہ کھائیں نہ دیگر اغنیاء کو کھلائیں۔ اسے صرف غریبوں کا حق سمجھیں اور یہ کھانا انہی تک پہنچائیں۔ پھر دیکھیے اس نیک کام سے مسلمانوں میں اتفاق بڑھتا ہے یا نہ۔

حالات یہ ہیں کہ کوئی شخص بریلوی، مولویوں کو گیارہویں کے ان کھانوں سے نہیں ہٹا سکتا۔ یہ پلاؤ وزردہ حلوہ اور کھیر تو ان کے دلوں کی جان اور ان کی دولت ایمان ہیں۔ کاش کہ یہ مولوی مولانا احمد رضا خاں کی اس بات کو ہی مان لیں:۔

مُردہ (مرحومین) کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۵۳)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:۔

شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن۔ باقی یہ تعیین عرفی ہے جب چاہیں کریں۔ انہی دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔

☆............☆............☆..................☆............☆............☆
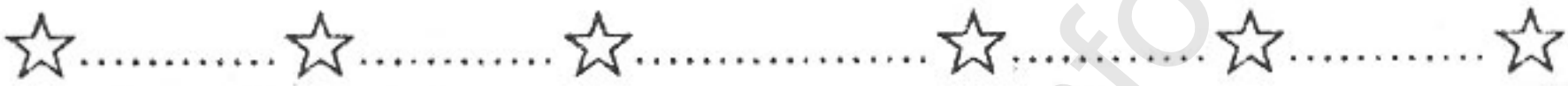
نمبر شمار	واقعات وحادثات	ربیع الآخر	مطابق
۲۴	وفات حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ	۷۴ھ	اگست ۶۹۳ء
۲۵	وفات حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ	۸۰ھ	جون ۶۹۹ء
۲۶	فتح ارمینیا	۸۵ھ	اپریل ۷۰۴ء
۲۷	فتح صاغان	۸۶ھ	اپریل ۷۰۵ء
۲۸	فتح صغد	۸۸ھ	مارچ ۷۰۶ء
۲۹	وفات حضرت خارجہ بن زیدؓ	۱۰۰ھ	اکتوبر ۷۱۸ء
۳۰	جنگ بہرزان	۱۰۴ھ	ستمبر ۷۲۲ء
۳۱	وفات حضرت فاطمہ بنت حسینؓ	۱۰۵ھ	ستمبر ۷۲۳ء
۳۲	وفات حضرت حماد الکوفیؒ	۱۲۰ھ	مارچ ۷۳۷ء
۳۳	وفات حضرت امام مالکؒ امام مدینہ	۱۷۹ھ	جون ۷۹۵ء
۳۴	وفات حضرت امام قاضی ابو یوسفؒ	۱۸۲ھ	مئی ۷۹۸ء
۳۵	وفات امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ	۲۳۵ھ	اکتوبر ۸۴۹ء
۳۶	وفات سلطان محمود غزنویؒ	۴۲۱ھ	اپریل ۱۰۳۰ء
۳۷	وفات امام بیہقیؒ المحدث الکبیر	۴۵۸ھ	مارچ ۱۰۹۵ء
۳۸	وفات عبدالقاہر الجرجانی النحویؒ	۴۷۱ھ	اکتوبر ۱۰۷۸ء
۳۹	وفات شیخ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۱۷/۵۶۱ھ	فروری ۱۱۶۵ء
۴۰	وفات ابن حاجب، صاحب کافیہ	۶۴۶ھ	جولائی ۱۲۴۸ء
۴۲	وفات حضرت عبیداللہ احرار نقشبندؒ	۸۹۶ھ	فروری ۱۴۹۱ء
۴۴	وفات حضرت ملا علی القاری حنفیؒ	۷/۱۰۱۴ھ	
۴۵	وفات مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی محدث سہارنپوریؒ	۱۳۴۶ھ	اکتوبر ۱۹۲۷ء
۴۹	وفات مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	۱۲/۲/۱۳۷۲ھ	۲۱/ اگست ۱۹۵۲ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچواں مہینہ
جمادی الاولیٰ
فضائل واحکام کے آئینہ میں

پانچواں مہینہ جمادی الاولیٰ

جمادی الاولی، اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینہ ہے۔اس میں ج مضموم دال مفتوح، ی اور الف خاموش، ل ساکن، الف مضموم، واؤ معروف اور ل وی پر الف مقصورہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ مؤنث ہے اور جمادی الاوّل جیسا کہ عام طور پر مستعمل ہے۔ پڑھنا غلط ہے کیونکہ موصوف اور صفت میں تذکیر و تانیث کی یکسانیت لازمی ہے۔

جمادیٰ مونث ہے لہٰذا اس کی مناسبت کی صفت الاولیٰ مؤنث ہی آئیگی۔ نہ کہ الاول مذکر۔

اس کے لغوی معنیٰ، جم جانے اور رُک جانے کے ہیں...... یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے مجازاً برف کو بھی جمدٌ" کہنا شروع کر دیا ہے۔ ورنہ برف کے لیے عربی میں مستقل نام ثلجٌ وضع ہے۔

تاہم جمادی الاولیٰ اسی "جمدٌ" سے مشتق ہے جیسے اور بہت سے الفاظ مثلاً جامدٌ جمودٌ۔ جماد وغیرہ اسی سے مشتق ہیں۔

فقہ کی ایک مشہور عبارت ہے کہ "ویصلی علی الجمد "یعنی برف پر نماز پڑھ لے۔ علامہ علم الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عرب نے جمادی الاولیٰ کا نام جب رکھا ہوگا تو شاید اس سال اس مہینہ میں بہت شدّت کی سردی پڑی ہوگی۔ یہاں تک کہ پانی جم کر برف ہوگیا ہو گا۔ وسمی بذالک لجمو د الماء فیه اولا وابتدا ءً

مگر ہمارے نزدیک جمادی الاولیٰ کے نام کو باقی رکھنے کی سب سے زیادہ مناسب وجہ وہ ہے جسے محدثین کرام نے فترۃ الوحی" یعنی وحی کے رُک جانے سے تعبیر فرمایا ہے روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز کار میں نزول وحی کی شدت اور بوجھ سے متاثر ہوکر اپنی کمزوری یا کسی قدر بے بسی کا اِحساس فرمایا تھا...... مگر اللہ رب العزت نے از راہ عنایت اور شفقت فوراً ہی نزول وحی کے سلسلہ کو کچھ عرصہ کے لیے آپ

پر موقوف فرما دیا۔ تاکہ اس وقفہ میں آپ کو کسی قدر سکون اور وحی کے تحمل اور برداشت کی عادت پڑ جائے۔ اس میں بالکل وہی مصلحت کارفرما تھی جو روز روشن کے بعد رات کا سکون طاری کرنے میں ہوتی ہے۔ جس کا مزید اندازہ آپ درج ذیل روایات سے بھی لگا سکتے ہیں۔

(۱)...... حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حالت میں وحی نازل ہوئی کہ آپ کا زانو مبارک میرے زانو پر تھا۔ اس وقت میرے زانو پر اتنا بوجھ تھا کہ ابھی ٹوٹ جائے گا۔

(۲)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے آپ کی پیشانی سے اس وقت پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔

(۳)...... ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب کبھی آپ پر اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ اونٹنی پر بیٹھے ہوں تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیتی تھی اور کوئی حرکت نہ کر سکتی تھی۔

ہماری تحقیق میں وحی کے موقوف ہو جانے کی یہ صورت اسی ماہ محترم میں ہوئی تھی اور مسلسل ایک عرصہ تک رہی تھی۔

علاوہ ازیں اس مہینے کی فضیلت کے متعلق کوئی مستقل آیت یا حدیث اور نظر سے نہیں گزری۔ البتہ اس مہینہ میں ہونے والے بہت سے واقعات اور شواہد ضرور ایسے ہیں جن سے آپ اس مہینہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بطور نمونہ مشتے از خروار چند ایک ملاحظہ ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”ماہ جمادی الاولیٰ واقعات وحادثات کے آئینہ میں“

نمبر شمار	واقعات وحادثات	جمادی الاولیٰ	مطابق
۱	غزوہ بنی سلیم	۳ھ	اکتوبر ۶۲۴ء
۲	غزوہ ذات الرقاع	۴ھ	نومبر ۶۲۵ء
۳	غزوہ عیص	۶ھ	ستمبر اکتوبر ۶۲۷ء
۴	سریہ یا غزوہ موتہ	۸ھ	اگست ۶۲۹ء
۵	شہادت حضرت جعفر طیار بن ابی طالب	۸ھ	اگست ۶۲۹ء
۶	ولادت سیدنا ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۹ھ	ستمبر ۶۳۰ء
۷	قحطانی قبائل کا قبول اسلام	۹ھ	ستمبر ۶۳۰ء
۸	وفد بن الحارث کا قبول اسلام	۱۰ھ	اگست ۶۳۱ء
۹	وفات حضرت عبادۃ بن صامتؓ	۳۵ھ	نومبر ۶۵۵ء
۱۰	وفات حضرت صفوان بن اُمیہؓ	۴۱ھ	ستمبر ۶۶۱ء
۱۱	وفات ام المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہؓ	۴۴ھ	جولائی ۶۶۴ء
۱۲	وفات حضرت کعب بن عجرۃؓ	۵۲ھ	مئی ۶۷۲ء
۱۳	وفات حضرت عدی بن حاتمؓ	۶۷ھ	نومبر ۶۸۶ء
۱۴	شہادت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	۷۳ھ	ستمبر ۶۹۲ء
۱۵	خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	۸۷ھ	اپریل ۷۰۶ء
۲۰	وفات احمد بن ابی خیثمہؒ	۲۷۹ھ	جولائی ۸۹۲ء
۲۱	وفات امام دارمیؒ صاحب مسند دارمی	۲۸۰ھ	جولائی ۸۹۳ء
۲۲	وفات امام ابوعوانہؒ صاحب مسند ابی عوانہ	۳۱۶ھ	جون ۹۲۸ء
۲۳	تخت نشینی سلطان محمود غزنویؒ	۳۸۹ھ	اپریل ۹۹۹ء
۲۴	وفات شیخ سعدیؒ شیرازی	۶۹۱ھ	اپریل ۱۲۹۱ء
۲۵	فتح قسطنطنیہ بدمت سلطان محمد فاتحؒ	۸۵۷ھ	مئی ۱۴۵۳ء
۲۶	وفات علامہ جلال الدّین السیوطیؒ	۹۱۱ھ	ستمبر ۱۵۰۵ء

۲۷	وفات مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی	۱۲۴۹ھ	ستمبر ۱۸۳۳ء
۲۸	وفات حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۴/ ۱۲۹۷ھ	اپریل ۱۸۸۰ء
۲۹	وفات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	۱۳۱۰ھ	نومبر ۱۸۹۲ء
۳۰	وفات فقیہہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	۲۷/ ۱۳۲۳ھ	۳۱/ جولائی ۱۹۰۸
۳۱	وفات علامہ سیّد رشید رضا مصریؒ	۱۳۵۴ھ	اگست ۱۹۳۵ء
۳۲	وفات شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۱۳/ ۱۳۷۷	نومبر ۱۹۵۷ء
۳۳	وفات خطیب اسلام مولانا احتشام الحق تھانویؒ	۲۴/ ۱۴۰۰ھ	۱۱/ اپریل ۱۹۸۰ء

☆............☆............☆............☆............☆............☆............☆

چھٹا مہینہ

جمادی الاخریٰ

فضائل واحکام کے آئینہ میں

چھٹا مہینہ جمادی الاخریٰ

جمادی الاخریٰ یا جمادی الثانی اسلامی سال کا چھٹا قمری مہینہ ہے۔اس کی اعرابی حالت جمادی الاولیٰ کی اعرابی حالت کی طرح ہے۔

لغوی معنیٰ اس کے بھی جم جانے اور رک جانے کے ہیں۔علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ هذه الجمادى كالاول لجمود الماء فيه .

مگر ہمارے نزدیک اس کی بھی زیادہ مناسب اور احوط وجہ تسمیہ وہی ہے جو اس سے پہلے مہینہ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ عہد فترۃ اس قدر طویل ہو گیا تھا کہ مجبوراً اس ماہ کو وحی کے توقف اور التوا کا دوسرا دور قرار دینا پڑا۔اور صورتِ حال بھی کچھ اس طرح بن گئی تھی کہ بدوں اس کے چارہ کار نہ رہا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑی شدّت سے اس کا احساس فرمانے لگے بلکہ اکثر یہ سوچنے لگے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اللہ رب العزّت مجھ سے نارض ہو گئے ہیں۔یا شاید اب اس نے مجھ کو ویسے ہی چھوڑ دیا ہے۔

ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ یہ کیفیت ایک مدت تک جاری رہی اور اس زمانہ میں آپ اس قدر مغموم رہنے لگے کہ بعض اوقات آپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینے پر آمادہ ہو گئے۔

یہ کیفیت تقریباً چالیس ۴۰ روز تک جاری رہی۔اس کے بعد سورۂ والضحیٰ اور سورۃ الم نشرح وغیرہ نازل ہوئیں جس سے آپ کے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوا۔ اِضطراب اور پریشانی کی یہ طویل مدّت ختم ہوئی۔ ہذا ما عندی والصواب عنداللہ

رونما ہونے والے واقعات

(۱)......اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو رسول خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم پر پہلی مرتبہ سیّدنا حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تھے۔

(۲)......اسی ماہ کی ۲۲/ تاریخ ۱۳ھ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر بیٹھے تھے۔

(۳)......اسی ماہ کی نویں تاریخ کو سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارک ہوئی۔

(۴)...... اسی مہینہ کی چودہ (۱۴) تاریخ کو موسےٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

(۵)......اسی ماہ کی بیسویں تاریخ کو سیّدہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۵)

اب ملاحظہ ہوں وہ واقعات اور حادثات جو خصوصیت کے ساتھ اسی مہینہ میں ظہور پذیر ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”ماہ جمادی الاخریٰ واقعات وحادثات کے آئینہ میں“

نمبر شمار	واقعات وحادثات	جمادی الاخریٰ	مطابق
۱	مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ	۱ھ	جنوری ۶۲۳ء
۲	غزوہ ذوالعشیرہ	۲ھ	دسمبر ۶۲۳ء
۳	وفات خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق ؓ	۲۱/ ۱۳ء	اگست ۶۳۴ء
۴	وفات حضرت عتاب ابن اسید ؓ	۲۱/ ۱۳ء	اگست ۶۳۴ء
۵	توسیع مسجد نبوی	۱۷ھ	جون ۶۳۸ء
۶	وفات حضرت خالد ابن ولید ؓ	۲۱ھ	مئی ۶۴۱ء
۷	جنگ جمل مابین حضرت عائشہ ؓ وحضرت علی ؓ	۱۰/۳۶ھ	نومبر ۶۵۶ء
۸	وفات حضرت طلحہ ؓ وحضرت زبیر ؓ	۱۰/۳۶ھ	نومبر ۶۵۶ء
۹	ڈاکخانہ کا باقاعدہ قیام منجانب حضرت معاویہ ؓ	۴۸ھ	جولائی ۶۶۸ء
۱۰	وفات حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرۃ ؓ	۵۰ھ	جون ۶۷۰ء
۱۱	وفات حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ	۷۳ء	اکتوبر ۶۹۲ء
۱۲	وفات حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباس ؓ	۸۱ھ	جولائی ۷۰۰ء
۱۳	حضرت محمد ابن قاسم ؒ سندھ آئے	۹۲ھ	مارچ ۷۱۱ء
۱۴	وفات حضرت سعید ابن مسیّب ؒ	۹۴ھ	مارچ ۷۱۳ء
۱۵	وفات حضرت امام زفر ؒ	۱۵۸ھ	اپریل ۷۷۵ء
۱۶	وفات خلیفہ ہارون رشید وخلافت الامین	۱۹۳ھ	مارچ ۸۰۹ء
۱۷	وفات سیبویہ النحوی	۱۹۴ھ	مارچ ۸۱۰ء
۱۸	وفات امام ابوعیسیٰ ترمذی ؒ	۲۵/۲۷۹ھ	
۱۹	وفات امام شاطبی ؒ القاری	۵۹۰ھ	مئی ۱۱۹۴ء
۲۰	شہادت حضرت فریدالدین عطار	۶۲۰ھ	جولائی ۱۲۲۳ء
۲۱	وفات مولانا جلال الدین رومی ؒ	۱۵/۶۷۲ھ	دسمبر ۱۲۷۳ء
۲۲	وفات حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی ؒ	۱۰۱۲ھ	نومبر ۱۶۰۳ء

۲۳	وفات اکبر بادشاہ وحکومت جہانگیرؒ ۱۰۱۴ھ	اکتوبر ۱۶۰۵ء
۲۴	وفات جہانگیر وحکومت شاہجہاں ۱۰۳۷ھ	فروری ۱۶۲۸ء
۲۵	وفات سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ ۱۱۰۲ھ	۲/مارچ ۱۶۹۱ء
۲۶	مجلس احرار نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے ختم نبوت تحریک چلائی۔ ۱۲/۶/۱۳۷۲ھ	۲۷/فروری ۱۹۵۳ء

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

ساتواں مہینہ
رجب المرجب
فضائل واحکام کے آئینہ میں

ساتواں مہینہ ماہ رجب المرجب

رجب المرجب اسلامی سال کا ساتواں قمری مہینہ ہے اس میں رَ اور جَ دونوں مفتوح ہیں علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی لغوی معنی تعظیم اور تکریم کے ہیں۔

یعنی الرجب، ترجیب سے ماخوذ ہے جس کے معنی تعظیم اور تکریم کے ہیں۔

چونکہ یہ مہینہ اپنی بعض منفرد خصوصیات کی بناء پر لوگوں میں عموماً اور عرب کے ایک مشہور قبیلہ ''قبیلہ مضر'' میں خصوصاً معظم گردانا جاتا تھا۔ اس لیے اس کو رجب ہی کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ رجب الذی بین جمادی و شعبان یعنی قبیلہ مضر کا رجب جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس فرمان گرامی کا منشاء زمانہ جاہلیت کی اُس غلط رسم کی تردید تھی جس کے ذریعہ عرب ماہ وسال میں کمی بیشی جیسا شنیع فعل انجام دیا کرتے تھے اور لوگوں کو بے جا طور پر اختلاط اور التباس میں ڈالا کرتے تھے۔

قرآن کریم میں ''انما النسی زیادۃ فی الکفر'' (۳۷۔توبہ۔۹) کا مستقل عنوان دیکر اس کی تردید فرمائی گئی...... اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرداً فرداً مہینوں کی تشخیص اور تعین فرما کر اس باطل رسم کا ازالہ فرمایا۔

اس مہینہ کی یکم تاریخ کو سیّدنا حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کشتی پر سوار ہوئے۔ اور اسی ماہ کی چوتھی تاریخ کو جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا۔ اور اس ماہ کی ستائیسویں کی رات کو محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے معراج شریف کی ہے۔ جس میں آسمانی سیر اور جنت ودوزخ کو ملاحظہ کرنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا تھا۔

اور اسی ماہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سید الکونین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ اس مہینہ کو اصب بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت ومغفرت انڈیلتا ہے۔ اس میں عبادتیں مقبول اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جب مظلوم ظالم کے لئے بد دعا کرنا چاہتا تو رجب کے ماہ دعا کرتا جو مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی۔ الغرض بہت سی حدیثیں اس کی

عظمت شان پر دلالت کرتی ہیں۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۵)

ماہ رجب کی فضیلت

رجب المرجب ان چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ جن کو قرآن مجید نے ذکر فرمایا منھا اربعة حرم۔ یعنی چار معظم مہینوں میں سے ایک معظم مہینہ رجب ہے۔ اور کتب حدیث میں بھی رجب کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ چند مبارک حدیثیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱)......رجب شهر الله وشعبان شهر ی ورمضا ن شهر امتی .

(رواہ ابوالفتح فی امالیہ (ماثبت من السنۃ ص ۱۲۶)

رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

(۲)...... ان رجب شهر عظيمه تضا عف فيه الحسنا ت من صا م يوما منه كا ن كصيام سنة_رواه الر افعی (ماثبت من السنۃ ص ۱۲۶)

بے شک رجب عظمت والا مہینہ ہے اس میں نیکیوں کا ثواب دگنا ہوتا ہے جو شخص رجب کا ایک دن روزہ، رکھے تو (گویا) اس نے سال بھر کے روزے رکھے۔

(۳)......فيه بعث الله تعالىٰ محمد اصلى الله عليه واله وسلم . رو اه البيهقی فی شعب الايما ن (ماثبت من السنۃ ص ۱۲۷)

اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کو مبعوث فرمایا۔

(۴)......فضل رجب على سا ئرالشهور كفضل محمد صلى الله عليه و سلم علىٰ سا ئر الا نبيا ء عليهم السلا م وفضل رمضان على سا ئر الشهو ر كفضل الله تعالىٰ على سا ئر عباده . (ماثبت من السنۃ ص ۱۲۸)

رجب کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم کی فضیلت باقی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہے اور رمضان شریف کی فضیلت

باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام بندوں پر ہے۔

ماہِ رجب کے روزے

رجب المرجب کے مہینے میں روزے رکھنا کارِثواب ہے اور بڑا ثواب ہے۔ سردارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا۔

رجب شهر عظيم يضاعف الله فيه الحسنات فمن صام يوما من رجب فكا نما صا م سنة ومن صا م فيه سبعة ايا م غلقت عليه سبعة ابو اب الجهنم ومن صا م منه ثما نية ايا م فتحت له ثما نية ابواب الجنة ومن صا م منه عشر ة ايا م لم يسال لله شيأ الا اعطا ه ومن صا م منه خمسة عشر يو ما نادىٰ منا دمن السما ء قد غفر لك ما مضى فا ستا نف العمل ومن زاد زاد ه . (ماثبت من السنۃ ۱۲۶)

رجب ایک عظیم الشان مہینہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کو دگنا کرتا ہے جو آدمی رجب کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھے ہیں اور جو کوئی رجب کے سات دن کے روزے رکھے تو اس پر دوزخ کے سات دروازے بند کئے جائیں گے اور جو کوئی اس کے آٹھ دن روزے رکھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھولے جائیں گے۔ اور جو آدمی رجب کے دس روزے رکھے تو اللہ کریم سے جس چیز کا سوال کرے وہ اسے دے گا۔ اور جو کوئی رجب کے پندرہ دن روزے رکھے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ تیرے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے ہیں اور اب نئے سرے سے عمل شروع کر۔ اور جو زیادہ روزے رکھے گا اسے اللہ کریم زیادہ دے گا۔

ماہِ رجب کی منفرد خصوصیات

اب لیجئے وہ منفرد خصوصیات جن کی بناء پر اس مہینہ کو معظم اور محترم مہینہ گردانا جانے لگا۔

(۱)...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے کہ:

''یعنی رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے''

(غنیۃ الطالبین)

گو یہ اضافتیں سب تشریفی ہیں تاہم اثبات مدعا کے لیے اس قدر بھی کافی ہیں۔

(۲)...... دوسری روایت میں آتا ہے کہ رجب بہشت میں ایک چشمۂ شیریں ہے جو برف سے زیادہ سفید ہے جو شخص اس ماہ میں روزے سے رہتا ہے اُسے اس سے پانی دیا جائیگا۔

اس کے علاوہ ماہِ رجب المرجب کے فضائل اور اعمال سے متعلق اور بہت سی روایات صاحبِ جامع کبیر نے ''جامع کبیر'' میں ذکر فرمائی ہیں۔ مگر فقہا ومحدثین نے ان کے قبول کرنے اور صحیح تسلیم کرنے میں توقف ہی فرمایا ہے اس لیے ہم بھی ان کا یہاں ذکر نہیں کر رہے۔

(۳)...... ماہِ رجب المرجب کی تیسری مہتم بالشان خصوصیت ''معراج نبوی'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو بالاتفاق ۲۷/رجب المرجب بروز دوشنبہ ۱۰ بعثت مطابق ۸/مارچ ۶۲۰ء دو سال قبل از ہجرت ہوئی۔

علامہ قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب رحمۃ للعالمین نے لکھا ہے کہ معراج اور پانچوں نمازوں کی فرضیت دونوں اسی ایک رات کا عطیہ ہیں اور یہ شرف ایسا ہے جس میں آپ کا کوئی دوسرا شریک نہیں۔

موسیٰ بطور رفت مسیحا بآسماں
معراج عرش خاص کمال محمدؐ است

(۴)...... ماہِ رجب المرجب کی چوتھی اہم خصوصیت ''فریضہ زکوٰۃ'' کی فرضیت ہے یہ بھی بالاتفاق اسی ماہِ محترم میں ہوئی۔ گو اس کا باقاعدہ نفاذ تو بعد میں مدینہ منورہ جا کر ہوا۔ مگر اجمالی فرضیت بلاِ شبہ معراج کی رات مکہ معظّمہ ہی میں ہوگئی تھی۔ اسی لیے ماہِ رجب لوگوں میں زکوٰۃ کا مہینہ ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ مُلّا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"المعتمد ان الزکوۃ فرضت بمکۃ وبنیت بالمدینۃ تفصیلاً جمعاً بین الایات التی تدل علی فرضیتھا بمکہ وغیرھا من الایات والادلۃ واللہ تعالیٰ اعلم"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۱۸)

حکایت

روایت ہے کہ سیّدنا حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب طوفان کے دنوں میں رجب کے مہینے میں کشتی پر سوار ہوئے تو آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ، رکھنے کا حکم دیا تو اس کی برکت سے کشتی چھ ماہ چلتی رہی۔ اور عاشورہ کے دن جودی پہاڑ پر رکی۔ اور جب کشتی سے اترے تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے روزہ رکھا اور اللہ کریم کا شکریہ ادا کیا۔ (ماثبت من السنۃ ص ۱۲۶)

ایک ضروری تنبیہ:۔

اِس ماہ میں ہونے والی بعض مشہور بدعات کی تردید بھی احادیث اور اکابر کی تحریر سے ثابت ہے۔ یہاں اس کا کسی قدر تذکرہ بہت ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو،

(۱)...... حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"ھل تدرون ما العتیرہ ؟ ھی التی تسمونھا الرجبیۃ"

یعنی تم جانتے ہو کہ "عتیرہ" کیا ہے؟...... پھر فرمایا کہ یہ وہ قربانی ہے جو تم رجب کے مہینہ میں کرتے ہو...... مگر اب سُن لو! کہ

لا ضرع ولا عتیرہ "یعنی آیندہ ضرع اور عتبرہ کی کوئی حیثیت نہیں (بخاری ومسلم)

(ضرع) اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جسے مشرک بتوں کے نام پر بھینٹ چڑھاتے تھے اور (عتیرۃ) وہ قربانی تھی، جسے لوگ رجب میں کیا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں جمہور علماء اُمت نے ماہِ رجب میں صلوٰۃ الرغائب کو پانچویں صدی کی

بڑی بدعت قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رجب کی مخصوص نمازیں اور ہزاری روزے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ ایسے ہی امام جعفر کے کونڈے اور اس سے متعلق حکایات سب بے سند خرافات ہیں۔ دین میں ان کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ۲۲/ رجب ۶۰ھ (اپریل ۶۸۰ء) متعصب شیعوں نے امام برحق حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں یہ بدعت شروع کی۔

☆............☆..................☆............☆............☆............☆
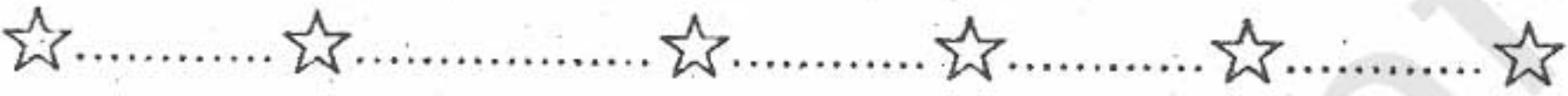
سیّد السادات

حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان
کے کونڈوں کے متعلق شرعی حکم

سوال:۔ حضرت سیّد السادات جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کے کونڈے جو آجکل عوام میں مروّج ہیں ان کی شرعی کیا حیثیت ہے۔

جواب:۔ حضرت سیّد السّادات حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ والرضوان خانوادۂ نبوّت کے چشم وچراغ ہیں۔ اکابرینِ اسلام میں آپ کا بلند مقام ہے۔

ولادت: ۸/ رمضان ۸۰ھ

وصال: شوال ۱۴۸ھ (کمافی البدایۃ والنہایۃ)

تمام مسلمان صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم سے خلوصِ دل کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی محبت و پیروی کو دنیا و آخرت میں نجات کا باعث سمجھتے ہیں۔ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ ۲۲/ رجب باتفاقِ مؤرخین نہ موصوف کا یوم ولادت ہے، نہ یوم وصال۔ ماہِ رجب المرجب حقیقت میں معراجِ نبوی علیٰ صاحبہا الف صلوٰۃ وسلام کا مہینہ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کا مہینہ ہے، اس کی اس نسبت کو مٹانے اور بدعت یعنی کونڈوں کے ساتھ منسوب کرنے کی ایک ناپاک سازش ہے۔ اگر حضرت موصوف سے ایسی ہی عقیدت ومحبت ہے تو کھانا پکا کر مساکین اور مستحقین کو کھلایا جائے قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کردیا جائے لیکن کونڈوں کو خاص انداز وشرائط کے ساتھ بھرنا اور کھانا کھلانا قطعی طور پر اسلام میں ایک نئی چیز پیدا کرنا یا شامل کرنا ہے۔ دین میں کسی چیز کا کم وبیش کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

قصّہ عجیبہ یا کونڈوں کی کتاب میں جو واقعہ تحریر کیا گیا ہے یہ قطعی طور پر جھوٹا، بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ اسی طرح حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف سے یہ وعدہ ۲۲/ رجب کو کونڈے کرو اور میرے توسّل سے مراد طلب کرو، مراد پوری نہ ہو تو قیامت میں

تمہارا ہاتھ اور میرا دامن ہوگا۔

بلا شک وشبہ آپ پر بہتان اور تہمت ہے۔ مسلمانوں کے پاس اللہ کی کتاب قرآن مجید جس میں کوئی تغیر یا تبدیلی یا تحریف نہیں ہے موجود ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت قائمہ بھی محفوظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت پر احسانِ عظیم ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ اور آپ کو اُمّت سے اس قدر پیار ہے کہ والدین کو بھی بچّے کے ساتھ اتنی محبت نہیں ہوتی۔ النبی اولیٰ بالمؤ منین من انفسهم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ قیامت کے روز جب تمام انبیاء مرسلین علیہم السلام نفسی نفسی پکاریں گے، آپ اُمّتی اُمّتی فرمائیں گے۔ آپ نے پیاری اُمّت کے مصائب ومشکلات کو حل کرنے کے لئے اس قسم کے کونڈے بھرنے تجویز نہیں کئے، نبی نے نہیں کئے تو ولی کس طرح تجویز کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:۔

وان یمسسک اللہ بضر فلا کا شف له الا هو . وان یمسسک بخیر فهو علی کل شئی قدیر . آیت۔۱۷ (الانعام)

ترجمہ:۔ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے کوئی رد نہیں کر سکتا اور اگر تم کو فائدہ پہنچائے تو ہر بات پر قادر ہے۔

کسی نے ایک چھوٹا افسانہ گھڑ لیا اس میں مؤثر کردار عورتوں کو دیا تاکہ عورتیں اس کو پڑھ کر یا سُن کر معتقد ہو جائیں۔ عام جاہل یا کم لکھی پڑھی عورتیں اس قسم کے قصہ کہانیوں کو بہت جلد قبول کر لیتی ہیں اور ان کو ایمان کا جزو بنا لیتی ہیں۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ حیات میں بنی اُمیہ کی حکومت تھی، اس کے بعد عباسی حکومت قائم ہوئی۔ بنی اُمیہ کا دارالخلافہ دمشق تھا اور عباسی حکومت کا دارالخلافہ بغداد تھا۔ اس زمانہ میں کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ بادشاہت اور وزارت کا وجود مدینہ منوّرہ کیا پوری عرب دنیا میں نہ تھا۔ من گھڑت قصہ میں نہ بادشادہ کا نام ہے نہ وزیر کی صراحت۔ مخالفوں نے دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲/ رجب کو خوشی کا دن عید کے دن کی طرح منانے کے لئے ان رسوم کا سہارا لیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ عنہ کاتبِ وحی، ہادی ومہدی اور رشتے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چند پشتوں کے بعد ایک جد کی اولاد عم زاد، دوسرے رشتے سے برادر نسبتی تھے۔ منافقوں کو ہمیشہ سے ان کے ساتھ بغض وعداوت رہی ہے۔

ان ہی کی وفات کی خوشی میں خستہ پوریاں جو ہندوانہ رسوم کے مطابق پکائی جاتی ہیں تقیہ (جھوٹ) کے ذریعہ یہ رسم اہل سنّت والجماعت میں پھیلا دی ہے۔ داستان عجیب یا نیاز نامہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ چھپوا کر اس کی خوب تشہیر کی ہے۔ بعض یادداشتوں سے معلوم ہوا ہے کہ کونڈے بھرنے کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ریاستِ رامپور (یو۔پی) سے ہوئی (جواہر المناقب) اس رسم کا کرنا بدعت ہے، گمراہی ہے۔

کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار (حدیث)

ترجمہ:۔ جو دین میں نئی بات پیدا کرے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔

علمائے اہل سنت والجماعت دیوبند اور بریلوی مکتب فکر کے علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے کونڈے جس طرح سے برّ کوچک پاک وہند میں رواج دیئے گئے ہیں ان کا شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ رسم سراسر بدعت اور گمراہی ہے۔

حسب ذیل بزرگان دین نے کونڈوں کے بھرنے کی رسم کو بدعت وگمراہی قرار دیا ہے:۔

(۱)...... حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۴۹ھ

(۲)...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کراچی ۱۳۷۰ھ

(۳)...... مولانا سیّد مبارک مدرسہ مصباح العلوم بریلی ۱۳۴۹ھ

(۴)...... مولانا محمد یٰسین دارالعلوم سرائے خام بریلی ۱۳۴۹ھ

(۵)...... مولانا محمد ایوب فرنگی محلّی لکھنو ۱۳۴۶ھ

(۶)...... مولانا ابوالقاسم محمد عتیق فرنگی محلی لکھنو ۱۳۴۶ھ

(۷)...... مولانا محمود الحسن بدایونی ۱۳۹۰ھ

ان کے علاوہ بے شمار علماء وفضلاء ومشائخ اہل سنّت والجماعت نے متفقہ طور پر ان

کونڈوں کی رسم کو بدعت اور ضلالت قرار دیا ہے۔

حکیم عبدالغفور ثم بریلوی کی گواہی

(۱)......حکیم عبدالغفور صاحب آنولوی ثم بریلوی نے اپنے مضمون (رجب کے کونڈے) مندرجہ رسالہ ''صحیفہ اہل حدیث'' کراچی، اشاعت ۱۴/ اگست ۱۹۶۴ء میں بیان کیا ہے:

کونڈوں کی رسم بالکل جدید ہے۔ اور اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ:۔

''نواب حامد علی خاں والئے رامپور اپنی کسی ''منظورِ نظر رنڈی'' سے ناراض ہوئے اور عتابِ شاہی صدور ہوا، اس چالاک کسبی نے نواب صاحب کے مذہبی عقائد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک تراشیدہ افسانہ کے مطابق نواب صاحب کی رضا حاصل کرنے کیلئے ۲۲/ رجب کو کونڈے کیے۔

یہ افسانہ اس داشتہ نواب کا اپنا تراشا ہوا نہیں۔ اس نے تو لکڑہارے کی اس داستان عجیب کے اتباع میں کونڈے کیے تھے۔ دراصل یہ داستان امیر مینائی مرحوم لکھنوی شاعر کے فرزند خورشید مینائی نے اس زمانے میں طبع کرا کے اہل رامپور میں تقسیم کرادی تھیں۔

پیر جماعت علی شاہ کی گواہی

(۲)......پیر جماعت علی شاہ کے ایک مرید مصطفیٰ علی خاں نے اپنے کتابچہ ''جواہر المناقب'' کے حاشیے پر حامد حسن قادری مرحوم کا یہ بیان درج کیا ہے کہ:۔

''احقر حامد حسن قادری کو اس داستانِ عجیب) یا لکڑہارے کی کہانی) کی اشاعت اور ۲۲/ رجب والی پوریوں کی نیاز کے متعلق یہ علم ہے کہ یہ کہانی اور نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں ریاست رامپور (یوپی) میں حضرت امیر مینائی لکھنوی کے خاندان سے نکلی ہے میں اس زمانے میں امیر مینائی صاحب کے مکان کے متصل رہتا تھا اور ان کے خاندان اور ہمارے خاندان میں تعلقات تھے...... الخ گویا رام پور روہیل کنڈ میں اس رسم کا آغاز لکھنوی خاندان ہی کی بدولت ہوا۔

مولوی مظہر علی سندیلوی کی گواہی

(۳)...... مولوی مظہر علی سندیلوی اپنے روزنامچہ میں جو ۱۹۱۱ء کی ایک نادر یادداشت ہے لکھتے ہیں کہ:۔

۱۹۱۱ء آج مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی جو میرے اور میرے گھر والوں میں رائج ہوئی جو اس سے پہلے میری جماعت میں نہیں آئی تھی، وہ یہ ہے کہ:۔

''۲۱/ رجب کو بوقتِ شام میدہ شکر اور گھی دودھ ملا کر ٹکیّاں پکائی جاتی ہیں اور اس پر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲/ رجب کی صبح کو عزیز و اقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہیں، یہ ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اس کا رواج ہر مقام پر ہوتا ہے میری یاد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی سماعت میں نہیں آیا۔ یہ فاتحہ اب ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت مندی کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر بڑھتی جارہی ہے۔

مولانا عبدالشکور مرحوم کی گواہی

(۴)...... مولانا عبدالشکور مرحوم نے اپنے رسالہ ''النجم'' لکھنؤ کی اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ میں لکھا تھا کہ:۔

''ایک بدعت ابھی تھوڑے دنوں سے ہمارے اطراف میں شروع ہوئی ہے اور تین چار سال سے اس کا رواج یومًا فیومًا بڑھتا جارہا ہے۔ یہ بدعت کونڈوں کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے متعلق ایک فتویٰ بصورتِ اشتہار تین سال سے لکھنؤ میں شائع کیا جارہا ہے۔'' (یہاں اشتہار کی گنجائش نہیں)

(۵)...... اُسی دَور کے ایک شیعہ عالم محمد باقر شمسی کا قول ہے کہ:۔

لکھنؤ کے شیعوں میں ۲۲/ رجب کے کونڈوں کا رواج بیس پچیس سال پہلے شروع ہوا تھا۔ (رسالہ النجم لکھنؤ)

مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ رجب کے کونڈوں کی رسم لکھنؤ اور اس کے گردونواح میں قریبًا نصف صدی بیشتر شروع ہو کر صوبہ جات متحدہ آگرہ واودھ کے توہم پرست

اور ضعیف الاعتقاد جاہل طبقوں میں پھیلتی گئی اور وہیں سے کھٹملوں کی طرح دیگر مقامات میں مروّج ہوئی۔

داستانِ عجیب کیا ہے؟

یہ ایک لکڑ ہارے کی منظوم کہانی ہے جو آج سے (۳۵) سال بیشتر سلطان حسین تاجرِ کتب بھنڈی بازار بمبئی نے "نیاز نامہ امام جعفر صادق" کے عنوان سے طبع کرائی تھی۔ اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

مدینہ منوّرہ کا ایک لکڑ ہارا قسمت کا مارا روزی کمانے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا۔ اس کی بیوی نے مدینہ کے وزیر اعظم کے یہاں جھاڑو دینے کی نوکری کر لی۔ ایک دن جب وہ صحن خانہ میں جھاڑو دے رہی تھی تو امام جعفر صادق اس راہ سے یہ فرماتے ہوئے گذرے کہ:۔

"کوئی شخص کیسی ہی مشکل اور حاجت رکھتا ہو، آج ۲۲/ رجب کو پوریاں پکا کر دو کونڈوں کو بھر کر ہمارے نام سے فاتحہ دلا دے تو مراد اس کی پوری ہو۔ اگر نہ ہو تو حشر کے روز اس کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا دامن"۔

یہ سنتے ہی لکڑ ہارن نے اپنے دل میں منّت مانی کہ میرا شوہر جسے گئے ہوئے ۱۲ سال گذر گئے تھے جیتا جاگتا کچھ کمائی کے ساتھ واپس آجائے تو میں امام کے نام کے کونڈے کروں گی۔ جس وقت وہ منّت کی نیّت کر رہی تھی، عین اسی وقت اس کے خاوند نے دوسرے ملک کے جنگل میں جب سوکھی جھاڑی پر کلہاڑی چلائی تو کسی سخت چیز پر لگ کر گری اس نے وہاں کی زمین کھودی تو اسے ایک دفینہ ملا۔ وہ یہ خزانہ لے کر مدینہ آیا۔ اس نے ایک عالی شان حویلی بنوائی اور ٹھاٹھ سے رہنے لگا۔ جب لکڑ ہارن نے اپنی مالک، وزیر اعظم کی بیوی سے حال بیان کیا تو اس نے کونڈوں کے اثر سے خزانہ ملنے کو جھوٹ سمجھا۔ چنانچہ اس بدعقیدگی کی پاداش میں اسی دن وزیر اعظم پر عتابِ شاہی نازل ہوا اور مال و دولت ضبط کر کے شہر بدر کر دیا گیا۔

جنگل کو جاتے ہوئے وزیر نے بیوی سے پیسے لے کر خربوزہ خریدا۔ اور رومال

میں باندھ کر ساتھ لے چلے۔ راستے میں شاہی پولیس نے انہیں شہزادے کے قتل کے شبہ میں گرفتار کرلیا۔ جب بادشاہ کے سامنے رومال کھولا گیا تو خربوزے کی جگہ شہزادے کے خون سے لتھڑا ہوا سر نکلا۔ بادشادہ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ کل صبح سویرے اس کو پھانسی دی جائے۔ رات کو قید خانہ میں یہ دونوں میاں بیوی دل میں سوچ رہے تھے کہ ہم سے ایسی کیا خطا ہوگئی جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچے۔ یکا یک وزیر کی بیوی کو خیال آیا کہ میں امام کے کونڈے کرنے سے انکار کر بیٹھی تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کی اور مصیبت سے نجات ملنے پر کونڈے بھرنے کی منّت مانی۔

اس کا منّت ماننا تھا کہ حالات کا رنگ پلٹا، گم شدہ شہزادہ صبح کو صحیح سلامت واپس آ گیا۔ ان دونوں کو قید سے رہائی ملی۔ وہ واپس مدینہ آئے۔ بادشاہ نے وزیر کو دوبارہ وزارتِ عظمیٰ پر بحال کیا اور اس کی بیوی نے دھوم دھام سے امام کے کونڈے بھرے۔

لا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم .

یہ لغو کہانی خود ظاہر کرتی ہے

کہ اس کا گھڑنے والا لکھنؤ کا کوئی جاہل داستان گو تھا، جس کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ:۔

(۱)...... مدینہ منورّہ میں نہ کبھی کوئی بادشاہ ہوا ہے اور نہ وزیر اعظم

(۲)...... عربوں میں میدے کی پوریاں گھی میں پکا کر کونڈوں میں بھرنے اور فاتحہ دلانے کا رواج آج تک نہیں ہوا۔ نہ کونڈے کا برتن وہاں استعمال ہوتا ہے۔

(۳)...... حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کے ۵۲ سال تک بنواُمیہ کی خلافت رہی جس کا صدر مقام دمشق (ملک شام) تھا، مگر ان کی خلافت میں بھی وزیر اعظم کا کوئی عُہدہ نہ تھا۔

(۴)...... اس کے بعد ۱۶ سال تک آپ عباسی خلافت میں رہے جس کا صدر مقام بغداد (عراق تھا۔ ان کے ہاں بھی آپ کی موجودگی میں وزارت کا عہدہ قائم نہ ہوا تھا۔

(۵)...... یہ بے پر کی کہانی سراسر خُرافات ولغویات ہے اور حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منّت پوری

۲۲/ رجب ۶۰ھ کو

امیر المؤمنین، امام المتقین، خال المسلمین، مکرم کاتبِ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص معتمد اور عصائے اسلام حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی پچاس سال تک خدمت کرنے کے بعد وفات پائی تھی۔ روافض جس طرح امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں ان کے مجوسی قاتل ابولؤلؤ فیروز کو باباشجاع کہکر عید مناتے ہیں اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت کی خوشی میں ۲۲/ رجب کو یہ تقریب مناتے ہیں لیکن پردہ پوشی کے لئے ایک روایت گھڑ کر حضرت جعفر بن محمد کی طرف منسوب کردی ہے تاکہ راز فاش ہونے سے رہ جائے اور دشمنانِ معاویہ رضی اللہ عنہ چپکے سے ایک دوسرے کے یہاں بیٹھ کر یہ شیرینی کھالیں اور یوں اپنی خوشی ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ ان کی تقیہ سازی اور اس پُرفریب طریقہ کار سے حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کی دعوت میں کئی سادہ لوح توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی لاعلمی کی وجہ سے شریک ہوجاتے ہیں۔

خبردار

کونڈے بھرنا زمانہء حال ہی کی ہندوستانی ایجاد ہے۔ لہٰذا اس گمراہی سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ ایک صحابیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کاتبِ وحی کے دشمنوں کی تقریب ہے۔ (مولانا حکیم انیس احمد صدیقی صاحب ایم جے آغا خان ایم اے)

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆

علمائے اہل سُنت والجماعت

کے

متفقہ فتوے

رجب کے کونڈوں کی رسم

محض بے اصل خلافِ شرع اور بدعت محدثہ ممنوعہ ہے

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۲/ رجب کو اکثر کونڈوں کا رواج ہے۔ ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ کونڈوں کی اصلیت کیا ہے؟ کیا اہل سنت والجماعت کو یہ رسم ادا کرنی چاہئے؟ اس میں شرکت کرنی کیسی ہے؟ اُمید ہے کہ شریعت کے مطابق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

فتویٰ

الجواب وهو الموفق للصواب ۔ کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعت محدثہ ممنوعہ ہے کیونکہ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین سے اور نہ آئمہ اسلام سے منقول ہے ...... یہ بھی ہے کہ یہ مخالفین ومعاندین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایجاد ہے کیونکہ نہ بائیسویں رجب امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ ان کی تاریخ وفات ہے۔ ان کی ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۲ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں۔ اس تاریخ (۲۲/ رجب) کو حضرت صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے پھر تخصیص اس کی ان سے کیا ہے۔ وہاں بائیسویں رجب کاتب وحی امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ (دیکھو تاریخ طبری،

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم لکھنؤ میں ایجاد ہوئی اہل سُنّت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطور حصہ علانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہوسکے دشمنان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اسی طرح اپنی خوشی اور مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اس کا چرچا ہوا اور راز طشت از بام ہونے لگا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے اور ایک لغو روایت گھڑ کر یہ تہمت حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ ۲۲/ رجب میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

لہٰذا

برادران اہل سُنّت والجماعت کو اس لغو رسم سے دور رہنا چاہئے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو اس رسم کے پاس پھٹکنے نہ دیں نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کرکے دشمنان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوشی میں شریک ہوکر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں.................فقط واللہ اعلم وعلمہ، اتم

(۱)......احقر العباد محمد صابر نائب مفتی دار العلوم کراچی (۱) نانک واڑہ

(۲)......الجواب صحیح (مفتی محمد شفیع غفرلہ، دار العلوم کراچی (۱) نانک واڑہ

(۳)......الجواب صحیح (مولانا) احتشام الحق تھانوی دارالافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی

(۴)......الجواب صحیح (مفتی) ولی حسن ٹونکی غفرلہ، مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۵

(۵)......الجواب صحیح رعایت اللہ غفرلہ ناظم دار العلوم کراچی (۱)

(۶)......الجواب صحیح (مولانا) محمد اکمل غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی

(۷)......الجواب صحیح (مولانا) محمد متین الخطیب

(۸)......الجواب صحیح سید عبد الجبار غفرلہ، خطیب۔ لال مسجد بمبئی بازار کراچی

(۹)......الجواب صحیح (مولانا) ابوالفضل عبد الحنان صدر مدرس دار الحدیث رحمانیہ کراچی

(۱۰)......الجواب بعون الوھاب: بے شک ماہ رجب میں کونڈوں کی رسم واجبی منانا اور رجب کے روزے رکھنا شرع کی رو سے بدعت ہیں۔ان کا فاعل بدعتی ہے۔

فقط......عبدالقہار غفرلہ،

نائب مفتی دارالافتاء برنس روڈ کراچی

سید محمد مبارک علی بریلوی کی گواہی

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی شان تو ارفع واعلی ہے کوئی ادنی مسلمان بھی ایسی لغو ولایعنی بات نہیں کہہ سکتا جو بدعت اور شرک کو مستلزم ہو یہ سب افترا محض ہے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے گھڑا گیا ہے..........فقط

احقر (سید) محمد مبارک علی غفرلہ،

مدرسہ مصباح العلوم بریلی۔۱۰/ رجب ۱۳۴۹ھ

مولانا محمد یٰسین بریلوی کی گواہی

واقعی یہ کتاب یعنی ''داستانِ عجیب'' سراسر کذب وافترا سے بھری ہوئی ہے اور ایک مکار بدعتی نے بنائی ہے عوام کالانعام عجائب پرست ہو گئے ہیں جیسا کہ اسرائیلی عجائب پرست تھے۔علماء پر واجب ہے کہ رسوم شرکیہ کو تحریراً وتقریراً نیست ونابود کر کے ثواب عظیم حاصل کریں۔

محمد یٰسین غفرلہ، مہتمم دارالعلوم سرائے خام بریلی۔محمد عبدالرحمٰن غفرلہ

اَصابَ فیما اجاب عبدالحفیظ کان اللہ لہ، بلیاوی

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆

ماہ رجب المرجب واقعات وحادث کے آئینہ میں

نمبرشمار	واقعات وحادثات	رجب المرجب	مطابق
۱	طوفان نوح علیہ السلام کا آغاز	۱/رجب المرجب	
۲	آنحضرت کے اسراء اور معراج کا واقعہ	۲۷/۱۰ انبوی	۸/مارچ ۶۲۰ء
۳	پنجگانہ نماز کی فرضیت بشب معراج	۲۷/۱۰ انبوی	۸/مارچ ۶۲۰ء
۴	فرضیت زکوٰۃ	۲۷/۱۰ انبوی	۸/مارچ ۶۲۰ء
۵	حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام	۲ھ	جنوری ۶۲۴ء
۷	غزوہ تبوک	۹ھ	۶۳۰ء
۸	جزیہ لینے کا حکم	۹ھ	۶۳۰ء
۹	سریہ حضرت خالد ابن ولیدؓ	۹ھ	۶۳۰ء
۱۰	وفات حضرت سعد ابن عبادہؓ	۱۵ھ	۶۳۶ء
۱۱	وفات اسیّد ابن حضیر انصاریؓ	۲۰ھ	جون ۶۴۱ء
۱۲	وفات ام المومنین حضرت میمونہؓ	۳۹ھ	نومبر ۶۵۹ء
۱۳	وفات ام المومنین حضرت حفصہؓ	۴۱ھ	اکتوبر ۶۶۱ء
۱۴	وفات حضرت عبداللہ ابن سلامؓ	۴۳ھ	۶۶۳ء
۱۵	وفات حضرت زید ابن ثابتؓ	۴۵ھ	ستمبر ۶۶۵ء
۱۶	وفات حضرت معاویہ ابن خدیجؓ	۵۲ھ	جولائی ۶۷۲ء
۱۷	وفات حضرت اسامہ ابن زیدؓ	۵۴ھ	جون ۶۷۴ء
۱۸	وفات حضرت معاویہؓ وخلافت یزید	۶۰ھ	اپریل ۶۸۰ء
۱۹	وفات حضرت عمر ابن عبدالعزیز خلافت یزید ثانی	۱۰۱ھ	جنوری ۷۲۰ء
۲۰	وفات مالک ابن دینارؒ	۱۲۴ھ	اپریل ۷۴۵ء
۲۱	وفات حضرت جعفر صادقؒ	۱۴۸ھ	اگست ۷۶۵ء
۲۲	وفات امام الائمہ حضرت ابوحنیفہؒ	۱۲/۱۵۰ھ	اگست ۷۶۷ء
۲۳	خدائی کے دعویدار مقنع نے آگ میں کود کر خودکشی کرلی	۱۵۹ھ	اپریل ۷۷۶ء

۲۴	وفات حضرت حماد ابن ابی حنیفہؒ	۱۷۶ھ	اکتوبر ۷۹۲ء
۲۵	بغداد میں کاغذ سازی کے پہلے کارخانے کا قیام	۵/۱۷۶ھ	اکتوبر ۷۹۲ء
۲۶	وفات حضرت موسیٰ کاظمؒ	۵/۱۸۳ھ	اگست ۷۹۹ء
۲۷	وفات حضرت امام شافعیؒ	۳۰/۲۰۴ھ	دسمبر ۸۱۹ء
۲۸	وفات امام مسلم قشیریؒ صاحب، مسلم شریف	۲۵/۲۶۱ھ	اپریل ۸۷۵ء
۲۹	محمود غزنویؒ کا ملتان پر پہلا حملہ	۳۹۶ھ	مئی ۱۰۰۶ء
۳۰	وفات امام احمد ابن محمد قادوریؒ مصنف قدوری	۴۲۸ھ	اپریل ۱۰۳۷ء
۳۱	وفات سلطان محمود غزنویؒ	۴۴۰ھ	دسمبر ۱۰۴۸ء
۳۲	وفات امام غزالیؒ	۵۰۵ھ	جنوری ۱۱۱۲ء
۳۳	وفات حضرت خواجہ معین الدّین اجمیریؒ	۶۳۳ھ	مارچ ۱۲۳۶ء
۳۴	وفات ابن خلکان المورخ	۶۸۱ھ	اکتوبر ۱۲۸۶ء
۳۵	وفات علامہ عبداللہ نسفی حنفیؒ صاحب تفسیر مدارک	۲۱/۷۰۱ھ	مارچ ۱۳۰۱ء
۳۶	پانی پت کی جنگ	۷/۹۳۲ھ	اپریل ۱۵۲۶ء
۳۷	وفات قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ	۱۲۲۵ھ	اگست ۱۸۱۰ء
۳۸	دہلی پر انگریز کا قبضہ	۱۲۷۴ھ	فروری ۱۸۵۸ء
۳۹	وفات حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۱۶/۱۳۶۲ھ	۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء
۴۰	وفات شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحبؒ	۱۲/۱۴۰۰ھ	۲۷/مئی ۱۹۸۰ء

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆

آٹھواں مہینہ
شعبان المعظّم
فضائل واحکام کے آئینہ میں

آٹھواں مہینہ شعبان المعظّم

''شعبان'' اسلامی سال کا آٹھواں قمری مہینہ ہے اس میں شؔ مفتوح اور عؔ ساکن ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔ یہ شَعُبٌ سے مشتق ہے اور اس کے لغوی معنی جمع کرنا اور متفرق کرنا دونوں آتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' **الشعبانُ من تشعب القبائلِ و تفرقها اللفات** یعنی شعبان قبائل عرب کے متفرق اور مجتمع ہونے سے ماخوذ ہے۔

مگر شریعت اسلامیہ میں اس نام کو اس لیے بحال اور برقرار رکھا گیا۔ کہ فی الواقعہ مخلوق کی قضاء وقدر کے اکثر و بیشتر سالانہ فیصلے اسی ماہ معظم میں طے پاتے ہیں......!

(۱)...... جامع کبیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ جن لوگوں کی روحیں قبض کرنا ہیں۔ ان کی فہرست اسی ماہ میں ملک الموت کے سپرد کی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میرا نام اس حالت میں درج فہرست کیا جائے کہ میں روزہ سے ہوں۔

(۲)...... حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرھویں رات کو سال بھر کے تمام کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ موت، حیات، شادی، نکاح، حج، غربت امارت، غرضیکہ سب ہی امور اسی ماہ میں انجام پاتے ہیں۔

ماہ شعبان کی فضیلت اور وجہ تسمیہ

اس مہینہ کی احادیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے' اور کم وبیش ہر مسلمان بھی اس کی فضیلت سے واقف ہے' اس مہینہ کی وجہ تسمیہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف'' ماثبت بالسنہ''میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ بیان کرتے ہیں: اس مہینہ کا شعبان نام اس لئے رکھا گیا کہ روزہ دار کی نیکیوں (کے ثواب میں) درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے۔ حدیثوں میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں اس سلسلہ میں، ہم یہاں چند حدیثوں کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

(۱)...... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی' اورارشادفرمایاشعبان شھری (دیلمی) یعنی شعبان میرا مہینہ ہے؛ اس سے اندازہ کریں کہ جس چیز اور مہینہ کی نسبت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف فرمائیں تو اس کی کتنی فضیلت ہوگی؛

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ یوں دعا فرمایا کرتے تھے؛

اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان و بلغنا رمضان (ابن عساکر)

یااللہ رجب اور شعبان کے مہینہ میں ہمارے لئے برکت فرمایئے اور خیریت کیساتھ ہم کورمضان تک پہنچائیں؛

یعنی خیریت کے ساتھ برکات رمضان دیکھنا اور اس کا استقبال کرنا نصیب ہو؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح دعا فرمانا اس مہینہ کی فضیلت وعظمت کی دلیل ہے.

(۳)......ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں.

کان احب الشھور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصومہ شعبان ثم یصلہ برمضان. (بیھقی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بڑی پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رمضان کے روزوں سے ملادیں.

رمضان کے روزوں سے ملانے کا مطلب حدیث نمبر۴ میں ملاحظہ فرمائیں.

(۴)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں.

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لایصوم وما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شھر قط الا رمضان وما رأیتہ فی شھر اکثر منہ صیاما فی شھر شعبان

(بخاری، مسلم، ابو داؤد)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شعبان میں) اتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم

(صحابہ) کہنے لگتے اب آپ افطار نہ کریں گے، اور کبھی افطار کیئے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھے) یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے، اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینہ سے زیادہ (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل روزے رکھنا اور کبھی نہ رکھنا، یہ بھی دراصل امت کے لئے اسوہ ہے، کہ کبھی تنگی میں نہ پڑ جائے، اسی لئے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خذو ا من العمل ماتطیقون فو الله لایسأم الله حتی تسأموا (مسلم)

یعنی عمل اپنی طاقت کے مطابق کرو خدا کی قسم وہ (اجر وثواب دینے میں نہیں تھکے گا تم ہی عمل کرنے سے تھک جاؤ گے،

(۵)......ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ما رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم شهرین متتابعین الا شعبان ورمضان،

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان اور شعبان کے علاوہ اور کسی مہینہ میں متواتر روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں اس مہینہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک مسلمان کے لئے یہ چند احادیث بھی بہت ہیں،

مختصر یہ کہ شعبان کے روزوں کی مثال ایسی ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنتوں کی، ان سنتوں سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسان کا قلب فرض نماز کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا ہے، اسی طرح ماہ شعبان میں نفل روزے رکھنے سے انسان کا قلب ماہ رمضان کے فرض روزوں کے لئے مستعد اور تیار ہو جاتا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ کیوں رکھتے تھے؟

ہمارے گزشتہ تحریر سے انسان کے دل میں یہ وسوسہ اور خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟

تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں. اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ:

(۶)......ذٰلک شهر تغفل الناس عنه بين رجب وبين رمضان وهو شهر ترفع فيه الاعمال الى رب العالمين فاحب ان يرفع عملي وانا صائم،(نسائی)

یہ شعبان کا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں، اس مہینہ میں اللہ رب العالمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو،،

ایک حدیث میں ہے کہ ایک عورت رجب کے مہینہ میں روزے بہت رکھا کرتی تھی، آپ کو اس کے متعلق بتلایا گیا کہ فلاں عورت اس مہینہ میں بہت روزے رکھتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس عورت کو نفلی روزے رکھنے ہیں تو شعبان کے مہینہ میں رکھا کرے،

ناظرین کو ان احادیث سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ شعبان کے مہینہ کی کتنی عظمت وفضیلت ہے،

شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت اور اُس کے نام

شعبان کے پورے مہینہ کی فضیلت گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے، مگر اس مہینہ کی پندرہویں شب کی جو فضیلت ہے وہ پورے مہینہ کی نہیں، چنانچہ سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کے کئی نام ہیں:

(۱)......لیلۃ البراءۃ، یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات،

(۲)......لیلۃ الصکّ، یعنی دستاویز والی رات،

(۳)......لیلۃ المبارکہ، یعنی برکتوں والی رات،

مگر عرف عام میں یہ رات شب برأت،، کے نام سے مشہور ومعروف ہے، جو فارسی اور عربی زبان کے دولفظوں کا مجموعہ ہے، شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں، اور برأت عربی کا لفظ ہے، جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں، اس کے بعد یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس رات کی فضلیت رمضان المبارک کی شب قدر سے کم ہے، لیکن اس کی فضلیت سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دن میں اس کے وجود سے انکار کرے یا سورج کی موجودگی میں اس کے وجود کا انکار کرے،

گر نہ بیند بروز شپرّہ چشم × چشمہء آفتاب راچہ گناہ،

چند حدیثیں اس شب کی فضیلت کے متعلق ملاحظہ ہوں،

(۱)......ان اللّٰہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب،

(ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتا ہے،،

کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریباً بیس ہزار بکریاں تھیں، اب اندازہ کریں کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے، جن کا شمار کرنا انسان کے قبضے کی بات نہیں، اسی طرح اس رات میں کتنے لوگ دوزخ سے بری کیئے جاتے ہیں وہ بھی انسانی حساب سے باہر ہیں،

(۲)...... اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان نادی مناد ھل من مستغفر فاغفر لہ ھل من سائل فاعطیہ (بیہقی)

جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی بخشش کا طلب گار کہ اس کو بخش دوں ہے کوئی سائل کہ سوال کرے کہ میں اس کا سوال پورا کروں،،

(۳)......حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اتانی جبرئیل علیه السلام فقال هذه ليلة النصف من شعبان ولله عتقاء من النار بعدد شعور غنم بنی کلب،(بیهقی)

مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر یہ (بشارت) سنائی کہ یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے،اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتے ہیں،،

پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے،

(۴)......حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هل تدرين ما فی هذه الیلة یعنی لیلة النصف من شعبان، قالت ما فیها یا رسول الله فقال فیها ان یکتب کل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفیها ان یکتب کل هالک من بنی آدم فی هذه السنة،وفیها ترفع اعمالهم وفیها تنزل ارزاقهم،(بیهقی)

"کیا تمھیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتلایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں،اور جتنے اس سال میں مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ لئے جاتے ہیں،اور اس سال میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں،اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اترتی ہے،،

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اعمال اٹھائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال دربار خداوندی میں پیش ہوتے ہیں، اور روزی اترنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک سال میں جتنی روزی انسان کو ملنے والی ہے وہ سب لکھ دی جاتی ہے،

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہیں، پھر اس کا مطلب کہ اس شب میں انسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس رات کو لوح محفوظ سے علیحدہ کر کے ان فرشتوں کو سپرد کر دیا جاتا ہے جن کے یہ کام سپرد ہے،

حاصل یہ ہے کہ اس شب میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے، رزق، بیماری، تنگی، راحت و آرام، دکھ، اور تکلیف، حتی کہ ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اس کا وقت بھی اسی شب میں لکھا جاتا ہے،

ایک روایت میں ہے کہ اس مہینہ کی پندرہویں شب میں ملک الموت کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے، اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر سے نقل کر لو، کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے، مگر اس کو یہ معلوم بھی نہیں کہ میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھا گیا،

ایک اور روایت میں ہے کہ سال بھر میں ہونے والے واقعات اس شب میں لکھ دیئے جاتے ہیں، پیدا ہونے والے، حج کرنیوالے، پھر ان میں نہ کمی ہوتی نہ زیادتی ہوتی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پندرہویں شب میں معمول

حضور نبی کریم اللہ صلی علیہ وسلم کا اس رات میں کیا معمول ہوتا تھا وہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے پوری طرح واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت فقدت رسو ل الله

صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیلة فا ذ اھو با لبقیع فقا ل اکنت تخا فین ان یحیف اللّٰہ علیک و رسو له .

قلت یارسو ل اللّٰہ انی ظننت انک اتیت بعض نسا ئک فقا ل ان اللّٰہ تعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبا ن الی السما ء الد نیا فیغفر لا کثر من عد د شعر غنم کلب فقال ان اللّٰہ تعالٰی ینزل لیلة النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثرمن عدد شعر غنم کلب (ترمذی، ابن ماجه)

''میں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا (پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کے لئے نکلی) تو آپ کو بقیع (قبرستان مدینہ) میں پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا تجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے اوپر زیادتی کرے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے خیال کیا، شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں تشریف لیے گئے ہوں۔

تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے، پس قبیلہء کلب کی بکریوں کے بالوں کے شمار سے زیادہ (دوزخی) لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے،،

بعض روایتوں میں یوں بھی آیا ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے جنت البقیع نکل گئیں، اور وہاں آپ کو مصروف دعاء پایا، تو اپنے نفس کو وساوس پر ملامت کرتے ہوئے جلدی جلدی گھر آئیں، اس تیزی سے چلنے کی وجہ سے آپ کا سانس پھول گیا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، یہ تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ تو انھوں نے وجہ بتلائی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، **اکنت تخافین ان یحیف اللّٰہ علیک ورسوله،**

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اتانی جبرئیل علیہ السلام فقال ھذہ لیلۃ النصف من شعبان وللہ عتقاء من النار بعدد شعور غنم بنی کلب ، (بیھقی)

"مجھے جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتلایا ہے کہ آج (یہ) شعبان کی پندرہویں شب ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے اتنے گنہگار بندوں کو جہنم سے نجات دیتا ہے جتنے کہ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال۔"

پندرہویں شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جب کان لگا کر (غور سے) سُنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء فرما رہے تھے:

(۱) اعوذ بعفوک من عقابک اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بک منک جلّ وجھک ، اللّٰھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک (بیھقی)

"یا اللہ! میں تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں تیری سزا سے، اور تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں تیرے غصہ سے، اور پناہ چاہتا ہوں تیری سختیوں سے یا اللہ میں آپ کی تعریف کا شمار نہیں کرسکتا آپ کی ذات ایسی ہی بلند وبالا ہی جیسے آپ نے خود فرمایا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! تو بھی یہ کلمے یاد کرلے اور دوسروں کو بھی بتلا دے، جبرئیل علیہ السّلام نے مجھے یہ کلمے بتلائے ہیں، اور کہا ہے ان کلموں کو سجدے میں بار بار پڑھا کرو،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں کیا دُعا مانگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے،

(۲)...... سجد لک خیالی وسوادی وامن بک فؤادی

فھذه یدی و ما جنیت بھا علی نفسی یا عظیم یر جی لکل عظیم اغفر الذنب العظیم ، سجد وجھی للذی خلقه وصوره و شق سمعه وبصره ، (بیھقی)

''سجدہ کیا تجھ کو میرے ظاہر وباطن نے اور ایمان لایا میں سچے دل سے تجھ پر سو یہ میرا ہاتھ ہے، اور جو کچھ میں نے اس سے اپنی جان پر گناہ کئے ہیں اے عظمت و بزرگی والے، معاف فرمادے اُن بے شمار گناہوں کو،
سجدہ کیا میں نے اس ذات اُقدس کو جس نے (انسان) کو پیدا فرمایا، اور صورت بنائی اور کان اور آنکھیں دیں۔''

اس رات میں یہ دعا مانگنا بھی ثابت ہے:۔

(۳)...... اللّٰھم ارزقنی قلبا تقیا من الشرک نقیا لا فاجر او لا شقیا ، (ما ثبت بالسنه)

(۴)...... اللّٰھم انی اسئلک العفو والعافیة والمعافاة الدائمة فی الدنیا و الاخرة ، (ما ثبت بالسنه)

''اے اللہ! مجھے ایسا پاکیزہ دل عطا فرما، جس میں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو، جو فسق و فجور اور سختی سے پاک ہو،،

''یا اللہ! میں آپ سے عفو و عافیت اور دین و دنیا میں امن و امان اور عافیت کا طلب گار ہوں''

سیّدنا داؤد علیہ السّلام کی دعا

شعبان کی پندرہویں شب میں داؤد علیہ السّلام یوں دعا فرمایا کرتے تھے:۔

اللّٰھم رب داود اغفر لمن دعاک فی هذه اللیلة او استغفرک فیھا (احمد ، بیھقی)

''اے اللہ! اے داؤد (علیہ السلام) کے پروردگار! ہر اس شخص کو بخش دے جو آپ سے اس رات میں دعا مانگے یا بخشش چاہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اسی طرح بار بار باہر آکر دیکھتے رہے، پھر فرمایا:۔

حضرت داود علیہ السلام ایک رات کو ایسی ہی مبارک ساعت میں اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعا (خیر و بھلائی کی) مانگتا ہے قبول فرماتا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ دُعا فرمائی۔

پندرہویں شب میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بہت سے بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور ان پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی، ہم یہاں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ عبرت حاصل ہو:۔

(۱)......مشرک

(۲)......جادوگر

(۳)......کاہن اور نجومی

(۴)......ناجائز بغض اور کینہ رکھنے والا

(۸)......باجہ بجانے والا اور ان میں مصروف رہنے والا

(۹)......ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، لنگی وغیرہ رکھنے والا،

(۱۰)......زانی مرد وعورت

(۱۱)......والدین کا نافرمان

(۱۲)......شراب پینے والا اور اس کا عادی

(۱۳)......رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلق کرنے والا،

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت اور عظمت والی رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی، اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں،

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور غور وفکر کرے کہ ان

عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اس سے توبہ کرے، پھر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے،

پندرہ شعبان کے روزہ کا حکم

اگر چہ روزہ فرض یا واجب نہیں بلکہ نفلی ہے، مگر اس کا بڑا ثواب ہے کیونکہ صرف نفلی روزہ کا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ثواب بیان فرمایا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

(۱)...... من صام یوما فی سبیل اللّٰہ بعد اللّٰہ وجهه عن النار سبعین خریفا ،(متفق علیہ)

"جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دن کا (نفل) روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے ستر(۷۰) برس کے فاصلہ پر (دُور) کردیگا"

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

(۲)...... من صام یوما ن ابتغاء وجه اللّٰہ بعده اللّٰہ من جهنم کبعد غراب طائر و هو فرح حتی مات هرما.

(احمد، بیهقی)

"جس شخص نے صرف اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ (نفل) رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا دور کردیتا ہے جتنا کوّا بچپن سے بڑھاپے تک اڑتا رہے۔"

حدیث نمبر۲ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوّے کی مثال کیوں دی؟ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ جانوروں میں اسکی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی عمر سات سو(۷۰۰)سال تک ہوتی ہے،

بہرحال ہمارے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایک نفل روزہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے رکھے گا تو اس کی برکت سے روزہ دار اور دوزخ میں بے شمار اور بے حساب دوری ہو جائے گی، جب عام نفلی روزہ کا اتنا ثواب ہے تو جن

روزوں کا حدیث سے ثبوت ملتا ہے ان کا کتنا ثواب ہوگا، اسی سے شبِ برأت کے روزہ کے ثواب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد شب برأت کے روزہ کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا و صوموا نھارھا

(ابن ماجہ)

''جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو''۔

اس حدیث سے شعبان کی پندرہ تاریخ کے روزہ کا حکم معلوم ہوا یہ حکم استحبابی ہے۔ یعنی اگر کوئی رکھے تو ثواب، نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں،

پندرہ شعبان کے روزہ کے ثواب کا بہتر طریقہ

اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ میں بہت زیادہ روزہ رکھا کرتے تھے، اور اُمت کو بھی اس کا حکم دیا کہ چاہے تو اس مہینہ میں روزے رکھ کر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے،

اِس کی میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہے کہ اس مہینہ میں صرف پندرہ تاریخ کا ایک روزہ رکھنے کے بجائے تیرہ (۱۳)، چودہ (۱۴)، پندرہ (۱۵) ان تینوں تاریخوں کے روزے رکھے،

ان تاریخوں کے روزوں کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، یہ ایام بیض کے روزے کہلاتے ہیں، حدیث میں ہے:۔

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یفطر ایام البیض فی حضر ولا سفر (نسائی)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے سفر وحضر میں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

اے ابوذر! تو جب روزے رکھنا چاہے تو مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ (تاریخ) کے

رکھ (ترمذی، نسائی)

ہر مہینہ میں یہ تین روزے رکھنے کی ایک برکت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دل کا کھوٹ اور وسوسے دور ہو جاتے ہیں، (بزار)

اس صورت میں ایک تو سنت (ایام بیض کے روزوں) پر عمل کا ثواب ہوگا اور اسی کے ساتھ پندرہ شعبان کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

پندرہ شعبان کے بعد روزے کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اُمّت پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں ہوسکتا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینہ کی فضیلت بیان فرمائی وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کی کمزوری کا خیال کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

اذاالنتصف شعبا ن فلا تصو موا ، (مشکوٰۃ)

''جب نصف شعبان گذر جائے تو روزے نہ رکھو''۔

اس ممانعت میں یہ راز ہے کہ آدمی میں کہیں روزے رکھتے رکھتے کمزوری آ جائے اور اس کا اثر رمضان کے روزوں پر پڑے،

قبرستان اور اس کی متعلق کچھ مفید باتیں

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے (تمام) اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، مگر تین نیکیاں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے،

(۱)......صدقہ جاریہ

(۲)......وہ علم (دین) جس سے دنیا میں لوگ فائدہ اٹھائیں

(۳)......نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔

(ابوداؤد، نسائی)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے مرنے کے بعد کام آنے والی تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کوئی نیک کام کر جائے جس سے خلقِ خدا فائدہ اٹھائے، جیسے کسی نے مسافر خانہ بنوا دیا، یا ہسپتال بنوا دیا، یا کنواں بنوا دیا۔ یا مسجد بنوادی یہ سب کام صدقہ جاریہ ہے۔
باقی دونوں کام بھی ایسے ہیں، جن کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے، اور اس کو نیک وصالح بنانے کی کوشش کرے، تاکہ مرنے کے بعد اس کے کام آئے۔

کیا مُردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

یہاں ایک بات کی تشریح کر دینا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ بہت سے سخت عقیدہ رکھنے والے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جو شخص مر گیا اس کے بعد اس کو کوئی نیک کام کرنے سے فائدہ نہیں پہنچتا، اس خیال کی اصلاح شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے الفاظ میں سنئے:۔

> ''امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب میّت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یہی مذہب حق ہے، اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا کہ میّت کو اس کے مرنے کے بعد ثواب نہیں پہنچتا، یہ قطعاً باطل ہے، اور کھلی ہوئی خطا ہے، اس لئے یہ قول ہرگز قابلِ التفات نہیں''

(فضائل صدقات جلد اول بحوالہ بذل المجہود)

اِس سے معلوم ہوا کہ میّت کو ہر نیک کام کا ثواب پہنچتا ہے، لٰہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے مُردہ اعزہ واقرباء کے لئے قرآن کریم پڑھ کر یا صدقہ وغیرہ کر کے ان کو ثواب پہنچاتا رہے، اس کے بعد ہم ایصالِ ثواب کے چند طریقے بیان کرتے ہیں،

میّت کو ایصالِ ثواب کے چند طریقے

(۱)...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورت) دس مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے

تو مُردوں کی تعداد کے برابر اس پڑھنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ (دار قطنی، بحوالہ مائۃ مسائل)

(۲)...... معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مُردوں کے لئے سورۂ یسٰین پڑھا کرو (ابوداوٗد)

بعض احادیث میں ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہونے کے بعد سورۂ فاتحہ (ایک مرتبہ) اور سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اور سورۂ تکاثر (الھکم التکاثر) پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے تمام مُردوں کو بخش دے تو اُس قبرستان کے تمام مُردے اسکی شفاعت کریں گے،

(۴)...... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب تم قبرستان جایا کرو تو الحمد شریف، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا کرو، ان کا ثواب ان کو پہنچتا ہے،

(فضائلِ صدقات)

(۵)...... ایصالِ ثواب کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ اوّل تین مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے، اس کے بعد اخیر میں پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر قبرستان کے تمام مُردوں کو ثواب پہنچا دے (بہتر یہ ہے یوں نیت کرے اس کا ثواب تمام مسلمان مُردوں کو پہنچے)

(ملفوظات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ)

قبرستان میں داخلہ کے وقت کی دُعا

حدیث میں قبرستان میں داخلہ کے وقت پڑھنے کی کئی دعائیں آئی ہیں ہم یہاں صرف ایک دعا درج کرتے ہیں، یہ ایک دعا بھی کافی ہے،

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا و لکم انتم سلفنا ونحن بالاثر (ترمذی)

"اے قبروالو! تم پر سلامتی ہو، اور اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش فرمادے، تم ہم سے پہلے آگئے ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔"

زیارتِ قبور کی متعلق چند ضروری باتیں

(۱) قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے (۲) قبروں کے اوپر سے چل کر روندتا ہوا نہ جائے (۳) جب کسی قبر پر جائے تو میّت کے پاؤں کی طرف سے جائے تاکہ میّت کو اگر حق تعالیٰ آنے والے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے،

اس لئے کہ جب میّت قبر میں دائیں طرف کروٹ لیتی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے، اگر کوئی سرہانے کی طرف سے آئے تو میّت کو دیکھنے میں دقّت اور مشقت ہوتی ہے (فضائل حج)

والدین کیلئے ایصالِ ثواب کی دُعا

اسلام نے والدین کا بڑا حق بتلایا ہے، قرآن کریم نے تنبیہ کی کہ ان کو جھڑکنا اور ڈانٹنا تو بڑی بات ہے، زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو، بات کرتے وقت پورے ادب وتعظیم کا لحاظ رکھو،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب میں والدین کے نافرمان کی بخشش نہیں ہوتی، اور وہ رحمتِ خداوندی سے محروم رہتا ہے، اگر کوئی بدقسمت انسان ایسا ہو کہ اس کے والدین ناراضگی کی حالت میں انتقال کر گئے ہوں تو اولاد کا فرض یہ ہے کہ ان کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرتا رہے، ہم یہاں ایک دعا نقل کرتے ہیں:۔

الحمد لله رب العٰلمين ٥ رب السمٰوٰت والا رض رب العٰلمين ٥ وله الكبرياء في السمٰوٰت والا رض وهو العزيز الحكيم ٥ لله الحمد رب السمٰوٰت ورب الارض رب العٰلمين ٥ وله العظمة في السمٰوٰت والارض وهو العزيز الحكيم ٥ هو الملك رب السمٰوٰت والارض ورب العٰلمين ٥ وله النور في السمٰوٰت والا رض وهو العزيز الحكيم ٥

(عینی شرح بخاری، فضائلِ صدقات)

ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

مسلمانوں کو چاہئے کہ ان تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل کریں، قبرستان جا کر اپنی موت کو یاد کریں، مُردوں کو ایصالِ ثواب کریں،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کس خاموشی کے ساتھ تشریف لے گئے، لیکن آج کل ہم نے اس رات کو بھی ایک میلے اور تہوار کی شکل دیدی ہے،

قبرستان میں خوب روشنی اور چراغاں کیا جاتا ہے، بلکہ بعض مقامات پر تو گانا بجانا جیسے لہو ولعب کے کام بھی ہوتے ہیں، ہم غور کریں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے؟

جب قبرستان ایسی جگہ میں اس قسم کے لہو ولعب اور خلافِ شرع کام ہوں تو وہاں جا کر انسان کیا اپنی موت کو یاد کرے گا، اور کیا ایصالِ ثواب کرے گا،

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید ؎ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف چل کر منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا

دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کی توفیق عطا فرمائے، آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شبِ برأت کی بِدعات
اور اُن کے نقصانات

ازمفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رسمِ آتشبازی اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا نقصان،

یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت گناہ ہے بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں،

(۱)......ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا اور بے جا اسراف ہے، جو دنیا میں بھی مذموم ہونے کے علاوہ ہرقِسم کی بربادی کا دروازہ ہے، اور قرآن کریم ایسے شخص کو شیطان کا بھائی فرماتا ہے،

کہا جاتا ہے کہ صرف ہندوستان کے مختلف شہروں میں جو روپیہ مسلمانوں کا آتشبازی میں سالانہ پھونکا جاتا ہے اس کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہے،

(یہ پاکستان بننے سے پہلے کا واقعہ اور آج تو اس کی کوئی حد ہی نہیں الامان والحفیظ)

آہ! جس قوم کی اقتصادی حالت اس قدر نازک اور خطرناک ہو، اور جس کو افلاس نے دوسری قوموں کا غلام بنا رکھا ہو اس کا اتنا روپیہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسوم میں ضائع ہو تو اس کی قومی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے،

(۲)......اپنی جان کو اور اپنے بچّوں کو اور پاس پڑوس کو خطرہ میں ڈالنا ہے، ہر سال صدہا واقعات اس قِسم کے واقعات پیش آتے ہیں کہ گھر کے گھر آتشبازی سے تباہ ہو جاتے ہیں۔

(۳)......شب برأت میں بچّوں کو آتشبازی کے لیے پیسے دیئے جاتے ہیں جو بچپن ہی سے انھیں احکامِ الٰہیہ کی نافرمانی کی تعلیم اور بیہودہ رسموں کا خُوگر بنانا ہے جن کے لیے شرعی حکم تھا کہ ابتداء سے بچّوں کو علم وعمل کی تعلیم دو، اچھی عادتوں کا خوگر بناؤ، گویا (نعوذ باللہ) شرعی حکم کا پورا مقابلہ ہے،

(۴)...... یہ خرافات تو ہر جگہ اور ہر وقت بُری ہیں، لیکن شب برأت میں جبکہ رحمتِ خداوندی ہر شخص کو توبہ و استغفار کی طرف بلا رہی ہے ان واہیات کاموں میں مبتلا ہونا درحقیقت اُس کی نعمت کا ٹھکرانا ہے، (والعیاذ باللہ) اور اسی لیے اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ متبرک مقامات اور مبارک اوقات میں جس طرح نیک عمل کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح گناہ کا عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔

رسمِ حلوا

اس کو بھی ایسا لازم کرلیا گیا ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں کہ شب برأت ہی نہیں ہوتی، فرائض وواجبات کے ترک پر اتنی ندامت اور افسوس نہیں ہوتا جتنا اس کے ترک پر، اور جو شخص نہیں کرتا اس کو کنجوس و بخیل وغیرہ کے القاب دے کر شرمایا جاتا ہے جس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، ایک غیر ضروری چیز کا فرض وواجب کی طرح التزام کرنا، دوسرے فضول خرچی وغیرہ، اور اس نو ایجاد شریعت کے لیے طرح طرح کی لغو ضرورتیں تراشی جاتی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب دندانِ مبارک شہید ہوا تو آپ نے حلوا نوش فرمایا تھا، یہ اُس کی یادگار ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے تھے، اُن کی فاتحہ ہے،

اوّل تو سرے سے یہی غلط ہے کہ دندان مبارک ان دنوں میں شہید ہوا ہو، یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے ہوں، کیونکہ دونوں حادثے ماہ شوال میں واقع ہوئے ہیں، اور پھر بالفرض اگر ہوں بھی تو اس قسم کی یادگاریں بغیر کسی شرعی امر کے قائم کرنا خود بدعت اور ناجائز ہے،

اس کے علاوہ یہ عجیب طرح کی فاتحہ ہے کہ خود ہی پکایا اور خود ہی کھا گئے، یا دو چار اپنے احباب کو کھلا دیا، فقراء و مساکین جو اس کے اصلی مستحق ہیں وہ یہاں بھی دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں، بالخصوص جبکہ واجبات کی طرح التزام ہونے لگے، تو ایسی صورت میں مباح بلکہ مستحبات بھی فقہاء کے نزدیک قابلِ ترک ہو جاتے ہیں،

مسجدوں میں زیادہ چراغ جلانا،

بعض شہروں میں دستور ہے کہ اس تاریخ میں مسجدوں میں بہت زیادہ روشنی کی جاتی ہے، ضرورت سے بہت زائد چراغ جلائے جاتے ہیں، یہ بالکل کفار کے ساتھ مشابہت اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے، جو سخت ناجائز اور حرام ہے، قرآن کریم کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے والوں کو اُنہی کی مانند فرماتا ہے، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ اُنہی میں سے ہے،

علی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں زیادہ روشنی کرنا برامکہ سے شروع ہوا ہے، یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے، جب اسلام لائے تو انھوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی، تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ کو سجدہ کریں، پھر آٹھویں صدی ہجری میں ان منکرات کا ائمہ ہدیٰ نے خوب قلع قمع فرمایا، اور بلادِ مصر وشام سے ان رسوم کو مٹادیا گیا،

بعض اکابر نے اس کی وجہ سے مسجد میں اس رات کو جانا چھوڑ دیا،...... عجب نہیں کہ ہمارے زمانہ کی آتشبازی اسی کا شعبہ ہو، (ماثبت بالسنۃ)

برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لیپنا وغیرہ

بعض لوگوں نے اس رات میں گھر لیپنے اور برتن بدلنے کی عادت ڈال رکھی ہے، یہ بھی محض لغو اور بے اصل ہونے کے علاوہ ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے، جس کی حدیث وقرآن میں سخت ممانعت آئی ہے،

مسُور کی دال پکانا،

بعض لوگ اس تاریخ میں مسُور کی دال ضرور پکاتے ہیں، اِس کی ایجاد کی وجہ بھی اب تک معلوم نہیں ہوئی، اس میں بھی وہی خرابیاں موجود ہیں جو رسم، حلوا میں ذکر کی گئیں ہیں،

مسجدوں میں اجتماع اور شور وشغب

رات کو جاگنے کے لیے اگر اتفاقاً دو چار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور اپنی نماز و تلاوت میں مشغول رہے تو اس میں مضائقہ نہیں، لیکن بعض شہروں میں اس کو بھی اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کو روکنے کی ضرورت ہے، مثلاً بُلا بُلا کر اہتمام سے لوگوں کو جمع کرنا اور پھر شور وشغب اور لہو ولعب میں رات گذارنا، اس طرح اہتمام کے ساتھ مسجدوں میں اجتماع بھی نو ایجاد بدعت ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن سے زیادہ کوئی عبادت کا شوقین نہیں ہو سکتا کبھی اس طرح جمع نہیں ہوتے تھے، اور پھر اس اجتماع کی وجہ سے جو شور وشغب مسجدوں میں ہوتا ہے وہ دوسرا گناہ ہے فرشتے ایسے لوگوں کے لیے بددُعا کرتے ہیں جو مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں یا شور مچائیں، اس کے علاوہ عالمگیر غفلت اور جہالت کی وجہ سے اور بہت سی باتیں آدابِ مسجد کے خلاف اور ملائکۃ اللہ کی ایذاء کا باعث ہو کر بجائے نفع کے نقصان وخسران کا سبب بن جاتی ہیں (نعوذ باللہ منہ)

تنبیہ

اس ساری گذارش کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اُن اُخروی نمائشوں کو غنیمت سمجھ کر اُن سے نفع اٹھائیں، اور اس مبارک رات میں اعمالِ مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سونے کا سامان کرلیں۔

باش بیدار و دل شبہا در لحد چشمِ خواب اگر داری

اور سمجھ لیں کہ یہ راتیں ہمیشہ میسّر نہ ہوں گی۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
پھر پڑا سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

اور اگر یہ کچھ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو ان گناہوں سے تو بچالیں جو اس مبارک رات میں ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں۔

اللّٰھم لا تجعلنا من الذ ین حبطت اعما لھم فی الحیو ۃ الد نیا وھم یحسبو ن انھم یحسنو ن صنعا، وللہ الحمد من قبل من بعد

العبد الضعیف محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ

ووفقہ لما یحب ویرضاہ

(ماخذ رسالہ ''شب برأت'' از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

☆............☆............☆............☆............☆............☆

''ماہ شعبان المعظم واقعات وحادثات کے آئینہ میں''

نمبر شمار	واقعات وحادثات	شعبان المعظم	مطابق
۱	تحویل قبلہ بوقت نماز ظہر	۱۵/۲ھ	۱۱/فروری ۶۲۴ء
۲	رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت آخری عشرہ میں	۲ھ	۲۰/فروری ۶۲۴ء
۳	نکاح ام المؤمنین حضرت حفصہؓ ہمراہ نبی پاک	۳ھ	جنوری ۶۲۵ء
۴	غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع	۳/۵ھ	۲۸/دسمبر ۶۲۶ء
۵	تیمم کے حکم کا با قاعدہ نزول	۳/۵ھ	۲۸/دسمبر ۶۲۶ء
۶	نکاح ام المؤمنین حضرت جویریہؓ	۳/۵ھ	۲۸/دسمبر ۶۲۶ء
۷	سریہ دومۃ الجندل	۶ھ	دسمبر ۶۲۷ء
۸	مسجد ضرار کو نذر آتش کیا گیا۔	آخر شعبان ۹ھ	دسمبر ۶۳۰ء
۹	وفد خولان کی آمد اور قبول اسلام	۱۰ھ	نومبر ۶۳۱ء
۱۰	مسیلمہ کذاب کا قتل	۱۲ھ	اکتوبر ۶۳۱ء
۱۱	وفات حضرت قتادہ ابن نعمانؓ	۲۳ھ	جون ۶۴۴ء
۱۲	پہلا رفاہی ہسپتال حضرت معاویہؓ نے قائم فرمایا	۴۹ھ	ستمبر ۶۶۹ء
۱۳	وفات حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ	۵۰ھ	اگست ۶۷۰ء
۱۴	وفات حضرت ثوبانؓ	۵۴ھ	جولائی ۶۷۴ء
۱۵	وفات حضرت عرباض ابن ساریہ اسلمیؓ	۷۵ھ	نومبر ۶۹۴ء
۱۶	وفات حضرت انسؓ خادم خاص حضرت رسول مقبول ﷺ	۹۳ھ	مئی ۷۱۲ء
۱۷	وفات حضرت حسن بصریؒ	۱۱۰ھ	نومبر ۷۲۸ء
۱۸	ابو مسلم خراسانی کا قتل	۱۳۸ھ	جنوری ۷۵۶ء
۱۹	وفات حضرت سفیان ثوریؒ	۱۶۱ھ	مئی ۷۷۸ء
۲۰	وفات امام محمد ابن حسن شیبانیؒ	۲۲/۱۸۹ھ	جولائی ۸۰۵ء
۲۱	محمود غزنوی نے سومنات توڑا	۲۲/۴۱۶ھ	ستمبر ۱۰۲۵ء
۲۲	وفات علامہ ابن حزم ظاہریؒ	۲۷/۴۵۶ھ	۱۰۶۴ء

نمبر	واقعہ	ہجری	عیسوی
۲۳	سلطان شہاب الدّین غوری نے سندھ پر قبضہ کیا	۵۷۱ھ	فروری ۱۱۷۶ء
۲۴	وفات سلطان شہاب الدین غوری	۳/۶۰۲ھ	مارچ ۱۲۰۶ء
۲۵	وفات میر جعفر بنگالی	۳/۱۱۷۸ھ	جنوری ۱۷۶۵ء
۲۶	وفات علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی	۲۳/۱۲۷۰ھ	اپریل ۱۸۵۴ء
۲۷	وفات مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ	۲۳/۱۲۶۲ھ	اگست ۱۹۴۳ء
۲۸	وفات مولانا ابوالکلام آزادؒ	۲۳/۱۳۷۷ھ	۲۱/فروری ۱۹۵۸ء
۲۹	وفات خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی	۹/۱۳۸۶ھ	۲۳/نومبر ۱۹۶۶ء
۳۰	وفات حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ثم ملتانیؒ	۲۰/۱۳۹۰ھ	۲۲/اکتوبر ۱۹۷۰ء
۳۱	پاکستان میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا	۱۹/۱۳۹۴ھ	۷/ستمبر ۱۹۷۴ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نواں مہینہ
رمضان المبارک
فضائل واحکام کے آئینہ میں

نواں مہینہ رمضان المبارک

رمضان، اسلامی سال کا نواں قمری مہینہ ہے۔اس میں ر۔م اور ض، تینوں مفتوح اور الف ساکن پڑھا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ مذکر ہے اور ''رمضؔ'' سے مشتق ہے۔

اس کے لغوی معنی جلنے اور جلانے کے ہیں۔علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

''رمضان من شدت الرمضاء وھو الحر یقال رمضت الفصال اذا عطشت''

یعنی رمضان گرمی کی شدّت سے ماخوذ ہے مقولہ ہے کہ اونٹ پیاس کی شدت سے جل گئے۔''

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ رمضان رَمِضَ کا مصدر ہے۔مگر شہر کی اس کی طرف اضافت کر کے اس کو علم بنالیا گیا اور بناء بر علمیت والف ونون، یہ غیر منصرف ہوا۔

انوار التنزیل میں ہے کہ اس ماہ کو رمضان سے اس لیے موسوم کر دیا گیا کہ:

☆ اس میں لوگ بھوک اور پیاس کی سوزش سے بصورت روزہ جلتے ہیں۔

☆ یا اس لیے کہ اس کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی بدولت گناہوں کو جلا دیا جاتا ہے۔

☆ اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں نے جب قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کیے ہوں گے تو اس وقت یہ مہینہ گرمی کے زمانہ میں واقع ہوا ہوگا۔

بہر حال یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل اور برتر مہینہ ہے۔اور اس کی ایک رات ''لیلۃ القدر'' ہزار مہینے سے بہتر اور برتر ہے۔اور ایک فرض روزہ عمر بھر روزے رکھنے سے افضل ہے۔

☆ یہی مہینہ ہے جس کی یکم تاریخ کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

☆ اسی مہینہ کی تین تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر صحائف نازل ہوئے۔

☆ اور چھ تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر تورات نازل ہوئی۔

☆ اٹھارہ تاریخ کو حضرت داؤدعلیہ السلام پر زبور اُتری۔

☆ تیرہ تاریخ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل سے سرفراز فرمائے گئے۔

☆ ۲۷/ رمضان کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا قرآن نازل ہوا۔

☆ دس رمضان کو مکہ فتح ہوا۔

☆ ۱۷۔ رمضان کو جنگِ بدر ہوئی۔

☆ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس کا اوّل رحمت ہے اور اوسط مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے برأت کا ہے۔

☆ ابوالخیر طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خطائرالقدس میں اس ماہ کے ساٹھ نام ذکر کیے ہیں۔ اور حضرت مجاہد کا قول ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بہرحال یہ ساری چیزیں اس ماہ کے شرف اور بزرگی کی شاہد عدل ہیں ابھی آپ ملاحظہ فرمائینگے آگے انشاءاللہ العزیز واقعات وحادثات ماہ رمضان المبارک ازیکم سنہ ہجری تا ایں سنہ ہجری، بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ۔

روزہ گناہوں سے پاکی کا ذریعہ

فخر رسل جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے اوّل سے آخر تک رمضان مبارک کے روزے رکھے وہ اپنے تمام پچھلے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوگیا جیسا کہ بچہ اپنی پیدائش کے وقت معصوم و بے گناہ ہوتا ہے (مصابیح)

روزے فرض کیے گئے

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون . ایاما معدودات .

اے ایمان والو: ماہ رمضان کے روزے تم پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ اور یہ گنے ہوے چند دن ہیں۔

نسائی شریف کی روایت میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! بڑا برکت کا مہینہ آیا جس کے روزے اللہ پاک نے تم پر فرض کیے اور اے میری امت اس

مبارک مہینے میں تمہارے لیے دوزخ کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور شیاطین وسرکش جنات بند کیے جاتے ہیں نیز اس مبارک مہینے میں ایک رات ایسی آتی ہے، جو پورے ایک ہزار مہینے کی راتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

دنیا میں جب آتا ہے مہینہ رمضان کا ۔۔۔ کیا نعمتیں لاتا ہے مہینہ رمضان کا
روزہ ہے تراویح وافطاری وسحری ۔۔۔ کیا لطف دکھاتا ہے مہینہ رمضان کا
فردوس بریں اور کہیں مرضی مولا! ۔۔۔ مولا سے دلاتا ہے مہینہ رمضان کا
دریائے نجات اس کو جو کہیئے تو بجا ہے ۔۔۔ عصیان کو بہاتا ہے مہینہ رمضان کا
اولے ہیں کہیں میوئے میں شربت کہیں ٹھنڈا ۔۔۔ کیا خوان سجاتا ہے مہینہ رمضان کا
کیا نور بھری راتیں کیا نور بھرا دن! ۔۔۔ کیا نور دکھاتا ہے مہینہ رمضان کا
ہر چیز میں رحمت ہے ہر اک شے میں ہے برکت ۔۔۔ جو مانگو دلاتا ہے مہینہ رمضان کا
خاموشی ہے تسبیح تو سونا ہے عبادت ۔۔۔ کیا رتبے بڑھاتا ہے مہینہ رمضان کا

ہمارا شفیع

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ روحی فداہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! ماہ صیام اور قرآن مجید قیامت کے روز لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ چنانچہ ماہِ صیام عرض کرے گا۔ خداوندا میں نے فلاں شخص کو روزے کی حالت میں اس کی تمام رغبتوں کی چیزوں سے روکا۔ کھانے پینے سے باز رکھا۔ مرد عورت کی نزدیکی سے بچایا۔ پس ایسے مطیع وفرماں بردار کے حق میں میری شفاعت منظور فرما اور اسے بخش دے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ روزے کی یہ زبردست شفاعت درگاہ خداوندی میں قبول ہوگی۔ اور وہ بخشا جائے گا۔ (بیہقی)

اے شفیع مذنبین صد مرحبا ۔۔۔ اے شفیع مومنین صد مرحبا
مرحبا صد مرحبا ماہ صیام ۔۔۔ تونے کی کیا رحمت رحمٰن عام
مومنوں کی جب شفاعت تو کرے ۔۔۔ کیوں نہ مؤمن تجھ کو سینے میں دھرے
عرصہ محشر میں کام آئے گا تو ۔۔۔ عرش کے سایہ میں بٹھلائے گا تو

کیا شفاعت زور کی ہوگی تری — جائیں گے جنت میں لاکھوں دوزخی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ایمان والو جس نے اعتقاد ایمانی اور خلوص اسلامی کے ساتھ طلب ثواب کے لیے ماہ صیام کے روزے رکھے اور ساتھ اس کے کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت بھی اس کی نہ ہوئی تو یقیناً سمجھ لو کہ اس کے سارے گناہ بخشے گئے اور جو کوئی ماہ صیام کی راتوں میں تراویح یا تلاوت قرآن کے لئے کھڑا ہوا جس میں اس کی نیت محض طلب ثواب ہے۔ سمجھ لو کہ یقیناً اس کے گناہ معاف ہو گئے اور جو کوئی شب قدر میں عبادت الٰہی کے لیے کھڑا ہو جس میں اس کی نیت محض رضائے الٰہی ہے یقیناً جان لو کہ اس کی تمام عمر کے گناہ بخشے گئے اور وہ پاک وصاف ہو گئے۔ (بخاری ومسلم)

شاد ہو جاؤ کہ رحمت کا مہینہ آ گیا! — مؤمنو! مولا کی الفت کا مہینہ آ گیا

اب گناہ بہتے ہوئے آنکھوں نظر آجائیں گے — رحمتِ باران رحمت کا مہینہ آ گیا

دوزخی دنیا میں اب شائد ہی رہ جائے کوئی — جب کہ گھر بیٹھے یہ جنت کا مہینہ آ گیا

ظاہری اعزاز کیا ان پر برستا ہے پڑا: — روزہ داروں کی یہ عزت کا مہینہ آ گیا

روزہ داروں پر ہے رحمت کی تجلی رات دن — اس کی بس نظر عنایت کا مہینہ آ گیا

نیکیاں ہی نیکیاں ہر سمت آتی ہیں نظر — نفس اور شیطان سے فرصت کا مہینہ آ گیا

اب تو ہم دل کھول کر اللہ کے بندے بنیں — اب تو مولا کی عبادت کا مہینہ آ گیا

نعمتیں جتنی ہیں سب تیرے لیے اے روزہ دار — تجھ یہ اے مسلم یہ نعمت کا مہینہ آ گیا

بندہ اسحاق کے دل سے کوئی پوچھے اسے
کس قدر تسکین وراحت کا مہینہ آ گیا

شب قدر

اولہ رحمة واوسطہ مغفرة واخرہ عتق من النار

یعنی سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے اوّل دس روزہ رحمت کے ہیں اور درمیانی دس روز مغفرت کے ہیں اور آخری دس روز دوزخ

سے آزاد ہونے کے ہیں:

پس سارا مہینہ مسلمان کے لیے سراسر نجات اور مغفرت سے لبریز ہے۔

شب قدر کے نازل ہونے کی بڑی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم بنی اسرائیل کے ان چار شخصوں کا ذکر کیا جو اسّی اسّی برس یادالٰہی میں مصروف رہے۔ اور ان سے کبھی کوئی بھول چوک یا گناہ سرزد نہیں ہوا بلکہ کسی گناہ کی طرف ان کا خیال بھی نہیں گیا۔ ان مبارک نفوس کا یہ قابل رشک تذکرہ سن کر صحابۂ کرام نے سخت تعجب کیا اور اپنی کمی عبادت اور مختصر سی اطاعت پر مایوس ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افسوس ہم اس مرتبہ سے بہت گرے ہوئے ہیں۔ اور ہم کیا ایسے ہو سکتے ہیں۔ صحابہ مایوسانہ باتیں کر رہے تھے اتنے میں سدرۃ المنتہی سے حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور ساتھ اپنے کیا لائے سورۂ انا انزلناہ الخ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید آسمان دنیا پر شب قدر میں نازل فرمایا اے نبی تم سمجھتے ہو کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ خبردار ہو جاؤ کہ شب قدر ایک ہزار مہینے کی راتوں سے افضل اور بہتر ہے، اس رات کو جبریل اور دیگر ملائکہ خدا کے حکم سے امر خیر کو لے کر زمین پر نازل ہوتے ہیں وہ رات سراپا سلامتی ہے اور صبح صادق تک وہ وہیں رہتے ہیں۔

جب خود اللہ تعالیٰ اس مبارک رات کی نسبت فرماتا ہے۔

لیلة القدر خیر من الف شهر .

شب قدر ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل و بہتر ہے۔ اب اگر ہم حساب لگاتے ہیں تو ہزار مہینوں کے تراسی برس چار مہینے ہوتے ہیں جن کے تیس ہزار دن اور تیس ہزار راتیں ہوئیں اللہ اللہ اس سے زیادہ افضال الٰہی کیا ہوں گے کہ ایک رات عبادت کیجئے اور تیس ہزار راتوں کی عبادت کا ثواب نامہ اعمال میں لکھوائیے:

خدا کا فضل و رحمت ہے شب قدر
پسند ایک ایک ساعت ہے شب قدر

معاصی دھل گئے عصیان بھروں کے
یقینی ابر رحمت ہے شب قدر

☆............☆............☆............☆............☆............☆
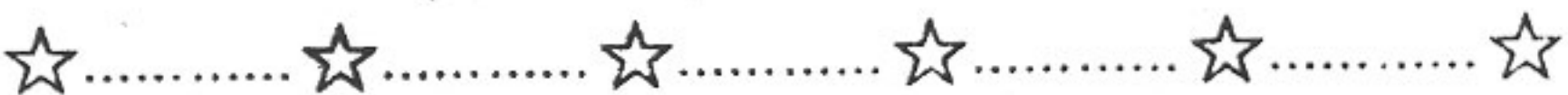
الوداع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رمضان المبارک کی آخر رات ہوتی تو آسمانوں کے فرشتے روتے ہیں یہاں تک کہ زمین وآسمان امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق ماہ صیام یا رحمت کے ایّام نکل جانے پر آنسو بہاتے ہیں۔ آپ یہ سُن کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان اور نثار ہوں اور آسمانوں کے فرشتے کیوں روتے ہیں اور زمین وآسمان کیوں آنسو بہاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے روتے ہیں کہ وہ مہینہ جس میں ہر ایک کی دعا قبول ہوتی تھی۔ رخصت ہوتا ہے نیز اس لیے روتے ہیں کہ ایک ایک نیکی دس دس نیکیوں کا نہیں بلکہ لاکھ لاکھ نیکیوں کا ثواب نامۂ اعمال میں لکھواتی تھی وہ مہینہ رخصت ہوتا ہے اور اس لیے روتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو دوزخ سے آزادی مل رہی تھی وہ مہینہ رخصت ہوتا ہے اور اس لیے روتے ہیں کہ ہر روز شام کے وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نظر رحمت سے دیکھتا تھا وہ مہینہ رخصت کا ہوتا ہے۔ اور اس لیے روتے ہیں کہ عصر کے بعد سے روزہ کھولنے تک کراماً کاتبین کو یہ حکم تھا۔ کہ روزہ داروں کی نیکیاں ہی نیکیاں لکھو۔ گناہ ایک نہ لکھو نیز مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر ساعت میں چھ لاکھ دوزخیوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور شب قدر میں اپنی مخلوق بخشتا ہے کہ جتنی ماہ صیام میں بخشی گئی تھی۔ اور رمضان کی آخر رات کو اتنے بخشے جاتے ہیں کہ تمام ماہ رمضان اور تمام جمعہ کے ایّام اور لیلۃ القدر میں بخشے گئے تھے ان سے دس حصے زیادہ لوگ بخشے جاتے ہیں:

مؤمنو کیسے چلے رحمت کے دن اب ہوئے رخصت گئے رحمت کے دن
جتنے مجرم تھے سبھی بخشے گئے ہائے کیسے مغفرت کے دن چلے
ہو چلا پیارا مہینہ الوداع

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ماہ رمضان المبارک واقعات وحادثات کے آئینہ میں

نمبر شمار	واقعات وحادثات	رمضان المبارک	مطابق
۱	آغاز نزول قرآن	۱۸/ ۱سنہ نبوی	۱۴/اگست ۶۱۰سنہ ء
۲	ابتدائی طور پر دو نمازوں کی فرضیت	۱۸/ ۱سنہ نبوی	۱۴/اگست ۶۱۰سنہ ء
۳	خفیہ دعوت اسلام آغاز	۱۸/ ۱سنہ نبوی	۱۴/اگست ۶۱۰سنہ ء
۴	وفات خواجہ ابو طالب	۱۰سنہ نبوی	جنوری ۶۱۹سنہ ء
۵	وفات ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	۱۰سنہ نبوی	جنوری ۶۱۹سنہ ء
۶	نکاح ام المؤمنین حضرت سودہؓ	۱۰سنہ نبوی	فروری ۶۱۹سنہ ء
۷	سریہ سیف البحر	۱سنہ ھ	مارچ ۶۲۳سنہ ء
۸	ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ الی المدینہ	۱سنہ ھ	مارچ ۶۲۳سنہ ء
۹	غزوۂ بدر بروز جمعۃ المبارک	۱۷/۲سنہ ھ	مارچ ۶۲۴سنہ ء
۱۰	وفات حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم	۲سنہ ھ	مارچ ۶۲۴سنہ ء
۱۱	وجوب صدقۃ الفطر ونماز عید الفطر	۲۸/ ۲سنہ ھ	۲۴/ مارچ ۶۲۴سنہ ء
۱۲	فتح مکہ	۱۰/ ۸سنہ ھ	جنوری ۶۳۰سنہ ء
۱۳	سریہ حضرت خالد ابن ولیدؓ	۲۵/ ۸سنہ ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰سنہ ء
۱۴	سریہ حضرت عمرو ابن العاصؓ	۲۵/ ۸سنہ ھ	۱۶ جنوری ۶۳۰سنہ ء
۱۵	سریہ سعد ابن زید اشہلیؓ	۲۶/ ۸سنہ ھ	۱۶/ جنوری ۶۳۰سنہ ء
۱۶	وفد ثقیف کا قبول اسلام	۹سنہ ھ	دسمبر ۶۳۰سنہ ء
۱۷	حرمت سود نزول آیت ربوا	۹سنہ ھ	دسمبر ۶۳۰سنہ ء
۱۸	وفد عبد القیس کا قبول اسلام	۹سنہ ھ	جنوری ۶۳۱سنہ ء
۱۹	وفد بنی فزارہ کا قبول اسلام	۹سنہ ھ	جنوری ۶۳۱سنہ ء
۲۰	وفد بنی مُرہ کا قبول اسلام	۹سنہ ھ	دسمبر ۶۳۱سنہ ء
۲۱	وفد غسان کا قبول اسلام	۱۰سنہ ھ	دسمبر ۶۳۱سنہ ء
۲۲	وفات حضرت فاطمۃ الزہرا خاتون جنت	۱۱سنہ ھ	دسمبر ۶۳۲سنہ ء
۲۳	وفات حضرت ام ایمنؓ	۱۱سنہ ھ	نومبر ۶۳۲سنہ ء

۲۴	وفات حضرت سہل ابن عمروؓ	۱۸ھ	ستمبر ۶۳۹ء
۲۵	وفات ابی ابن کعبؓ	۱۹ھ	اگست ۶۴۰ء
۲۶	وفات حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ	۹/۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۷	وفات حضرت عباسؓ	۹/۳۲ھ	اپریل ۶۵۳ء
۲۸	وفات حضرت مقداد ابن الاسودؓ	۳۳ھ	مارچ ۶۵۴ء
۲۹	شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۰	خلافت حضرت حسن ابن علیؓ	۴۰ھ	جنوری ۶۶۱ء
۳۱	وفات حضرت حسان ابن ثابتؓ	۵۴ھ	اگست ۶۷۴ء
۳۲	وفات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	۱۷/۵۷ھ	جولائی ۶۷۷ء
۳۳	وفات حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین	۱۷/۵۹ھ	جون ۶۷۹ء
۳۴	وفات حضرت رابعہ بصریؒ	۱۳۵ھ	۷۵۳ء
۳۵	وفات اسحاق ابن راہویہؒ	۱۵/۲۳۸ھ	جولائی ۸۵۲ء
۳۶	وفات امام بخاریؒ مصنف بخاری شریف	۳۰/۲۵۶ھ	اگست ۸۷۰ء
۳۷	وفات امام ابن ماجہ قزوینیؒ	۲۷۳ھ	جنوری ۸۸۷ء
۳۸	وفات امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ صاحب سنن	۲۷۹ھ	نومبر ۸۹۲ء
۳۹	جامعہ ازہر قاہرہ کا افتتاح	۷/۳۶۱ھ	۲۳/ جون ۹۷۲ء
۴۰	وفات ابوداؤد اندلسیؒ	۴۹۶ھ	جون ۱۱۰۳ء
۴۱	وفات حضرت بُوعلی قلندر پانی پتیؒ	۷۲۴ھ	اگست ۱۳۲۴ء
۴۲	وفات امیر خسرو دہلوی	۷۲۵ھ	اگست ۱۳۲۵ء
۴۳	وفات علامہ ابن خلدون مورخ	۸۰۸ھ	فروری ۱۴۰۶ء
۴۴	وفات حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی	۱۳۳۰ھ	اگست ۱۹۱۲ء
۴۵	وفات شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری	۱۳۸۱ھ	فروری ۱۹۶۲ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دسواں مہینہ
شوال المکرّم
فضائل واحکام کے آئینہ میں
www.e-iqra.info

دسواں مہینہ شوال المکرّم

اسلامی دسواں مہینہ کا نام شوال مکرم ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شوال بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونٹنی کا دم اٹھانا ہے۔ اس مہینہ میں بھی عرب لوگ سیر وسیاحت اور شکار کھیلنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے۔ اس لئے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

شوال، اسلامی سال کا دسواں قمری مہینہ ہے۔ اس میں شؔ مفتوح اور واؔو مشدّد ہے۔ علاوہ ازیں یہ مذکر ہے اور عرفِ عام میں اس کو عید کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی بلند کرنا، متفرق ہونا اور خشک ہونا وغیرہ کے ہیں۔

مگر علامہ علم الدین سخاوی فرماتے ہیں کہ ماہ شوال خصوصیت کے ساتھ ''شالت الابل'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی اونٹوں کے مستی سے دُم اٹھانے کے ہیں۔

"شوال من شالت الابل باذنابها للطراق"

چونکہ اونٹنیاں اِن دنوں میں مستی سے نروں کی تلاش میں دُم اٹھائے پھرا کرتی تھیں اس مناسبت سے ان دنوں کو ماہِ شوال کے دنوں سے موسوم کر دیا گیا۔ گو عربوں کا شکار کے لیے اپنے گھروں کو خالی چھوڑ کر باہر چلے جانا اور جنگلوں اور شکار گاہوں میں متفرق ہو جانا نیز ان کی اونٹنیوں کا دُودھ خشک ہو جانا بھی اتفاق سے انہی ایاّم میں واقع ہوا کرتا تھا۔ بہرحال ان متعدّد وجوہ کی بناء پر عرب اس مہینے کو شوال کے مہینے سے موسوم کرتے تھے۔

مگر حدیث میں شوال کو ''شالت الذنوب'' سے ماخوذ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے ''اما سمی شوالًا لان فیه شالت ذنوب المؤمنین.

یعنی اس مہینہ کا نام شوال اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں مؤمنوں کے گناہ اٹھائے جاتے ہیں یعنی معاف کیے جاتے ہیں۔ اور یہ معافی کچھ بوجہ رمضان کے روزوں کے اور کچھ بوجہ صدقۃ الفطر اور نمازِ عید الفطر کے ہوتی ہے۔

بناء بریں یہ مہینہ بڑا ہی مبارک اور محترم ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اُم المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے جملہ مہتم بالشان اُمور کا آغاز اسی مہینہ سے فرمایا کرتی تھیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی ماہ شوال میں ہوا اور رُخصتی بھی ماہ شوال میں۔

☆......ایک روایت میں آتا ہے کہ شوال سال جنت کا مبداء ہے شاید اسی وجہ سے علماء نے اس کو تعلیمی سال کا مبداء بھی قرار دے لیا ہے۔

غرۂ شوال سال جنت است — زیں سبب ایں مبداء تعلیم گشت
درحدیث مصطفیٰ آمد چنیں — بیہقی تخریج کردہ نجم دیں

☆......اسی ماہ کی یکم تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جو اسلام میں خوشی کی سب سے بڑی تقریب قرار دی گئی ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان لکل قوم عیدٌ وھذا عیدنا۔

☆......حضرت وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اسی روز جنت کی تخلیق ہوئی، اور اسی روز اس میں طوبیٰ کا درخت کاشت کیا گیا۔

☆......اور اسی روز حضرت جبریل امین وحی لانے کے لئے منتخب ہوئے۔

ایسے اور بے شمار فضائل ومناقب اس مہینہ کے منقول ہیں جن کو طوالت کے پیشِ نظر ذکر نہیں کیا جا رہا۔ تاہم مجمل طور پر اس مہینہ میں ہونے والے واقعات وحادثات کا ذکر آگے آرہا ہے، انشاءاللہ العزیز

شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر

اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔ جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔ اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔ اور اسی روز اللہ تبارک وتعالیٰ نے درخت طوبیٰ پیدا کیا۔ اور اسی دن کو اللہ عزوجل سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو وحی کے لئے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸)

اوراسی مہینہ کی چوتھی تاریخ کو سیّد العالمین رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نجران کے نصرانیوں کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلے تھے۔اوراسی ماہ کی سترہویں تاریخ کو اُحد کی لڑائی شروع ہوئی۔جس میں سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے۔اوراسی ماہ کی پچیس تاریخ سے آخر ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لئے منحوس دن تھے جن میں اللہ جل شانہ نے قوم عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔

(عجائب المخلومات ص ۴۶)

شوال کی فضیلت

یہ مبارک مہینہ وہ ہے کہ جوحج کے مہینوں کا پہلا مہینہ ہے اسے شہر الفطر بھی کہتے ہیں۔اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔جیساکہ حدیث شریف میں ہے۔

اذا کا ن یو م عید ھم یعنی یو م فطر ھم با ھی بھم ملائکتہ فقال ماجز اء اجیر وفی علما قا لو ار بنا جز اء ان یوفی اجر ہ قال ملا ئکتی عبید ی و امائی قضوا فر یضتی علیھم ثم خر جو ا یعجو ن الی الدعا ء و عز تی و جلا لی وکر می و علو ی وار تفا ع مکا نی لاجیبنھم فیقول ار جعوا قد عفرت لکم و بد لت سیا تکم حسنا ت قا ل فیر جعو ن مغفو را لھم . ر واہ البیھقی فی شعب الا یما ن

(مشکوٰ ۃ ص ۱۸۳)

جب عید کا دن آتا ہے یعنی عید الفطر کا دن۔تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔پس فرماتا ہے کہ اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جس نے اپنا کام پورا کیا ہو۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور باندیوں نے میرے اس فریضہ کو جو ان کے ذمہ لازم آتا تھا۔ادا کر دیا ہے۔پھر وہ

(عیدگاہ کی طرف) نکلے دعا کے لئے پکارتے ہوئے۔اور مجھے اپنی عزت وجلال اور کرم اور بلندی اور بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا۔ پس فرماتا ہے اے میرے بندوں لوٹ جاؤ میں نے تمھیں بخش دیا۔ اور تمہاری بدیاں نیکیوں سے بدل دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔

عیدالفطر کے کام

عید کے روز یہ کام مستحب ہیں۔

(۱)......حجامت بنوانا۔

(۲)......ناخن ترشوانا

(۳)......غسل کرنا

(۴)......مسواک کرنا

(۵)......اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو نیا ورنہ دھلا ہوا ہو

(۶)......انگوٹھی پہننا

(۷)......خوشبو لگانا

(۸)......صبح کی نماز محلّہ کی مسجد میں ادا کرنا

(۹)......عیدگاہ میں جلدی جانا

(۱۰)......نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا جو سوا دو سیر گندم ہے

(۱۱)......عیدگاہ کو پیدل جانا

(۱۲)......دوسرے راستہ سے واپس آنا

(۱۳)......نماز عید کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھالینا۔ تین یا پانچ یا سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں۔ کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے۔ نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا۔ مگر عشاء تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائے گا۔ (عامہ کتب)

سیدّ نا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل تمرات ویا کلھن وترا

رواہ البخاری (مشکوۃ ص ۱۲۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم عیدگاہ کی طرف نہیں جاتے تھے عید الفطر کے روز یہاں تک کہ کچھ کھجوریں تناول فرماتے۔ اور طاق کھجوریں کھایا کرتے تھے۔

(۱۴)......خوشی ظاہر کرنا

(۱۵)......کثرت سے صدقہ دینا

(۱۶)......عیدگاہ کو اطمینان ووقار اور نیچی نگاہ کئے جانا

(۱۷)......آپس میں مبارک دینا مستحب ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

مسئلہ

نماز عید سے پہلے نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عیدگاہ میں ہو یا گھر میں خواہ اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ ہو۔

یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نمازِ عید ہو جانے کے بعد پڑھے۔ اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے۔

(درمختار)

شوال کے چھ روزے

شوال میں چھ دن روزے رکھنا بڑا ثواب ہے جس مسلمان نے رمضان مبارک اور چھ دن شوال کے روزے رکھے تو اس نے گویا سارے سال کے روزے رکھے۔ یعنی پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے ارشادِ مبارک فرمایا کہ۔

من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر۔رواہ البخاری ومسلم (مشکوٰۃ ص ۱۷۹)

جس آدمی نے رمضان شریف کے روزے رکھے۔اور پھر ان کے ساتھ چھ روزے شوال کے ملائے تو اس نے گویا تمام عمر روزے رکھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

”ماہ شوال المکرّم واقعات وحادثات کے آئینہ میں“

نمبر شمار	واقعات وحادثات	شوال المکرّم	مطابق
۱	نکاح ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	شوال ۱۰ نبوی	فروری ۶۱۹ء
۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف	۲۷/۱۰ نبوی	مارچ
۴	رخصتی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	۱ھ	اپریل ۶۲۳ء
۵	زکوٰۃ کی باقاعدہ وصولی	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۶	غزوہ بنی قینقاع	۲ھ	۲ مارچ ۶۲۴ء
۷	غزوہ احد	۶/۳ھ	۲۲ مارچ ۶۲۵ء
۸	غزوہ حمراء الاسد	۸/۳ھ	۲۴ مارچ ۶۲۵ء
۹	نکاح حضرت زینب بنت خزیمہ ہمراہ آنحضرت ﷺ	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۱۰	غزوہ طائف	۱۰/۸ھ	فروری ۶۳۰ء
۱۱	وفد نجیب کی آمد	۱۰ھ	جنوری ۶۳۲ء
۱۲	وفات حضرت ابوقحافہؓ	۱۴ھ	نومبر ۶۳۵ء
۱۳	جنگ قادسیہ	۱۵ھ	نومبر ۶۳۶ء
۱۴	فتح بیت المقدس	۱۶ھ	اکتوبر ۶۳۷ء
۱۵	نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؓ ہمراہ حضرت عمرؓ	۱۷ھ	اکتوبر ۶۳۸ء
۱۶	وفات حضرت حذیفہؓ	۳۶ھ	مارچ ۶۵۷ء
۱۷	وفات صہیب رومیؓ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۱۸	وفات عمرو ابن العاصؓ	۴۳ھ	جنوری ۶۶۴ء
۱۹	وفات حضرت ام المؤمنین سودہؓ	۵۴ھ	ستمبر ۶۷۴ء
۲۰	وفات حضرت زین العابدینؒ	۹۴ھ	جون ۷۱۳ء
۲۱	وفات امام ابن سیرینؒ	۱۰۵ھ	مارچ ۷۲۴ء
۲۲	وفات الفراء النحوی	۲۰۷ھ	فروری ۸۲۳ء
۲۳	وفات امام محمد ابن اسماعیل البخاریؒ	۲۵۶ھ	ستمبر ۸۷۰ء

۲۴	وفات حضرت بایزید بسطامیؒ	۱۶/ا/۲۶۱ھ	جولائی ۸۷۵ء
۲۵	وفات امام ابوداود سجستانیؒ	۲۷۵ھ	فروری ۸۸۹ء
۲۶	وفات حضرت جنید بغدادیؒ	۲۹۸ھ	جون ۹۱۰ء
۲۷	حجر اسود کعبہ میں واپس لایا گیا	۳۳۹ھ	مارچ ۹۵۱ء
۲۸	وفات امام فخر الدین الرازی صاحبِ تفسیر کبیر	۶۰۶ھ	۱۲۱۰ء
۲۹	وفات شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ	۷/۱۲۳۹ھ	مئی ۱۸۲۴ء
۳۰	وفات محافظ ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ	۱۷/۱۳۹۵ھ	۲۴/اکتوبر ۱۹۷۵ء
۳۱	وفات فقیہ العصر مولانا مفتی محمد شفیعؒ دیوبندی	۱۱/۱۳۹۶ھ	۲۴/اکتوبر ۱۹۷۶ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گیارہواں مہینہ
ذوالقعدہ
فضائل واحکام کے آئینہ میں

گیارہواں مہینہ ذوالقعدہ

سال کا گیارہواں اسلامی مہینہ ذوالقعدہ ہے۔ یہ پہلا مہینہ ہے جس میں جنگ وقتال حرام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ قعود سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں۔ اور اس مہینہ میں بھی عرب لوگ جنگ وقتال سے بیٹھ جاتے تھے۔ یعنی جنگ سے باز رہتے تھے۔ اس لئے اس کا نام ذوالقعدہ رکھا گیا۔

اس میں ذال مکسور، ی معروف۔ ق مفتوح اور ع ساکن ہے۔

علاوہ ازیں یہ مذکر ہے اور اس کو ذی القعدہ بھی پڑھتے ہیں۔ اس کے لغوی معنیٰ بیٹھنے کے ہیں...... چونکہ عرب اس مہینہ میں اس کے حرمت والا مہینہ ہونے کی وجہ سے اپنے تمام تنازعات اور مناقشات ختم کر کے اپنے گھروں میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس لیے اس کو "ذی قعد" کہہ دیا گیا۔

علامہ علم الدین سخاویؒ فرماتے ہیں کہ

"ذی قعد ...... لعقودھم فیہ عن القتال والرحال"

مگر شریعت اسلامیہ نے اس نام کو جوں کا توں اس لیے بحال اور برقرار رکھا کہ یہ ماخوذ ہے **"للقعود فیہ للاذکار"** سے، یعنی دنیوی مصروفیات سے کنارہ کش ہو کر یادِالٰہی کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لینا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ **"الذین یذکرون اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم"** ۱۹۱۔ آل عمران۔ ۳

یعنی جو لوگ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے،

یہاں قیاماً سے مراد سفر اور قعوداً سے مراد حضر ہے۔ علاوہ ازیں اس مہینہ کے حُرمت والا مہینہ ہونے کی وجہ سے بقول امام رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ **ان المعصیۃ فیھا اشد عقابا والطاعۃ فیھا اکثر ثوابا** ہے۔ (تفسیر کبیر)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ متبرک اوقات میں معصیت کی برائی شدید تر ہوتی ہے اور اسی طرح متبرک اوقات میں طاعت کا اجروثواب زیادہ ہے۔ تو وائے بر حال ان لوگوں کے جو متبرک اوقات میں بھی شرک وبدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بناء بریں معلوم ہوا کہ یہ مہینہ بھی بڑا مبارک اور محترم مہینہ ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اس مہینہ میں ذکروفکر میں مشغول رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آیئے اب اس مہینہ میں ہونے والے اہم اور مہتم بالشان واقعات اور حادثات پڑھیں اور دیکھیں کہ اس مہینہ میں کیا کیا انقلاباتِ قدرت ہوئے ہیں۔

ماہِ ذُوالقعدہ کے مشہور واقعات

ذوالقعدہ کا مہینہ وہ بزرگ مہینہ ہے۔ جس کو حُرمت کا مہینہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا منھا اربعۃ حرم . یعنی بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ان میں سے پہلا حرمت والا مہینہ ذوالعقدہ ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل واقعات رونما ہوئے۔

سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو تیس راتوں کا وعدہ

ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ کو اللہ جل شانہ نے سیدنا حضرت موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ واسلام کو کتاب دینے کے لئے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ واتممنھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ . وقال موسیٰ لاخیہ ھرون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین . ولما جاء موسی لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ (پ۹ سورت اعراف)

ترجمہ:۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا۔ اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا۔ اور حضرت موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے بھائی (حضرت) ہارون (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کہا کہ میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا۔ اور جب (حضرت) موسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام)

ہمارے وعدے پر حاضر ہوا۔ اور اس سے وعدے پر حاضر ہوا۔ اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنی اسرائیل سے وعدہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ان کے دشمن فرعون کو ہلاک فرمادے تو وہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب لائیں گے جس میں حلال وحرام کا بیان ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا تو سیّدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب سے اس کتاب کے نازل فرمانے کی درخواست کی۔ تو حکم ہوا کہ تیس روزے رکھیں۔ جب آپ وہ روزے پورے کر چکے تو آپ کو اپنے دہن مبارک میں ایک طرح کی بُو معلوم ہوئی آپ نے مسواک کی۔

ملائکہ نے عرض کیا کہ ہمیں آپ کے دہن مبارک سے بڑی محبوب خوشبو آیا کرتی تھی آپ نے مسواک کر کے اس کو ختم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماہِ ذی الحجہ میں دس روزے اور رکھیں۔ اور فرمایا کہ اے موسےٰ! (علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ روزے دار کی منہ کی خوشبو میرے نزدیک خوشبو مشک سے زیادہ اطیب ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورسینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے بقدر چار فرسنگ ڈھاک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتی کہ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علیٰحدہ کر دیئے گئے۔ اور آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا۔ تو آپ نے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور آپ نے عرش الٰہی کو صاف دیکھا۔ یہاں تک کہ الواح پر قلموں کی آواز سنی۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ آپ نے اس کی بارگاہ میں معروضات پیش کے لئے۔

اس نے اپنا کلام کریم سنا کر نوازا۔ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام آپ کے ساتھ تھے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے فرمایا وہ انہوں نے کچھ نہ سُنا۔ (تفسیر خازن وغیرہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تورات دیکر فرمایا۔

قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس بر سلتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین . وکتبنا له فی الالواح من کل شیٔ موعظة وتفصیلا لکل شیٔ فخذھا بقوة وأمر قومک یأخذوبا حسنها . ساوریکم دار الفسقین . (پ۹۔سورت اعراف)

ترجمہ:۔فرمایا اے موسیٰ! (علیہ السّلام) میں تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا۔ اور شکر والوں میں ہو۔اور ہم نے اس کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ۔اور فرمایا اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر۔

بیت اللہ شریف کی بنیاد

اور مہینہ ذوالقعدہ کی پانچویں تاریخ کو سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی بنیاد رکھی تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

واذیرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل . ربنا تقبل منا . انک انت السمیع العلیم . ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا اُمة مسلمة لک وارنا منا سکنا وتب علینا . انک انت التواب الرحیم .(پ۱۔سورت بقرہ)

ترجمہ:اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اس گھر کی نیویں۔اور اسماعیل (علیہ الصلوۃ والسلام) یہ کہتے ہوئے۔ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا، جانتا۔اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا۔اور ہماری اولاد

میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

پہلی مرتبہ کعبہ معظّمہ کی بنیاد سیدنا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی تھی۔ اور بعد طوفانِ نوح پھر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمائی۔ یہ تعمیر آپ کے دست اقدس سے ہوئی۔ اور اس کے لئے پتھر اٹھا کر لانے کی خدمت اور سعادت سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میسر ہوئی۔ دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب ہماری یہ طاعت وخدمت قبول فرما۔

سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا

ماہِ ذی القعدہ کی چودھویں تاریخ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وان یونس لمن المرسلین . اذابق الی الفلک المشحون . فساھم فکان من المدحضین .فالتقمه الحوت وھو ملیم . فلو لا انه کان من المسبحین .للبث فی بطنه الی یوم یبعثون . فنبذنه بالعراء و ھو سقیم .

(پ۲۳۔ سورت صافات)

ترجمہ:۔ اور بے شک یونس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیغمبروں سے ہیں۔ جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔ تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا۔ پھر اسے مچھلی نے نگل لیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا۔ تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور وہب کا قول ہے کہ سیدنا حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اس میں تاخیر ہوئی

تو آپ ان سے چھپ کر نکل گئے اور آپ نے دریائی سفر کا قصد فرمایا۔ کشتی پر سوار ہوئے۔ دریا کے درمیان میں کشتی ٹھہر گئی۔ اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی سبب ظاہر موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا کہ اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ قرعہ ڈالنے سے ظاہر ہو جائے گا۔

قرعہ ڈالا گیا تو آپ ہی کا نام نکلا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں تو آپ کو پانی میں ڈال دیا گیا۔ کیوں کہ اس وقت کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ بحکم الٰہی مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں ایک دن یا تین دن یا سات دن یا چالیس دن رہے۔

آپ نے ذکرِ الٰہی کی کثرت کی اور مچھلی کے پیٹ میں **لا الـــہ الا انــت سبحانک انی کنت من الظٰلمین** پڑھنا شروع کر دیا تو اللہ جل شانہ نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے سیّدنا حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

> **وذو النو ن اذذھب مغا ضبا فظن ان لن نقد ر علیه فنا د ی فی الظلمت ان لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظا لمین . فاستجبنا له ونجینه من الغم . و کذ الک ننجی المؤ منین .** (پ۱۷۔سورت انبیاء)
>
> ترجمہ:۔ اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اندھیریوں میں پکارا۔ کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بیجا ہوا۔ تو ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اور اسے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث آپ ایسے ضعیف اور نازک ہو گئے تھے جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔ جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی۔ بدن پر کوئی بال باقی نہ رہ گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کدو کا درخت اگا دیا۔ جو آپ پر سایہ کرتا تھا اور مکھیوں سے محفوظ رکھتا تھا۔ اور بحکم الٰہی روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت کے منہ مبارک میں دے کر آپ کو صبح وشام دودھ پلا جاتی۔ یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کہ ال

مضبوط ہوگئی اور اپنے موقع سے بال جمے اور جسم مبارک میں توانائی آئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وانبتنا علیه شجر ة من یقطین .

یعنی ہم نے اس پر کدو کا درخت اگا دیا۔

اور یہ کدو کا درخت آپ پر ذوالقعدہ کی سترہویں تاریخ کو اگایا گیا تھا۔

(عجائب المخلوقات ص ۴۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہ ذی قعدہ واقعات وحادثات کے آئینہ میں

نمبر شمار	واقعات وحادثات	ذی قعدہ	مطابق
۱	نزول آیت حجاب وحکم پردہ	۵ھ	مارچ ۶۲۷ء
۲	غزوۂ احزاب یا خندق	۸/ ۵ھ	۳۱/ مارچ ۶۲۷ء
۳	غزوۂ حدیبیہ	۱/ ۶ھ	۱۳/ مارچ ۶۲۸ء
۴	وفات حضرت سعد ابن خولہ العامریؓ	۱/ ۶ھ	۱۳/ مارچ ۶۲۸ء
۵	اہل اسلام کی کفار سے نکاح کی ممانعت	۱/ ۶ھ	۱۳/ مارچ ۶۲۸ء
۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ۔ عمرۃ القضا	۷ھ	۱۳/ مارچ ۶۲۹ء
۷	نکاح ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ہمراہ آنحضرت ﷺ	۷ھ	۱۳/ مارچ ۶۲۹ء
۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جعرانہ میں آمد	۵/ ۸ھ	۲۴/ فروری ۶۳۰ء
۹	وفد ہوازن کا قبول اسلام	۵/ ۸ھ	۲۴/ فروری ۶۳۰ء
۱۰	عمرہ جعرانہ	۱۸/ ۸ھ	۹/ مارچ ۶۳۰ء
۱۱	وفد صداء کا قبول اسلام	۱۸/ ۸ھ	۹/ مارچ ۶۳۰ء
۱۲	حضرت صدیقؓ اکبر کا حج۔ حج اکبر	۹ھ	فروری ۶۳۱ء
۱۳	حجۃ الوداع کے لئے مدینہ منورہ سے روانگی	۲۵/ ۱۰ھ	۲۲/ فروری ۶۳۲ء
۱۴	وفات حضرت ماریہ قبطیہؓ والدہ حضرت ابراہیم ابن حضور ﷺ	۱۶ھ	نومبر ۶۳۷ء
۱۵	وفات حضرت علاء ابن حضرمی	۲۱ھ	اکتوبر ۶۴۲ء
۱۶	فتح فارس وخراسان	۲۹ھ	جولائی ۶۵۰ء
۱۷	وفات حضرت ابوذر غفاریؓ	۳۲ھ	جون ۶۵۳ء
۱۸	وفات حضرت خباب ابن الارتؓ	۳۷ھ	اپریل ۶۵۸ء
۱۹	وفات حضرت سہل ابن الاحنفؓ	۳۸ھ	مارچ ۶۵۹ء
۲۰	یزید ابن معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔	۵۰ھ	نومبر ۶۷۰ء
۲۱	وفات حضرت ابوہریرہؓ	۵۷ھ	ستمبر ۶۷۷ء
۲۲	وفات حضرت براء ابن عازبؓ	۷۲ھ	مارچ ۶۹۲ء

۲۳	وفات قاضی ابوشبرمہؒ	۱۴۲ھ	فروری ۷۶۰ء
۲۴	وفات امام کسائیؒ راوی قراءت	۱۸۹ھ	ستمبر ۸۰۵ء
۲۵	وفات حضرت معروف کرخیؒ	۲۰۰ھ	جون ۸۱۶ء
۲۶	وفات حضرت ذی النون مصریؒ	۲۴۵ھ	جنوری ۸۶۰ء
۲۷	وفات امام دارمی صاحب مسند دارمی	۲۵۵ھ	اکتوبر ۸۶۹ء
۲۸	وفات امام ابوبکر بن خزیمہ اسلمی	۲/۳۱۱ھ	فروری ۹۲۴ء
۲۹	قرامطیوں نے مکہ میں قتل عام کیا اور حجر اسود لے گئے	۳۱۷ھ	دسمبر ۶۲۹ء
۳۰	وفات امام دار قطنیؒ	۳۸۵ھ	نومبر ۹۹۵ء
۳۱	مدرسہ نظامیہ کی بغداد میں ابتداء	۴۵۹ھ	ستمبر ۱۰۶۷ء
۳۲	وفات شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ	۲۸/۷۲۸ھ	ستمبر ۱۳۲۸ء
۳۳	وفات علامہ ابن قیم جوزیؒ	۷۵۱ھ	دسمبر ۱۳۵۰ء
۳۴	وفات حضرت بہاء الدین نقشبندؒ	۸۵۷ھ	نومبر ۱۴۵۳ء
۳۵	وفات اورنگ زیب عالمگیر شاہؒ	۲۸/۱۱۱۸ھ	۲۱/فروری ۱۷۰۷ء
۳۶	قتل سراج الدولہ بنگال	۱۱۷۰ھ	جولائی ۱۷۵۷ء
۳۷	قتل ٹیپو سلطان شہیدؒ	۱۲۱۳ھ	۲۸/اپریل ۱۷۹۹ء
۳۸	معرکہ بالاکوٹ وشہادت سید احمد شہیدؒ وشاہ اسماعیل شہیدؒ	۲۴/۱۲۴۶ھ	۶/مئی ۱۸۸۱ء
۳۹	پیدائش علامہ محمد اقبال شاعر مشرقؒ	۱۲۹۴ھ	نومبر ۱۸۷۷ء
۴۰	وفات مرزا غالب دہلویؒ	۱۲۸۵ھ	فروری ۱۸۶۹ء
۴۱	وفات مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	۱۳۰۸ھ	جون ۱۸۹۱ء
۴۲	وفات محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	۳/۱۳۹۷ھ	۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بارھواں مہینہ
ذُوالحجہ
فضائل واحکام کے آئینہ میں

بارھواں مہینہ ذُوالحجہ

ماہِ ذی الحج، اسلامی سال کا بارھواں قمری مہینہ ہے، اس میں حؔ کو مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے مگر جؔ بہر صورت مشدّد ہے۔ علاوہ ازیں یہ مذکر ہے۔

اس کے لغوی معنیٰ حؔ کے مفتوح ہونے کی صورت میں حج والے مہینہ کے ہیں اور حؔ کے مکسور ہونے کی صورت میں اس کے معنی سالؔ کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں آتا ہے۔ ''علی ان تاجرنی ثمانی حجج'' (۲۷۔القصص۔۲۸)

یہ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اس شرط پر کہ آپ میری آٹھ سال ملازمت کریں...... چونکہ اس مہینہ کے اختتام پر ایک اسلامی سال مکمل ہوجاتا ہے اس لیے اس کو ذی الحج کے نام سے موسوم کردیا گیا۔

☆...... بعض لوگ اس کو ذی الحجہ بھی پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں اس کی آخری ہؔ ہائے وحدت کہلاتی ہے۔ یعنی ایک حج والا۔ چونکہ سال میں اس مہینہ کے اندر صرف ایک حج کیا جاسکتا ہے اس لیے اس کو ذی الحجہ یعنی ایک حج والا مہینہ کہہ دیا گیا ہے۔

☆...... حج کے ایک معنی قصد اور ارادے کے بھی ہیں...... چونکہ حاجی ان دنوں میں بیت اللہ شریف کی زیارت کا قصد اور ارادہ کرتا ہے۔ اس مناسبت سے بھی اس کو ذی الحج کہہ دیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ حج اِسلام کے پانچ اساسی اور بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رُکن ہے جس کی ادائیگی زندگی میں ایک مرتبہ ہر مالدار آدمی کے لیے ضروری ہے۔ چونکہ مالدار عرب سال میں ایک مرتبہ اس مہینہ میں ضرور حج کیا کرتے تھے اِس لیے ان میں بھی یہ مہینہ حج والا مہینہ کے اعتبار سے مشہور تھا۔ علامہ علم الدّین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمی بذالک لا یقاعھم الحج فیه ''

قطع نظر اس تحقیق کے یہ مہینہ بڑا ہی متبرک اور محترم مہینہ ہے۔

☆......اس اعتبار سے بھی کہ یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔

☆......اور اس اعتبار سے بھی کہ یہ اشہر حج میں سے ہے۔

☆......قرآن مجید میں اس مہینہ کے پہلے عشرہ کو افضل ترین عشرہ قرار دیا گیا ہے۔

☆......اور اسی مہینہ کی......۹/ تاریخ کو عرفہ اور دس کو عید الاضحیٰ ہوتی ہے۔

☆......علماء کرام نے لکھا ہے کہ جس نے افضل ترین دن میں روزہ رکھنے کی منت مانی ہو اُسے عرفہ کے دن روزہ رکھ کر اپنی منت پوری کرنا چاہیئے۔

☆......یاد رہے کہ ۹/ ذی الحجہ ہی کو ہمیشہ حج اکبر ہوتا ہے جبکہ ہر عمرہ حج اصغر کہلاتا ہے۔ البتہ جمعہ کے حج کو حج اکبر کہنے کی اصطلاح بلاشبہ غلط ہے۔

☆......اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عید الاضحیٰ اور حج دو علیٰحدہ علیٰحدہ عبادتیں ہیں۔ نہ حاجیوں پر عید لازم ہے اور نہ عید پڑھنے والوں پر حج۔

☆......اسی طرح قربانی بھی ایک مستقل عمل ہے جس کو حج یا مکہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ قربانی دنیا کے ہر مالدار مسلمان پر واجب ہے جبکہ حج میں سرے سے کسی بھی حاجی پر قربانی ضروری نہیں۔ البتہ جو قربانیاں حاجی منیٰ پہنچ کر کرتے ہیں ان کو قربانیاں نہیں بلکہ دم قرِآن یا دمِ تمتع کہا جاتا ہے جو قرآن اور تمتع کا شکرایہ ہوتا ہے اور بس۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سالہ مدنی زندگی میں کبھی قربانی قضا نہیں فرمائی جبکہ حج آپ نے پُوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرمایا ہے۔

ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

آگے ماہ ذی الحجہ کے اہم اور مہتم بالشان واقعات وحادثات ذکر کیئے جائیں گے،

انشاء اللہ العزیز

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆

ذُوالحجہ کے اہم واقعات

اسلامی سال کا بارہواں مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ اس ماہ میں لوگ حج کرتے ہیں۔ اور اس کے پہلا عشرہ کا نام قرآن مجید میں ''ایام معلومات'' رکھا ہے یہ دن اللہ کریم کو بہت پیارے ہیں۔ اس کی پہلی تاریخ کو سیدہ عالم حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سیدنا حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوا۔

اس کی آٹھویں تاریخ کو یوم ترویہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ حجاج اس دن اپنے اونٹوں کو پانی سے خوب سیراب کرتے تھے۔ تاکہ عرفہ کے روز تک ان کو پیاس نہ لگے۔ یا اس لئے اس کو یوم ترویہ (سوچ بچار) کہتے ہیں کہ سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھویں ذی الحجہ کو رات کے وقت خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر تو آپ نے صبح کے وقت سوچا اور غور کیا کہ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے۔ اس لئے اس کو یوم ترویہ کہتے ہیں۔

اور اس کی نویں تاریخ کو عرفہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نویں تاریخ کی رات کو وہی خواب دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی دن حج کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے اور

دسویں تاریخ کو یوم نحر کہتے ہیں۔ کیوں کہ اسی روز سیدنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی صورت پیدا ہوئی۔ اور اسی دن عام مسلمان قربانیاں ادا کرتے ہیں۔

اس کے بعد گیارہویں۔ بارہویں۔ تیرہویں کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔
اور اس ماہ کی بارہویں تاریخ کو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھائی چارہ قائم کیا تھا۔

اور اس ماہ کی چودھویں تاریخ کو سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز میں

اپنی انگوٹھی صدقہ کی تھی۔

اور اس کی چھبیسویں تاریخ کو سیّدنا حضرت داوٗد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر استغفار نازل ہوئی تھی۔

اور اسی مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تھے۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۶)

ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت

ذوالحجہ کا مہینہ ان چار برکت اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مبارک مہینہ میں کثرتِ نوافل۔ روزے، تلاوتِ قرآن۔ تسبیح وتہلیل۔ تکبیر وتقدیس وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور بالخصوص اس کے پہلے دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

والفجر وليا ل عشر والشفع والو تر والليل اذا يسر . (سورت فجر پ۔۳۰)

قسم ہے مجھے فجر کی عید قربان کی اور دس راتوں کی جو ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں میں۔ اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو رمضان مبارک کی آخری راتیں ہیں اور قسم ہے اپنے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے معراج کے رات کی۔

اس قسم سے پتہ چلتا ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اسی طرح ان کی فضیلت سے کتب احادیث لبریز ہیں۔ چند مبارک حدیثیں سنیں۔

(۱) ......عن ام سلمة قالت قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر واراد بعضكم ان يضحى فلا يمس من شعره وبشره شيئا وفى رو اية فلا يأ خذ ن شعر اولا يقلمن ظفرا و فى رواية من را ى هلا ل ذى الحجة واراد ان يضحى فلا يأ خذ من شعره ولا من اظفا ره

(رواه مسلم (مشکوٰۃ ص ۱۲۷)

سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ جس وقت عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے اور تمہارا

بعض آدمی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو چاہئے کہ بال اور جسم سے کسی چیز کو مس نہ کرلے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ بال نہ کترائے اور نہ ناخن اتروائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ ہو تو نہ بال منڈائے اور نہ ناخن ترشوائے۔

(۲)...... عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللّٰہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا یا رسول اللّٰہ ولا الجھاد فی سبیل اللّٰہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذالک بشیٔ .

رواہ البخاری (مشکوۃ ص ۱۲۸)

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نیک عمل اس میں ان ایام عشرہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ مگر وہ مرد جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا۔ (سب کچھ قربان کردیا)

(۳)...... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من ایام احب الی اللہ تعالیٰ ان یتعبد لہ فیھن من ایام عشر ذی الحجۃ وان صیام یوم فیھا یعدل صیام سنۃ وقیام لیلۃ فیھن کقیام سنۃ (غنیۃ الطالبین ج ۲. ص ۲۵) (مشکوۃ ص ۱۲۸)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن زیادہ محبوب نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کہ عبادت ان میں کی جائے ان دس دنوں

ذی الحجہ سے۔ان دنوں میں ایک دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان کی ایک رات کا قیام سال کے قیام کے برابر ہے۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا حضرت سعد ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دس راتوں میں چراغ نہ بجھاؤ۔ اور خدام کو ان راتوں میں جاگنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۲۵)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے

ذوالحجہ مہینہ کے پہلے عشرہ کے پہلے نو دن روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے۔ام المؤمنین سیّدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

اربع لم تكن يدعهن النبی صلی الله عليه وسلم صيام عاشوراء والعشر وثلاثة ايام من كل شهر وركعتان قبل الفجر . رواه النسائی (مشکوٰۃ ص ۱۸۰)

چار چیزوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم نہیں چھوڑتے تھے عاشورہ کا روزہ اور (ذوالحجہ) کے دس دن یعنی پہلے نو دن کا روزہ اور ہر ماہ کے تین دن کا روزہ۔نماز فجر سے قبل دو رکعتیں۔

ماہِ ذی الحجہ کے دس احکام

قرآن وسنت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس مہینے میں دس خصوصی احکام ہیں۔

وہ دس احکام یہ ہیں:۔

(۱)......حج بیت اللہ..........جو صرف اس مہینے میں ادا کیا جاتا ہے۔

(۲)......قربانی......صاحب استطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور اسے صرف اس مہینے کے تین دنوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

(۳)......عیدالاضحیٰ......قربانی، نماز، خوشی اور اللہ پاک کی طرف سے اپنے بندوں کی دعوت کا دن اسی مہینے میں ہے۔

(۴)......تکبیرات تشریق......اس مہینے کے پانچ دنوں میں نماز کے بعد تکبیر واجب ہے۔

(۵)......عشرہ ذی الحجہ کے روزے......یعنی اس مہینے کے پہلے نو دنوں میں روزے رکھنے کا خصوصی اجر ہے۔

(۶)......یوم عرفہ کا روزہ......اس مہینے کی نو تاریخ جو یوم عرفہ کہلاتی ہے اس کے روزے کا خاص اجر ہے۔

(۷)......چار ایام میں روزہ کی حرمت......یعنی اللہ تعالیٰ نے پورے سال میں جن پانچ دنوں کا روزہ حرام قرار دیا ہے ان میں سے چار دن اس مہینے میں ہیں۔

(۸)......لیالی عشر کی فضیلت......یعنی اس مہینے کی پہلی دس راتوں کی خاص فضیلت ہے۔

(۹)......بال اور ناخن نہ کٹوانا......یعنی جن افراد نے قربانی کرنی ہو ان کے لئے مسنون ہے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ تراشیں۔

(۱۰)......معاصی (گناہوں) سے بچنے کا خاص اہتمام۔

چونکہ یہ مہینہ حرمت والا مہینہ ہے اس لئے اس میں ظلم اور گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے......

دس احکامات کی قدرے تفصیل

اب ہم ان دس احکامات کی شرعی حیثیت اور فضیلت کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱)......حج بیت اللہ

حج اسلام کے محکم اور قطعی فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے حج بیت اللہ کی فرضیت کا اعلان قرآن پاک ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين (آل عمران ۹۷)

اورلوگوں پر اللہ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

حج بیت اللہ کے بے شمار فضائل ہیں جبکہ فرض ہونے کے باوجود اسے ادا کرنے میں سستی کرنا بہت بڑا گناہ اور وبال ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللّٰه ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا. (ترمذی)

جس کے پاس سفر کا سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

دیکھیں کتنی سخت وعید ہے کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا (نعوذ باللہ) یہودیت اور نصرانیت پر مرتا ہے......

حج بیت اللہ اسلام کے خاص شعائر میں سے ہے پس مسلمانوں کو نہیں چاہیے کہ وہ پیسہ بڑھانے، جائیداد بچانے اور زیورات بچا بچا کر رکھنے میں لگے رہیں اور حج بیت اللہ سے محروم رہیں۔

آج مسلمان شادی بیاہ کی فضول رسموں پر جتنا مال برباد کرتے ہیں اگر اسی کو کام میں لائیں تو یہ فریضہ بآسانی ادا کر سکتے ہیں مگر لوگوں نے جہیز اور شادی کی دیگر رسومات کو فرض اور حج کو نعوذ باللہ ایک زائد چیز سمجھ رکھا ہے..... اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس فریضہ کا ذوق اور شوق نصیب فرمائے۔

حج بیت اللہ......صرف اسی مہینے کی آٹھ سے تیرہ تاریخ میں ادا کیا جاتا ہے اور اس کی ادائیگی مکہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے مقامات پر ہوتی ہے۔

دوسرا حکم قربانی

قربانی اسلام کا ایک عظیم، عاشقانہ، والہانہ اور بے حد فضیلت والا حکم ہے۔ ہر زمانے

میں مسلمانوں نے نہایت محبت، عشق اور اہتمام سے اس حکم کو پورا کیا اور پورا پورا سال اس کی تیاری اور انتظار میں گزارا۔ مگر اس زمانے کے ملحدین اور نام نہاد روشن خیالوں نے مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کی اہمیت کم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت بڑھ گئی ہے کہ مسلمانوں کو عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کی اہمیت اور فضیلت پوری قوت کے ساتھ بیان کی جائے اور انہیں ملحدین کے ناپاک پروپیگنڈے سے محفوظ رکھا جائے۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے انہوں نے اللہ پاک کے حکم پر اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلادی اور عشق کے امتحان میں کامیاب ہوگئے آج ہم سے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا تقاضا نہیں کیا گیا بلکہ اپنے پاکیزہ مال سے ایک حلال جانور خرید کر ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم پورے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ اس حکم کو پورا کریں اور اس میں بڑھ چڑھ کر سبقت کریں۔ آیئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کی روشنی میں قربانی کے چند فضائل پڑھتے ہیں۔

(۱)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یوم النحر یعنی عید الاضحیٰ کے دن اولاد آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قربانی والا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پس اے اللہ کے بندو پوری خوشدلی کے ساتھ قربانی کیا کرو...... (ترمذی)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ کے دن خون بہانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے۔ پس جو عمل محبوب حقیقی کو محبوب ہو اسے کس قدر محبت اور اہتمام سے ادا کرنا چاہئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت

ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہمارے لئے ان میں کیا (اجر) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اون کا بھی یہی حساب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی۔ (احمد)

حدیث شریف بالکل واضح ہے اب خود اندازہ لگا لیجئے کہ جانور کے جسم پر کتنے بال اور کتنی اون ہوتی ہے...... اور پھر جس قدر اخلاص اور تقویٰ زیادہ ہوگا اسی قدر اجر وثواب بھی بڑھتا جائے گا کیونکہ اللہ پاک کو نہ خون کی ضرورت ہے اور نہ گوشت کی اس تک تو بندے کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

شرعی مسئلہ

جتنے مال پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اتنے مال پر قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو تو قربانی واجب تو نہیں ہے لیکن اگر پھر بھی کر دے تو بہت ثواب ہے۔

قربانی کی دعا

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے خصی مینڈھے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے اور ذبح کرتے وقت آپ نے بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا۔ (بخاری) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مینڈھوں کو قبلہ رخ لٹا کر یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت و الارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی و محیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللهم منک ولک عن محمد واُمته بسم الله والله اکبر ......

پھر ان کو ذبح فرما دیا۔ (احمد)

قربانی کا یہ واجب حکم اسی مہینے کے صرف تین دن دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو ادا

کیا جا سکتا ہے......

قربانی کس پر واجب ہے؟

مسئلہ :جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہے لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا مال واسباب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے۔

مسئلہ : اس مال کا سامان تجارت ہونا بھی ضروری نہیں ہے اور نہ اس پر ایک سال کا گزرنا ضروری ہے۔

مسئلہ :ضروری اسباب وہ کہلاتا ہے جس کی ضرورت جان یا آبرُو سے متعلق ہو، یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان وعزت وآبرو جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً کھانا پینا، کپڑے پہننا اور رہنے کا مکان، اہل صنعت وحرفت کے لئے ان کے پیشہ کے اوزار، باقی ضرورت سے زائد مکان، جائیدادیں، بڑی بڑی دیگیں، قالینیں، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ اسباب ضروریہ میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے اگر ان کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو اس کے مالک کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ :جن عورتوں کے پاس نصاب یا اس کی بقدر ضرورت اصلیہ سے زائد سامان یا زیورات وغیرہ ہوں تو ان پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوگی۔

مسئلہ :جب کسی پر ان شرائط کے مطابق قربانی واجب ہو اس پر لازم ہے کہ اپنے نام سے قربانی کرے اور اپنا واجب ادا کرے بعض لوگ قربانی کو محض خوشی کا ایک تہوار سمجھ کر ایک سال اپنے نام سے ایک سال اپنی بیوی یا والدین کے نام سے قربانی کرتے ہیں اور جس کے ذمہ قربانی واجب ہوتی ہے اس کا واجب اس کے ذمہ باقی رہ جاتا ہے۔

(۳)......عیدالاضحیٰ

اسلام میں صرف دو تہوار ہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اسلام کا دوسرا اہم بالشان تہوار عیدالاضحیٰ۔ اس مہینے کی دس تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن نماز عید ادا کرنا

واجب ہے۔ یہ نماز چھ زائد تکبیرات کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ عید کے دن تیرہ چیزیں سنت ہیں۔

(۱)......شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا

(۲)......غسل کرنا

(۳)......مسواک کرنا

(۴)......حسب طاقت عمدہ کپڑے پہننا

(۵)......خوشبو لگانا

(۶)......صبح کو بہت جلدی اٹھنا

(۷)......عیدگاہ میں بہت جلد جانا

(۸)......عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت میں سے کھانا

(۹)......عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا

(۱۰)......عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا (عذر ہو تو مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں)

(۱۱)......ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا

(۱۲)......عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** عید الفطر میں آہستہ اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے کہنا

(۱۳)......سواری کے بغیر پیدل عیدگاہ میں جانا۔

پہلا مسئلہ: عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہی جائے۔

دوسرا مسئلہ: عید کی نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے پہلے خطبہ میں نو مرتبہ تکبیر کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان خطبہ جمعہ کی طرح اتنی دیر تک بیٹھے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔

(۴) چوتھا حکم...... تکبیرات تشریق

اس مہینے کا ایک اہم حکم جس کی عام مسلمانوں میں عموماً اور خواتین میں خصوصاً تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے...... تکبیرات تشریق کا اہتمام ہے۔

نو ذوالحجہ فجر کی نماز سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کا سلام پھیرتے ہی ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں آہستہ آواز میں کہیں گی تکبیر تشریق یہ ہے:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

مسئلہ: بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں اس تکبیر کو پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اس کا درمیانہ طریقہ سے بلند آواز میں پڑھنا واجب ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔

مسئلہ: تکبیر تشریق امام، مقتدی، منفرد (یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے) عورت، مرد، مسافر مقیم، شہر والوں اور گاؤں سب پر واجب ہے۔

(۵) پانچواں حکم...... عشرہ ذی الحجہ کے روزے

اس مہینے کے پہلے نو دنوں میں نفل روزہ رکھنے کی خاص فضیلت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دنوں میں سے کسی دن میں بھی بندے کا عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں، جتنا کہ عشرہ ذی الحجہ میں محبوب ہے (یعنی ان دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو دوسرے تمام دنوں سے زیادہ محبوب ہے) اس عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی)

یہ فضیلت یکم سے لے کر نو (۹) تاریخ تک کے روزں کی ہے۔ دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

(۶) چھٹا حکم ...... یوم عرفہ کا روزہ

اس مہینے کی نو تاریخ ''یوم عرفہ'' کہلاتی ہے کیونکہ حجاج کرام اس دن عرفات کا وقوف کرتے ہیں جو حج کا رکن اعظم ہے۔ یوم عرفہ کو روزہ رکھنے کی خاص فضیلت ہے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عرفہ کے دن کا روزہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اس کے بعد والے سال اور پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (ترمذی)

عرفہ کے دن کے روزے کی یہ عظیم الشان فضیلت حجاج کے لئے نہیں غیر حجاج کے لئے ہے۔ حجاج کرام کے لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں تاکہ وقوف میں سستی نہ ہو......

(۷) ساتواں حکم ...... چار دنوں میں روزہ کی حرمت

پورے سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں نفلی روزہ رکھنا ممنوع ہے ان میں سے ایک دن تو یکم شوال یعنی عید الفطر کا دن ہے جبکہ باقی چار ایام اس مہینے میں ہیں یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ......

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایام التشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ (صحیح مسلم)

ان ایام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی پاک، صاف اور حلال گوشت سے مہمان نوازی کی جاتی ہے پس اس مہمان نوازی کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیئے۔ ہم تو بندے اور غلام ہیں مالک جب کچھ کرنے کا حکم دے تو کرنا عبادت اور جب روک دے تو رک جانا عبادت۔

(۸) آٹھواں حکم ......دس راتوں کی فضیلت

ہم نے اوپر حدیث شریف میں پڑھ لیا کہ اس مبارک مہینے کی پہلی دس راتوں میں عبادت شب قدر کی طرح فضیلت والی ہے۔ (اس سے شب قدر کی امتیازی فضیلت میں کوئی فرق نہیں پڑتا) اللہ پاک نے قرآن مجید میں ان دس راتوں کی قسم کھائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والفجر ٥ولیا ل ٍ عشر ٥ (الفجر ا۔۲) فجر کی قسم اور دس راتوں کی

تفسیر جلالین میں ہے

ولیا ل عشر ای عشر ذی الحجۃ (جلالین صفحہ ۲۵۱)

یعنی دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں۔

امام قرطبی لکھتے ہیں۔

ھو عشر ذ ی الحجۃ وقالہ ابن عبا س (تفسیر القرطبی ص ۳۶ ج ۲۰)

دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی دس راتیں ہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عید قربان کی فجر بڑا حج ادا ہوتا ہے اور اس رات اس سے پہلے (تفسیر عثمانی)

بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا۔ ہے۔

الغرض اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں جن دس راتوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں پس اس سے ان راتوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ان راتوں میں عبادت کا اور گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے۔

۹۔نواں حکم ......بال اور ناخن نہ کٹوانا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے (یعنی ذوالحجہ کا چاند نظر آ جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کا ہو تو اس کو چاہیے کہ (قربانی کرنے تک) اپنے بال اور ناخن نہ تراشے (صحیح مسلم)

اس حکم کو بعض حضرات نے مستحب جبکہ بعض نے واجب کہا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ خوب اہتمام سے اس پر عمل کریں......

۱۰۔ دسواں حکم...... معاصی سے بچنے کا خاص اہتمام

ذوالحجہ کا مہینہ حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک ہے پس اس کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں ظلم اور گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان عدۃ الشھور عند اللّٰہ اثنا عشر شھرا فی کتب اللّٰہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم (التوبہ:۳۶)

بے شک اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں جس دن سے اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے ان میں سے چار مہینے ادب (وحرمت) والے ہیں یہی دین (کا) سیدھا رستہ ہے تو ان (مہینوں) میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

تفسیر جلالین میں ہے۔

فلا تظلموا فیھن ای الاشھر الحرم انفسکم بالمعاصی، فانھا فیھا اعظم وزرًا وقیل فی الاشھر کلھا (جلالین ص ۲۰۲)

پس ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر گناہ کر کے ظلم نہ کرو کیونکہ ان چار مہینوں میں گناہ کا وبال اور بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام مہینوں میں گناہ کے ذریعہ اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو......

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان تمام دس احکامات پر اور پورے دین پر مکمل اخلاص واطاعت کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆............☆............☆............☆............☆............☆

ماہ ذی الحجہ واقعات وحادثات کے آئینہ میں

نمبر شمار	واقعات وحادثات	ذی الحجہ	مطابق
۱	مدینہ کے وفد کا قبول اسلام۔ اسباب ہجرت	سنہ ۱۱ نبوی	جولائی ۶۲۰ء
۲	بیعت عقبہ اولیٰ	سنہ ۱۲ نبوی	جولائی ۶۲۱ء
۳	غزوۂ سویق	۵/ ۲ھ	۱۹/مئی ۶۲۴ء
۴	پہلی عید الاضحیٰ	۱۰/ ۲ھ	۳/ جون ۶۲۴ء
۵	غزدۂ بنی قریظہ	۵ھ	اپریل ۶۲۷ء
۶	نکاح ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ	۶ھ	مئی ۶۲۸ء
۸	فرضیت حج	۹ھ	مارچ ۶۳۱ء
۹	حجۃ الوداع کیلئے مکہ معظمہ میں داخلہ	۴/ ۱۰ھ	یکم مارچ ۶۳۲ء
۱۰	عرفات کو روانگی بروز جمعۃ المبارک	۹/ ۱۰ھ	۶/ مارچ ۶۳۲ء
۱۱	منیٰ سے واپسی	۱۳/ ۱۰ھ	۱۰/ مارچ ۶۳۲ء
۱۲	وفات حضرت ابو العاص داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳ھ	فروری ۶۳۴ء
۱۳	حضرت فاروق اعظم پر قاتلانہ حملہ	۲۳ھ	اکتوبر ۶۴۴ء
۱۴	شہادت حضرت عثمان ذی النورینؓ	۲۳/ ۳۵ھ	مئی ۶۵۶ء
۱۵	وفات محمد ابن ابی بکر	۳۸ھ	اپریل ۶۵۹ء
۱۶	وفات حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ	۴۴ھ	فروری ۶۶۵ء
۱۷	وفات حضرت جریر ابن عبد اللہ البجلیؓ	۵۱ھ	دسمبر ۶۷۱ء
۱۸	وفات حضرت عبد اللہ ابن انیسؓ	۵۴ھ	نومبر ۶۷۴ء
۱۹	فتح نشان؟ سمرقند	۶۲ھ	اگست ۶۸۳ء
۲۰	وفات حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما	یکم / ۶۸ھ	جون ۶۸۸ء
۲۱	وفات حضرت مقداد ابن معدی کربؓ	۸۷ھ	نومبر ۷۰۶ء
۲۲	وفات امام محمد باقرؒ	۱۱۴ھ	جنوری ۷۳۳ء
۲۳	وفات ابو عبد اللہ الحاکم، صاحب مستدرک حاکم	۴۰۵ھ	مئی ۱۰۱۵ء

۲۳۔ وفات علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ	۸۵۲/۱۹ھ	جنوری ۱۴۴۹ء
۲۴۔ وفات علامہ شبلی نعمانی	۱۳۳۲ھ	اکتوبر ۱۹۱۴ء
۲۵۔ آزادی کویت	۱۳۸۰ھ	مئی ۱۹۶۱ء
۲۶۔ وفات مفتی محمد حسنؒ صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور	۱۳۸۰ھ	جون ۱۹۶۱ء
۲۷۔ وفات مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	۱۳۸۴ھ	اپریل ۱۹۶۵ء
۲۸۔ وفات مولانا مفتی محمود قائد تحریک نظامِ مصطفےٰ	۱۴۰۰/۴ھ	۱۴/اکتوبر ۱۶۸۰ء

☆............☆............☆............☆............☆............☆............☆

مآخذ ومصادر

ان کے مآخذ اور مصادر کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا تذکرہ بہت سی کتابوں کو یکجا کرنے کے مترادف ہے۔ مختصر یہ کہ یہ معلومات تفسیر، حدیث سیرت، تراجم اور تاریخ کی مشہور کتابوں سے حاصل کی گئی ہیں جن میں۔ اوّل

۱۔ تفسیر معارف القرآن	۸ جلد		مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
۳۔ الجامع الصغیر من حدیث البشیر والنذیر۔			علامہ مناویؒ
۴۔ حیات رسالتمآب	ایک جلد	مصنفہ	راجہ محمد شریف جوہر آبادی
۵۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	۴ جلد	×	سیّد سلیمان منصور پوریؒ
۶۔ سیرت المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۴ جلد	×	علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ
۷۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۶ جلد	×	سیّد سلیمان ندویؒ
۸۔ تاریخ اسلام	۴ جلد	×	اکبر نجیب آبادیؒ
۹۔ وفیات الاخیار	ا جلد	×	مولانا محمد احسن صابریؒ
۱۰۔ یادِ رفتگان	ا جلد	×	سید سلیمان ندویؒ

(دوم) ہجری اور عیسوی سنین کا تقابل:

اس سلسلہ میں زیادہ تر انحصار علاّمہ عبدالقدوس ہاشمی کی کتاب ''تقویم تاریخی'' مطبوعہ مرکزی ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کراچی پر کیا گیا ہے مگر جہاں کہیں اشتباہ ہوا وہاں دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرلیا گیا۔ بہر حال حتی المقدور صحیح ترین تاریخِ تقویم اور اندراج کی کوشش کی گئی ہے۔ والعلم عند اللہ العلاّم

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندۂ ناچیز کی اس سعی کو مفید سے مفید تر بلکہ مفید ترین بنائے۔ آمین۔

العبد الاثیم

احقر

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری کی دیگر علمی کتُب کی فہرست

(۱)......زیارات مکہ مکرّمہ اور زیارات مدینہ منورہ
(دو حصے مکمل (نادر ونایاب تصاویر کے ساتھ)

(۲)......جواہر مجددیہ

(۳)......دوستی کا شرعی طریقہ

(۴)......عمامہ کے فضائل ومسائل

(۵)......مقتدائے اسلام اور صوفیائے کرام کے آخری لمحات دو حصے مکمل

(۶)......اساتذہ کیلئے تربیتی واقعات

(۷)......طلبہ کیلئے تربیتی واقعات

(۸)......ہفتہ کے ایام اور اسکی خصوصیات

(۹)......اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

(۱۰)......فضیلت مسواک اور حقیقت ٹوتھ پیسٹ

(۱۱)......والدین اور اولاد ایک عظیم نعمت

(۱۲)......اہل علم کے قیمتی نصائح

(۱۳)......تحفہ اساتذہ کرام

دارالاشاعت
اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان
فون نمبر 021.2213768

☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆..........☆